نور المصابیح

فخر العلماء والمحدثین واقفِ رموزِ شریعت ودین
حضرت مولانا ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی
مجددی قادری محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ

4

• ناشر •

ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر، تاڑبن، X روڈ، حیدرآباد، الہند

www.ziaislamic.com
zia.islamic@yahoo.co.in

تبصرۂ اخبار ''مسلمان'' مدراس

نورالمصابیح

حصہ چہارم

اردو میں حنفی مسلک پر احادیث نبوی کا مجموعہ

نورالمصابیح حصہ اول ترجمہ اردو زجاجۃ المصابیح مؤلفہ مولانا ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی حنفی

مترجم: الحاج مولانا محمد منیرالدین صاحب (مولوی کامل) شیخ الادب جامعہ نظامیہ

زجاجۃ المصابیح جس کا ترجمہ زیر تبصرہ ہے، حنفی مسلک پر احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مستند ذخیرہ ہے۔ خود مؤلف نے دیباچۂ کتاب میں اس کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے کہ جس طرح علامہ خطیب تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور ومعروف کتاب مشکوۃ المصابیح میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک اور طریقہ کی حدیثوں کو جمع کیا ہے، اسی طرح زجاجۃ المصابیح میں ان حدیثوں کو جمع کیا گیا ہے، جو حنفی مسلک اور طریقے کی ہیں۔

کتب احادیث کا ذخیرہ ہمارے پاس موجود ہے ان میں ایک قسم ان مجموعۂ احادیث کی ہے جن کو مسانید کہا جاتا ہے، ان کتابوں میں احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو برعایت اسناد جمع کیا گیا ہے دراصل یہی وہ احادیث کے ذخیرے ہیں جنھیں فنی حیثیت حاصل ہے ان کے علاوہ بعض وہ کتابیں ہیں جن میں احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو فقہی ابواب کے ماتحت جمع کیا گیا ہے، اگرچہ مؤخرالزکر کتابیں بھی احادیث ہی

کے مجموعے ہیں لیکن ابواب کی فقہی ترتیب اس بات کی مقتضی ہے کہ مولف کا فقہی مسلک بھی اس ترتیب پر اثر انداز ہو، جہاں تک مسلک حنفی کا تعلق ہے، تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ ہر زمانہ میں اس مسلک کے پیرو اکثریت میں رہے ہیں اور حکومتوں کی سرپرستی بھی اس مسلک کو حاصل رہی ہے اس بناء پر علماء حنفی المسلک کو یہ ضرورت محسوس نہ ہوئی کہ فقہی ابواب کے ماتحت احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو ترتیب دیں بجائے اس کے جس امر کی شدید ضرورت حنفی علماء کو" پیش ہوئی وہ کتب فقہ کی ترتیب تھی، جن میں فقہی مسائل براہ راست پیش کیے جائیں تاکہ عوام ضروری مسائل کو آسانی سے سمجھ لیں اور عدالتوں میں قاضیوں کو یہ سہولت حاصل ہو کہ ان فقہی مسائل کو پیش نظر رکھ کر فیصلے سنائے جائیں اگر علمائے احناف یہ طرز عمل اختیار نہ کرتے تو ممکن تھا کہ عدالتیں اور مسلم عوام جن کی اکثریت حنفی المسلک تھی ذہنی آوارگی کا نشانہ بن جائے۔ اس صورت حال کا مقابلہ علماء احناف نے فقہی کتابوں کی تدوین سے جس خوبی کے ساتھ کیا وہ قابل صد تحسین ہے، حنفی علماء کا یہ طرز عمل جو اقتضائے زمانہ پر مبنی تھا، رفتہ رفتہ بعض اجتماعی نقائص کا سبب بھی بن گیا۔ وہ یہ کہ نہ صرف عوام الناس کی بلکہ علماء احناف کی نظر بھی صرف فقہی کتابوں پر جم کر رہ گئی اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بے اعتنائی برتی جانے لگی۔ ان حالات میں مسلمانوں کے اندر ذہنی جمود کا طاری ہو جانا ایک لازمی امر تھا لیکن یہ الزام کہ حنفی علماء اہل الرّائے ہیں، دراصل غلط اور بے بنیاد ہے کہ کیونکہ فقہ حنفی کی بنیاد رائے پر نہیں بلکہ احادیث وقرآن پر ہے، اس باب میں ایک عالم محقق علامہ حضرت محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ گرانقدر ملفوظات ملاحظہ ہوں۔

"ہم نے اپنی عمر کے تیس سال اس مقصد کے لئے صرف کئے کہ فقہ حنفی کے موافق حدیث ہونے کے بارے میں اطمینان حاصل کیا جائے، سوالحمدللہ اپنی تیس سالہ محنت اور تحقیق کے بعد اس بارے میں مطمئن ہوں کہ فقہ حنفی حدیث کے مخالف نہیں"۔

اب زمانے کے مقتضیات بدل چکے ہیں حنفی المسلک عوام کے ذہنوں پر جو فقہی

جمود طاری ہوگیا تھا اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو ایک گونہ بے اعتنائی پیدا ہوگئی تھی اسے دور کرنے اور علماء احناف کے اندر زمانے کے نئے تقاضوں کو پورا کرنے کی صلاحیت کو اجاگر کرنے کی اشد ضرورت پیدا ہوگئی ہے اس سائنٹیفک دور میں صرف اتنا کہہ دینا کہ فقہ حنفی کی بنیاد حدیث وقرآن پر ہے کافی نہیں ہوسکتا بلکہ ہر مسئلہ کے متعلق یہ ثابت کرنے کی ضرورت ہے کہ اس کا ماخذ کونسی آیت قرآنی اور کونسی حدیث ہے اور اس حدیث کا بحیثیت روایت و درایت کیا مرتبہ ہے اس طرح جب تک فقہی مسائل کے ماخذ واضح نہ کئے جائیں، اس وقت تک یہ کہنا کہ ان کی اصل قرآن وحدیث ہے دعویٰ بے دلیل ہی سمجھا جائے گا زمانہ کی مقتضیات کو پورا کرنے کی یہ ایک مبارک اقدام ہے جو مولف زجاجۃ المصابیح نے کیا ہے علامہ عصر حضرت انور شاہ کشمیر رحمۃ اللہ نے اپنے تیس سالہ تجربہ کے بعد فقہ حنفی کے متعلق جن خیالات کا اظہار فرمایا تھا، یہ کتاب گویا ان ہی خیالات کا عملی مظاہرہ ہے۔

بقول مؤلف زجاجۃ المصابیح علامہ خطیب تبریزیؒ کی مشکوٰۃ المصابیح کے طرز پر ترتیب دی گئی ہے۔ تو یہ دونوں کتابیں اپنے اپنے مسلک پر معرکۃ الآرا تالیفات ہیں لیکن زیرِ تبصرہ کتاب کی خوبیوں کو نمایاں کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ مشکوٰۃ المصابیح کے مقابلہ زجاجۃ المصابیح کی اہم خصوصیتوں کی وضاحت کی جائے۔

(1) مشکوٰۃ میں فقہ شافعی کی رعایت رکھی گئی ہے لیکن اس کتاب میں فقہ حنفی کی رعایت ملحوظ ہے، اگرچہ ترتیب ابواب مشکوٰۃ ہی کے انداز پر ہے۔

(2) ہر بڑے عنوان کے بعد متعلقہ قرآنی آیات کو جمع کیا گیا ہے یہ صحیح بخاری کی خصوصیت ہے۔

(3) مشکوٰۃ میں ہر باب کے متعلق احادیث بحیثیت روایت تین فصلوں پر جمع کی گئی ہیں لیکن اس کتاب میں یہ طریقہ اختیار نہیں کیا گیا، اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ایسی ترتیب میں مسائل کا بیک نظر تلاش کرنا دشوار ہے دراصل جو حدیثیں فقہ حنفی کی روایت

سے جمع کی جائیں ان میں ترتیب کی ضرورت بھی نہیں، چونکہ فقہ حنفی کی بناء صرف روایت پرنہیں بلکہ روایت و درایت اور تعامل صحابہ تینوں حنفی اصول استدلال میں شامل ہیں، اس لئے احادیث کی تقسیم صرف بہ حیثیت رواۃ مفید نتائج پیدا نہیں کرسکتی فقہ حنفی کی اس خصوصیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے زجاجۃ المصابیح میں جو ترتیب اختیار کی گئی ہے وہ اپنی نوعیت کی بہترین اور مفید تر ترتیب ہے وہ یہ ہے:۔

اولاً قول مفتی بہ نقل کیا گیا ہے ثانیاً اس کے موافق حدیث درج کی گئی ہے۔ ثالثاً اس حدیث کی صحت پر بحث کی گئی ہے جہاں ضرورت محسوس ہوئی تنقید رواۃ بھی مذکور ہے۔ رابعاً ہر مسئلہ کے تحت احادیث کے علاوہ اقوال و آثار صحابہ و تابعین بھی درج کئے گئے ہیں اور یہ وضاحت کی گئی ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قول علاوہ حدیث کے کسی نہ کسی صحابی یا تابعی کے قول سے ماخوذ ہے۔

(4) اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ حاشیہ پر فقہ حنفی پر اعتراض کے مدلل جوابات اور حنفی مقاصد کی وضاحت بقدر ضرورت کی گئی ہے۔

کتاب نورالمصابیح جس کا پہلا حصہ ہمارے پیش نظر ہے وہ زجاجۃ المصابیح کا اردو ترجمہ ہے، ترجمہ نہایت صاف شستہ اور عام فہم ہے، اس ترجمہ سے زجاجۃ المصابیح کی وفادیت میں بہت وسعت پیدا کی گئی ہے اور عوام الناس بھی جو اردو پڑھ سکتے ہیں فقہ حنفی کی حقیقت اور ان سے متعلق اور دیگر ماخذ سے واقفیت حاصل کرسکتے ہیں نورالمصابیح کا پہلا حصہ کتاب الایمان، کتاب العلم اور کتاب الطہارت پر شامل ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

ماخوذ از اخبار مسلمان مدراس جلد 34 یوم دوشنبہ 30 رجب 78م/9 فروری 59ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعارف زجاجۃ المصابیح

کتاب کی اصلی قدر و قیمت تو مطالعہ سے ہی ظاہر ہوسکے گی، تاہم بطور تعارف چند سطور ہدیہ ناظرین ہیں:۔

واقعہ یہ ہے کہ مولف مدظلہٗ العالی مشکوٰۃ شریف کے بنظر غائر مطالعہ کے بعد اس امر کی شدید ضرورت محسوس فرمائی کہ جس طرح مشکوٰۃ شریف مسائل کے لحاظ سے شافعی حضرات کے لئے احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بہترین مجموعہ ہے، بالکل اسی طرح ان احادیث کو بھی یکجا کیا جائے جن پر فقہ حنفی کی بنیاد ہے، اللہ تعالی ان اہل علم حضرات کی سعی مشکور فرمائے جنہوں نے اس موضوع پر قلم اٹھایا اور بہترین انداز سے حنفی احادیث جمع فرمائیں لیکن مشکوٰۃ جیسی جامعیت میسر نہ ہوئی۔

ایسی عظیم الشان کتاب کی تالیف اللہ تعالی نے حضرت مولانا موصوف کے حصہ میں رکھی تھی، چنانچہ مولانا ممدوح نے بتائید غیبی جس کا اظہار اپنی کتاب زجاجۃ المصابیح کے دیباچہ میں فرمایا ہے اس کام کا بیڑا اٹھایا اور اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ پیش شدہ تالیف کی وجہ سے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرنے والے اس امر سے بخوبی واقف ہوجائیں گے کہ امام صاحبؒ کا قول علاوہ حدیث کے کسی نہ کسی صحابیؓ یا تابعیؒ کے قول سے ماخوذ ہے، اس لئے امام ممدوح پر اعتراض صحابیؓ یا تابعیؒ پر اعتراض کے مماثل ہے اور اس طرح یقیناً دنیا کے بڑے حصہ کے امام کی کوئی بات بلا سند نہیں۔

زجاجۃ المصابیح میں مولف ممدوح نے حسب ذیل امور کا التزام رکھا ہے:۔

(1) صحیح بخاری کے طرز پر ہر بڑے عنوان کے بعد متعلقہ آیات قرآنی کو جمع کیا گیا۔

(2) چونکہ اس تالیف سے مقصود اصلی مشکوۃ کے طرز پر احناف کے لئے حدیثوں کا ایک جامع ذخیرہ مہیا کرنا تھا اس لئے کتاب و باب و عنوان مشکوۃ ہی سے لئے گئے البتہ فاضل مولف مشکوۃ علیہ الرحمۃ نے عنوان میں جن مقامات پر فقہ شافعی کی رعایت رکھی ہے۔اس کتاب میں بھی ان مقامات پر فقہ حنفی کی رعایت پیش نظر رہی۔

(3) مشکوۃ میں ایک مسئلہ کے متعلق احادیث تین فصلوں میں منتشر تھیں جس سے پڑھنے والے میں ایک تو کیفیت تسلسل کا برقرار رہنا اور دوسرے مسائل کا بیک نظر تلاش کرنا دشوار تھا۔اس لئے ہر مسئلہ سے متعلق احادیث بلالحاظ فصل یکجا کیے گئے۔

(4) ظاہر ہے کہ فقہ حنفی ایک ناپیدا کنار سمندر ہے، علامہ موصوف نے اس بحر ذخار سے انمول موتی چن لئے ہیں، ہر مسئلہ میں کئی کئی قول ہیں اس وجہ سے اولاً قول مفتی بہ حاصل کیا گیا۔ثانیاً اس کے موافق حدیث تلاش کی گئی۔ثالثاً اس حدیث کی چھان بین کرکے رفع اعتراض کا موقع بہم پہنچایا گیا اسی وجہ سے اکثر احادیث کے آخر میں تنقید رواۃ مذکور ہے۔

(5) فقہ حنفی پر اعتراضات کے مدلل جواب احادیث کی صحیح تعبیر کے بعد حنفی مقاصد کی وضاحت اور حسب ضرورت احادیث سے اور حنفی کتابوں کے حوالہ سے حاشیہ پر مسائل کا اندراج کامل احتیاط سے کیا گیا۔

یہ کتاب پانچ جلدوں پر مشتمل ہے، اس کتاب کے اور بھی کئی اہم خصوصیات ہیں جو بوقت مطالعہ ہی ظاہر ہوں گے۔مختصر یہ کہ جس طرح مشکوۃ شافعی مذہب والوں کے لئے ایک نعمت ہے، بالکل اسی طرح یہ کتاب حنفی حضرات کے لئے ایک بہترین اور نادر تحفہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ضروری التماس

یعنی

دیباچۂ کتاب

مسلمانو! سنو غور سے سنو، اللہ تعالٰی کے پاس کا قاعدۂ خاص مسلمانوں کے لئے یہ ہے کہ ان کی دنیا دین کے ساتھ ہے، جب مسلمان دین چھوڑ دیتے ہیں تو دنیا بھی ان سے چھوٹ جاتی ہے، جب یہ دین برباد کر دیتے ہیں تو ان کی دنیا بھی برباد ہو جاتی ہے، اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ ہم تو دین دار ہیں پھر ہماری دنیا کیوں برباد ہو رہی ہے۔

صاحبو! ہماری حالت اس شخص کے جیسی ہے جو ایک پیسہ کما کر اپنے کو مالداروں کی فہرست میں گننے لگتا ہے، سچ فرمایئے ایک پیسہ رکھنے والے کو آپ مالدار کہیں گے یا یہ کہیں گے کہ اس کو جنون ہو گیا ہے، کیونکہ ایک پیسہ رکھنے والے کو کوئی مالدار نہیں کہتا ہے بلکہ جس کے پاس مال معتد بہ مقدار میں ہو تو وہ مالدار ہے اسی طرح ایک دو عمل کر کے اپنے کو دین دار کہنے والا بھی مجنون کہا جانے کے لائق ہے، دین میں جو اعمال مقرر ہیں وہ سب اعمال کرنے کے بعد آپ دیندار کہے جانے کے مستحق ہیں۔

یا یوں سمجھئے کہ حسین اس کو کہتے ہیں جس کی آنکھ، ناک، سب درست ہوں، جیسے کسی کی ناک کاٹ لی گئی ہو، وہ ناک پر ہاتھ رکھ کر کہے کہ میں بھی حسین ہوں، ذرا ناک پر سے ہاتھ ہٹایا جائے تو معلوم ہوگا کہ کیسے حسین ہیں، ایسا ہی ہم اپنے کو دین دار سمجھ رہے ہیں، اگر دین کی حقیقت کھلے کہ دین کس کو کہتے ہیں تو آپ کو بھی ناک کٹے ہوئے

حسین کی طرح شرمانا پڑے گا۔

یا یوں سمجھئے کہ آپ کسی دوست سے کہیں کہ ہم کو ایک آدمی کی ضرورت ہے وہ دوست ایک مدت کے بعد آپ کے پاس ایک آدمی کو چارپائی پر لٹا کر لایا، جتنے بیماریاں ہیں قریب قریب سب اس میں ہیں آنکھ بھی نہیں، کان بھی نہیں، ہاتھ پیر بھی بے کار ہیں، جنون ہو گیا ہے، البتہ جاندار ہے، اگر اس کو کوئی قتل کرے تو قانوناً اس کو قصاص ہوگا، مگر کیا اس آدمی سے آپ کی غرض پوری ہو سکتی ہے، ہرگز نہیں، آپ تعجب سے پوچھیں گے کہ بھائی اس کو کیوں لائے ہو؟ اگر وہ دوست یہ کہے کہ آپ کے واسطے لایا ہوں آپ نے فرمائش کی تھی کہ ایک آدمی لادو، تو آپ ہنسیں گے اور کہیں گے کہ اگرچہ یہ لغتاً قانوناً آدمی ہے، لیکن جب اس سے میری غرض حاصل نہیں ہوتی ہے تو میرے لئے یہ آدمی نہیں ہے۔

صاحبو! ایسا ہی دین سے کیا غرض ہے، نجات کامل ہونا ہے، یا ایک قومی شعار ہے، مسلمانی سے بالکل بے توجہی ہو گئی ہے، نہ عقائد کی پروا، نہ اعمال کی فکر، نہ حسن معاشرت کا خیال، نہ بداخلاقی پر رنج، کوئی جز ہمارے دین کا ٹھیک نہیں، ہمارا دین بعینہ ویسا ہی ہے جیسے مذکور الصدر آدمی کہ جس کو دوست لایا تھا، ہمارا دین صرف قومی شعار ہے اس سے دین دار کہے جانے کے قابل نہیں ہیں، جب ہم دین دار نہیں تو پھر ہماری دنیا کیسے درست ہوگی؟

صاحبو! اگر آپ دین کی حقیقت معلوم کرنا چاہتے ہو تو ''زجاجۃ المصابیح'' کا مطالعہ کرو، پھر اس پر عمل کرکے دین دار کہے جانے کے لائق بنو، تمام ''زجاجۃ المصابیح'' کو پڑھنے کے بعد آپ کا علم الیقین، عین الیقین کو پہنچ جائے گا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے شک خاتم النبیین ہیں کہ آپ کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہیں، انسان کی دنیا اور آخرت درست کرنے کے لئے جس چیز کی ضرورت تھی وہ آپ کامل طور پر بیان فرمادیئے ہیں اور وہ سب ''زجاجۃ المصابیح'' میں آگیا ہے، لیکن انقلاب زمانہ سے عربی عام فہم نہ رہی، ضرورت تھی کہ اس کا ترجمہ اردو میں کیا جائے، اس ضرورت کو پیش نظر رکھ کر مولوی محمد منیر الدین صاحب شیخ الادب جامعہ نظامیہ نے ''زجاجۃ المصابیح'' کا عام فہم اور سلیس ترجمہ کرنا شروع کیا، تمام مسلمانوں کی طرف سے مولوی صاحب موصوف کا شکریہ ادا کیا

جاتا ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کو زجاجۃ المصابیح سے فائدہ حاصل کرنے کا موقع دیا۔

اس ترجمہ کے طبع ہونے سے پہلے مولوی عبدالستار خاں صاحب ایم۔ اے لکچرار عربی جامعہ عثمانیہ نے بڑی کوشش اور محنت سے اپنا عزیز وقت دے کر ترجمہ میں قوسین کی عبارت بڑھا کر اور ''ف'' کے تحت فائدوں کا اضافہ کر کے ترجمہ کے حسن کو دوبالا کر دیا، اس سے ''زجاجۃ المصابیح'' کے سمجھنے میں جو دقتیں پیش آرہی تھیں وہ اب باقی نہ رہیں، اس کے لئے تمام مسلمانوں کی طرف سے موصوف کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالی نے ان دونوں صاحبوں کو اس علمی خدمت کا صلہ صدقہ جاریہ بنا کر ہمیشہ ثواب پہنچاتے رہیں اور اس کے بدلہ میں ان سے راضی ہو جائیں اور ثواب عظیم دے کر ان کو اپنے سے راضی کر لیویں۔

ترجمہ کے وقت اور ترجمہ میں قوسین اور فوائد کے اضافہ کے وقت میں بھی ان دونوں صاحبوں کے ساتھ شریک رہا۔ میں نے اس ترجمہ کا نام ''نورالمصابیح'' رکھا ہے، اللہ تعالی اس کو قبول کرے۔ آمین

نورالمصابیح کا حصہ دوم آپ کے سامنے آرہا ہے جب آپ اس کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہیں، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے ہیں اور آپ سن رہے ہیں، یا حضرت کوئی کام کر رہے ہیں آپ اس کو دیکھ رہے ہیں، خوش تقدیر ہیں وہ حضرات جو اس نعمت کو حاصل کرتے ہیں۔

اب میرا ضروری التماس تمام مسلمانوں سے اور خاص اپنے احباب سے یہ ہے کہ اس نورالمصابیح کو ایک بار پڑھ کر طاق نسیاں میں نہ رکھ دیں بلکہ اس کو مثل وظیفہ کی کتابوں کے بار بار پڑھیں، اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔

اے اللہ! آپ ہمارے ہیں ہم کو بھی آپ اپنا بنالیں اور توفیق دیں کہ ہم آپ کے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل پر عمل کرتے رہیں۔ آمین

نوٹ:۔ بحمد اللہ نورالمصابیح حصہ سوم، چہارم طبع ہو چکا ہے۔ دوم آپ کے سامنے ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نورالمصابیح حصہّ چھارم

(49/68)بابُ العتیرہ

(اس باب میں عتیرہ کا بیان ہے)

وقول اللہ عز وجلّ ''فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ'' اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے (سورۂ انعام پ 8 ع 3 میں) (مشرکین شرک کے کام مثل عتیرہ وغیرہ کر کے کہتے ہیں کہ ایک ایسا ہی اللہ تعالی نے حکم دیا ہے تو) آپ ان کی ان افترا پردازیوں کو (اللہ پر) چھوڑ دیجئے (وہ ان کو سمجھ لے گا۔ ان افتراء پردازیوں کو سزا دے گا۔

تمہید

ایام جاہلیت میں مشرکین جو شرک کے کام کیا کرتے تھے منجملہ ان کے ایک فرع ہے، فرع کی تفصیل یہ ہے کہ مشرکین اونٹنی کو جب پہلا بچہ ہوتا تھا اس بچہ کو بتوں کے سامنے بتوں کے نام سے بتوں کا تقرب حاصل کرنے کے لئے ذبح کرتے تھے اور اس فعل کو اونٹنی کی نسل کے واسطے خیر و برکت کا سبب جانتے تھے اور اس مذبوحہ بچّہ کا نام فرع تھا۔ اور دوسرا رسم جاہلیت میں یہ تھا کہ رجب کے پہلے دھے میں جانور کو بتوں کے نام

ہے بتوں کے تقرب کے لئے قربانی کرتے تھے اور اس کو عتیرہ کہتے تھے، جب اسلام کا زمانہ آ گیا تو مسلمان بجائے بتوں کے نام سے قربانی کرنے کے اللہ تعالی کے نام سے فرع اور عتیرہ کیا کرتے تھے، گو اسلام میں اللہ تعالی کے نام سے یہ دونوں رسم کئے جاتے تھے مگر پھر بھی مشرکین سے مشابہت باقی تھی، اس لئے اسلام فرع کو اور عتیرہ کو منسوخ کر دیا کہ اللہ کے نام سے بھی فرع اور عتیرہ نہ کئے جائیں تا کہ مشرکین سے مشابہت باقی نہ رہے۔ فرع اور عتیرہ جن حدیثوں سے منسوخ کیا گیا ہے ان میں پہلی حدیث یہ ہے جس کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:۔

فرع اور عتیرہ منسوخ ہونے کا بیان

پہلی حدیث

1/3133 ۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ فرع اور عتیرہ اب باقی نہ رہے، یہ دونوں منسوخ کر دئے گئے ہیں (کوئی مسلمان ان دونوں کو خواہ نیت کیسی ہی خالصاً لِلّٰہ ہو نہ کرے) اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

دوسری حدیث

2/3134 ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ زکوۃ (جو صدقۂ فطر اور عُشر کو بھی شامل ہے) جب یہ فرض ہوئی تو قرآن میں جو جو خیرات زکوۃ فرض ہونے کے پہلے واجب تھے ان کا وجوب منسوخ ہو گیا (اب اس خیرات کا دینا مستحب باقی رہا) اور رمضان کے روزے فرض ہونے کے پہلے دوسرے مہینوں میں جن روزوں کا روزہ رکھنا فرض تھا مثلاً دسویں محرم کا روزہ رمضان کے فرض ہونے سے ایسے سب روزوں کا وجوب منسوخ

ہوگیا (اب ان روزوں کا مستحب ہونا باقی رہا) اور غسل جنابت فرض ہونے سے دوسرے غسل مثلاً جمعہ وغیرہ کا وجوب منسوخ ہوگیا (اب دوسرے غسل مستحب رہے) اور قربانی واجب ہونے سے اور جانور جو عبادت کے طور پر ذبح کئے جاتے تھے، مثلاً عقیقہ اور فرع اور عتیرہ کا وجوب بھی منسوخ ہوگیا (عقیقہ، فرع اور عتیرہ کا مستحب ہونا باقی رہا۔ عقیقہ کرنے میں کوئی شرعی ممانعت نہیں تھی۔ اس لئے عقیقہ کرنا مستحب رہا۔ مگر فرع اور عتیرہ کہ اس میں مشرکین کے ساتھ مشابہت ہورہی تھی، گو مشرکین بتوں کے لئے کرتے تھے اور مسلمان اللہ تعالیٰ کے لئے ذبح کرتے تھے مگر مشرکین کی مشابہت کی وجہ سے فرع اور عتیرہ کا مستحب ہونا بھی منسوخ ہوگیا۔ اسی وجہ سے ملا علی قاری رحمۃ اللہ نے مرقات میں فرع اور عتیرہ کا منسوخ ہونا ظاہر کیا ہے اور ابوداؤد نے بھی اپنی سنن میں عتیرہ کا منسوخ ہونا لکھا ہے) اس حدیث کی روایت دارقطنی اور بیہقی نے کی ہے۔

(50/69)باب صلاۃ الخسوف

(اس باب میں سورج گہن کی نماز اور چاند گہن کی نماز کا بیان ہے)

وقول اللہ عزّ وجلّ ''وَمَا نُرسِلُ بِالاٰیَاتِ اِلَّا تَخوِیفاً '' اللہ تعالی کا ارشاد ہے (سورۂ بنی اسرائیل پ 15 ع 6 میں) اور ہم قدرت کی نشانیوں کو جیسے سورج گہن اور چاند گہن صرف بندوں کے ڈرانے کے لئے ہی بھیجا کرتے ہیں۔

سورج گہن کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے کا بیان

1/3135 ۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک زمانہ میں (ایک بار) جب سورج گہن ہوا تو (نماز کے لئے اذاں اور اقامت نہیں دی گئی بلکہ) منادی کو حکم دیا گیا کہ وہ ''اَلصَّلوٰۃُ جَامِعَۃ '' (نماز جماعت سے ہورہی ہے) کہہ کر لوگوں کو (سورج گہن کی) نماز کے لئے بلائے۔اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

2/3136 ۔اور ابوداؤد نے بھی اسی طرح اس کی روایت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کی ہے۔

تمہید

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام فرائض، سنن اور نوافل میں کوئی نماز ایسی نہیں ہے کہ جس کی ہر رکعت میں متعدد رکوع ہوں، نماز کسوف بھی منجملہ ان نمازوں

کے ہے اس لئے اس کی ہر رکعت میں متعدد رکوع کا ہونا صحیح نہیں ہے، مثل اور نمازوں کے نماز کسوف میں بھی ہر رکعت میں ایک ہی رکوع ہونا چاہئے۔ اسی واسطے:۔

سورج گہن کی نماز کی ہر رکعت میں مثل اور نمازوں کے ایک رکعت اور دو سجدہ ہیں

پہلی حدیث

3/3137۔ ابوقلابہ رضی اللہ عنہ نعمان بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورج گہن کی نماز (کی ہر رکعت کو ایک رکوع اور دو سجدوں کے ساتھ) ایسا ہی پڑھتے تھے جیسے آپ لوگ (تمام نمازوں کی) ہر رکعت کو ایک رکوع اور دو سجدوں کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ اس کی روایت امام طحاوی، ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔ 12

دوسری حدیث

4/3138۔ ابوقلابہ رضی اللہ عنہ، قبیصہ بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ قبیصہ بجلی رضی اللہ عنہ فرمائے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک زمانے میں جب سورج گہن ہوا تھا تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورج گہن کی نماز (ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدوں سے پڑھا کرتے۔ اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

تیسری حدیث

5/3139۔ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ سورج گہن ہوا (کیا کہوں اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کس قدر خوف طاری تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضور یہ سمجھے

ہوئے ہیں کہ یہ کسوف عذاب الٰہی کا پیش خیمہ ہے، یا اس کسوف کے ساتھ ہی قیامت قائم ہونے والی ہے) حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلدی سے کھڑے ہوئے اسی خوف کی حالت میں مسجد کی طرف چلے (اس وقت حضور پر ایسا خوف طاری تھا کہ چادر مبارک سنبھالنے کی بھی سُدھ نہ تھی) چادر مبارک کو گھسیٹتے ہوئے مسجد کی طرف چلے اور آپ کے ساتھ سب صحابہ حضور کے خوف کی حالت دیکھ کر خود بھی خوف زدہ ہوکر مسجد میں پہونچ گئے قربان نبی امیؐ پر کہ کسوف شمس سے خوف زدہ ہوکر ہم کو سینکڑوں برس پہلے وہ بات بتلائے جو آج سائنس داں بڑی تحقیق کے بعد کہتے ہیں کہ کسوف شمس کے وقت کشش سیارہ گان متاثر ہونے سے نظام شمسی کے درہم برہم ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے کسوف شمس کے وقت دنیا تباہی کے کنارے آجاتی ہے نظام شمسی میں اگر ایسے ہی خلل پڑ جائے تو سارے کرّے آپس میں ٹکرائیں گے اور دنیا ختم ہوجائے گی، پھر جب کسوف شمس کا انجلاء ہونے لگتا ہے تو کشش سیارگان بحال ہوجاتی ہے اور نظام شمسی اپنے حال پر قائم ہوجاتا ہے اور دنیا تباہی سے بچ جاتی ہے اسی وجہ سے کسوف شمس کے وقت حضور بے حد خوف زدہ تھے) راوی کہتے ہیں کہ اسی خوف کی حالت میں نماز کسوف (ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدوں کے ساتھ) ایسے ہی ادا فرمائے جیسے تم اور نمازوں کو (ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدوں سے) ادا کرتے ہو۔ اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔ امام بخاری نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

6/3140۔ اور ابن حبان کی ایک روایت میں اور حاکم کی روایت میں ہے کہ کسوف کی نماز حضور دو رکعت پڑھائے۔ (اور ہر رکعت کو ایک رکوع اور دو سجدوں سے ایسے ہی پڑھائے) جیسے تم دوسرے نمازوں کی ہر رکعت کو ایک رکوع اور دو سجدوں سے پڑھتے ہو اور حاکم نے کہا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط کے موافق ہے اگرچہ کہ انہوں نے اپنی اپنی کتابوں میں اس کی روایت نہیں کی ہے۔ اور امام ذھبی نے بھی اس کا اعتراف اور اقرار کیا ہے کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط کے

موافق ہے (اس لئے بخاری اور مسلم کی حدیثوں کی طرح یہ حدیث بھی صحیح ہے)

چوتھی حدیث

7/3141۔ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورج گہن کی نماز آپ لوگوں کی نماز کی طرح ہر رکعت کو ایک رکوع اور دو سجدوں کے ساتھ پڑھائے ہیں۔ اس کی روایت امام احمد اور نسائی نے کی ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

8/3142۔ اور نسائی کی ایک اور روایت بھی اس طرح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسوف شمس کے وقت جو نماز کسوف ادا فرمائے ہیں اس کی ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے تھے جیسے ہماری اور نمازوں کی ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے ہوتے ہیں۔

پانچویں حدیث

9/3143۔ ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جن جن صحابہ اور تابعین سے میں ملاقات کیا ہوں وہ (سورج گہن کے متعلق) فرمایا کرتے تھے کہ جب سورج گہن ہو جائے تو گہن چھوٹ کر سورج صاف ہونے تک تم ہمیشہ جیسے دوسرے نمازوں کی (ہر رکعت کو ایک رکوع اور دو سجدوں سے) پڑھا کرتے ہو، ایسا ہی سورج گہن کی نماز (کی ہر رکعت کو ایک رکوع اور دو سجدوں کے ساتھ ہر رکن کو طویل ادا کرکے) پڑھا کرو اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے صحیح سند کے ساتھ کی ہے۔

چھٹی حدیث

10/3144 ۔ عطاء رضی اللہ عنہ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ (عبداللہ بن عمرو فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر نماز (کی ہر رکعت) میں ایک ہی رکوع ہوا کرتا تھا (متعدد رکوع ہونا نہیں دیکھا

گیا، اس لئے سورج گہن کی نماز کی ہر رکعت میں بھی متعدد رکوع ہونا ثابت نہیں) اس کی روایت ابوداؤد، نسائی اور حاکم نے کی ہے اور ترمذی نے اس کی روایت شمائل میں کی ہے اور حاکم نے اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

ساتویں حدیث

11/3145 ۔ محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک زمانہ میں سورج گہن ہوا اور اتفاق سے اسی دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات بھی ہوئی تھی تو لوگوں نے یہ سمجھا کہ آپ کے فرزند حضرت ابراہیم کی وفات کی وجہ سے سورج گہن ہوا ہے اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے سنو! کسی کے مرنے جینے سے چاند یا سورج گہن نہیں ہوتے۔ بلکہ چاند اور سورج خدا کی قدرت کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں (جن کی روشنی سلب فرما کر اللہ تعالی اپنے بندوں کو ڈرایا کرتے ہیں کہ اتنی بڑی اور روشن مخلوق کو ہم یوں سیاہ اور تاریک کر سکتے ہیں۔ اور تمہارے گناہوں کے سبب سے تم کو جو کچھ کریں کم ہے) جب سورج یا چاند کو گہن لگتے دیکھو تو خوفزدہ ہو جاؤ (کیا معلوم کہ نظام شمسی ختم ہو کر عذاب الٰہی آجائے، یا قیامت برپا ہو جائے اس لئے) گھبرائے ہوئے مسجدوں میں جا کر پناہ لو (خدا کی طرف متوجہ رہو) یہ فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کسوف کے لئے کھڑے ہو گئے اور جہاں تک ہمارا خیال ہے وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''سورہ الٓرٰ کتاب'' کا ایک حصہ پڑھے پھر رکوع کئے اور رکوع سے اٹھ کر سیدھے کھڑے ہوئے (اور دوبارہ رکوع کئے بغیر) سجدہ میں چلے گئے اور دو سجدے کئے پھر دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہو گئے اور تیسری رکعت کو بھی پہلی رکعت کی طرح (ایک رکوع اور دو سجدوں سے ادا فرما کر نماز ختم کئے) اس حدیث کی روایت امام احمد نے کی ہے۔ اور اس کی سند حسن ہے اور ھیثمی نے مجمع الزوائد

میں کہا ہے کہ اس حدیث کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

نماز کسوف کے ہر رکن کو طویل ادا کرنا چاہئے

پہلی حدیث

12/3146۔ عطاء بن سائب رضی اللہ عنہ اپنے والد سائب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سائب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک زمانے میں (ایک دفعہ) سورج گہن ہوا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کسوف پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے (کیا کہوں کیسی نماز تھی کہ جب) آپ قیام فرمائے تو قیام میں (اس قدر طویل قرأت فرمارہے تھے) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ اب رکوع ہی نہ کریں گے، پھر جب آپ رکوع کئے تو رکوع میں اس قدر دیر تک رہے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضور رکوع سے اب سر مبارک اٹھائیں گے ہی نہیں، پھر آپ جب رکوع سے سر اٹھائے (اور قومہ کئے) تو قومہ میں اتنی دیر تک رہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اب آپ سجدہ کو جائیں گے ہی نہیں، پھر آپ (دوسرا رکوع کئے بغیر) سجدہ میں چلے گئے اور اس قدر دیر تک سجدہ میں رہے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ سجدہ سے سر اٹھائیں گے ہی نہیں، پھر جب آپ سجدہ سے سر اٹھائے اور جلسہ کئے تو جلسہ میں اس قدر دیر تک رہے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ دوسرے سجدہ کو جائیں گے ہی نہیں۔ پھر آپ دوسرا سجدہ کئے اور دوسرے سجدہ میں بھی اس قدر دیر تک رہے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ دوسرے سجدہ سے دوسری رکعت کے لئے نہیں اٹھیں گے، پھر آپ سجدہ سے سر مبارک اٹھا کر دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوئے اور دوسری رکعت کے بھی ہر رکن کو پہلی رکعت کی طرح طویل فرماتے رہے (اور دوسری رکعت کو بھی پہلی رکعت کی طرح ایک ہی رکوع سے ادا کئے) اس حدیث کی روایت ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے اور ترمذی نے اس کی روایت شمائل میں کی ہے۔ اور حاکم اور طحاوی نے بھی اس کی روایت کی

ہے، اور اس حدیث کی سند حسن ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اگرچہ کہ بخاری اور مسلم نے اس کی روایت نہیں کی ہے لیکن

13/3147۔ امام ابن الہمام نے اپنی تحقیق سے کہا ہے کہ بخاری نے بھی اسی طرح اس کی روایت کی ہے۔

دوسری حدیث

14/3148۔ ابو قلابہ رضِی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ قبیصہ بَجَلی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ قبیصہ بجلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک زمانہ میں (ایک دفعہ) سورج گہن ہوا (اس وقت سورج طلوع کرکے (جیسا کہ سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے جو آگے آرہی ہے (فتح القدیر)12) دو نیزہ برابر بلند ہوا تھا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورج گہن سے بیحد خوف زدہ تھے (خوف کی وجہ سے چادر اوڑھنے کی سدھ نہ تھی) چادر گھسیٹتے ہوئے مسجد کی طرف چلے۔ میں بھی اس وقت حضور کے ساتھ تھا اور یہ واقعہ مدینہ منورہ کا ہے۔ حضور دو رکعت نماز سورج گہن کی پڑھائے اس دونوں رکعتوں میں آپ بہت طویل قرأت کئے۔ پھر جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو کسوف ختم ہوکر آفتاب روشن ہوگیا تھا (نماز کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے (صاحبو سنو!) شمس وقمر اللہ تعالی کی قدرت کی نشانیاں ہیں (ان کی روشنی سلب کرکے) اللہ تعالی اپنے بندوں کو ڈرایا کرتے ہیں (کہ اتنی بڑی روشن مخلوق کو ہم یوں تاریک کردیتے ہیں تو تم کس گنتی میں ہیں، ہم چاہیں تو تم پر بھی ایسا ہی عذاب اتار سکتے ہیں) جب تم سورج یا چاند کو گہن لگتا ہوا دیکھو تو تم قریب میں جو ابھی ابھی فجر کے فرض کی دو رکعتیں (ہر رکعت ایک رکوع سے پڑھ چکے ہو ایسا ہی گہن کی نماز کو بھی دو رکعت (ہر رکعت ایک رکوع سے) پڑھا کرو۔ اس کی روایت ابوداؤد،

طحاوی اور نسائی نے کی ہے اور اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

نماز کسوف دو دو کر کے چار رکعت یا اس سے زائد بھی پڑھ سکتے ہیں

15/3149 ۔نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک زمانے میں (ایک دفعہ) سورج گہن ہوا تھا تو حضور سورج گہن کی نماز دو دو رکعت پڑھاتے تھے (ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیر کر دوسرے دو رکعت کو نئی تکبیر تحریمہ سے شروع کرتے) اور ہر دو رکعت پڑھنے کے بعد لوگوں سے دریافت فرماتے تھے کیا کسوف ختم ہوگیا؟ لوگ عرض کرتے ابھی کسوف باقی ہے۔یا رسول اللہ، ابھی کسوف باقی ہے تو آپ اور دو رکعت پڑھاتے، جب کسوف کا ختم ہونا معلوم ہوتا تو نماز بھی ختم کر دیتے تھے۔

ف: نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے کئی طریقوں سے نماز کسوف کی روایت آئی ہے ابوداؤد کے دوسرے طریق میں مروی ہے کہ حضور دو رکعت نماز پڑھ کر کسوف ختم ہونے کے بعد دعا فرمارہے تھے۔اس روایت میں صرف دو رکعت پڑھنے کا ذکر ہے اور حاکم کی روایت میں بھی نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور کسوف کی نماز دو رکعت پڑھائے۔اور حاکم کی اس روایت میں بھی نماز کسوف صرف دو رکعت پڑھانے کا ذکر ہے دو رکعت نماز کسوف پڑھانے کی روایت کر کے حاکم کہتے ہیں کہ صرف دو رکعت پڑھانے کی روایت صحیح ہے اور بخاری اور مسلم کی شرط کے موافق ہے۔گو بخاری اور مسلم اس کو اپنی کتابوں میں روایت نہیں کئے ہیں۔نسائی کی روایت میں بھی نماز کسوف صرف دو رکعت ہونے کو اس طرح بیان کئے ہیں کہ فجر کی نماز کی طرح کسوف شمس کی نماز حضور دو رکعت ہی پڑھے ہیں۔زیلعی سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلوٰۃ کسوف صرف دو رکعت ہی پڑھے ہیں، یہ سب بذل المجہود سے لیا گیا ہے، اس کے سوا دوسری روایتوں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلوٰۃ کسوف دو رکعت ہی پڑھے ہیں، اسی لئے ردالمحتار میں ظاہر الروایہ سے نقل کئے ہیں کہ صلاۃِ کسوف کے دو رکعت ہی ہیں اور ظاہر الروایہ کے سوائے دوسرے حنفی کتابوں میں مذکور ہے کہ دو دو

رکعت صلوٰۃ کسوف کے پڑھ کر چار رکعت یا اس سے زائد پڑھ سکتے ہیں، اس کی تائید صدر کی اس حدیث سے ہوتی ہے جس کا ترجمہ ابھی کیا گیا ہے۔ یعنی حضور صلوٰۃ کسوف کو دو دو رکعت پڑھتے جاتے تھے اور کسوف کے ختم ہونے کو دریافت فرماتے جاتے تھے، اس کی روایت سے معلوم ہوا کہ صلوٰۃ کسوف دو رکعت سے زیادہ پڑھنا بھی جائز ہے۔ 12

نماز کسوف میں قرأت کرنے کی کیفیت

پہلی حدیث

16/3150 ۔ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں اور ایک انصاری لڑکا تیر اندازی کی مشق کر رہے تھے یہاں تک کہ جب آفتاب (طلوع کرکے) دیکھنے میں افق میں دو یا تین نیزہ کے مقدار بلند ہوا تو آفتاب کو (گہن لگا) ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ تنومہ نامی سیاہ گھاس کی طرح سیاہ ہوگیا ہے (یہ دیکھ کر) ہم نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا کہ مسجد چلو، خدا کی قسم آفتاب کی یہ حالت ہونے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے لئے کوئی نہ کوئی نئے احکام آئیں گے (چلو دیکھیں مسجد میں کیا ہو رہا ہے) سمرہؓ فرماتے ہیں کہ جیسے ہی ہم مسجد میں آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے حجرہ مبارک سے باہر تشریف لائے ہیں اور آگے بڑھ کر کسوف کی نماز پڑھا رہے ہیں۔ (پہلی رکعت میں) قیام اتنا طویل فرمائے کہ ایسا طویل قیام ہم نے حضور کو کسی نماز میں کرتے نہیں دیکھا (اور آپ قرأت ایسی) آہستہ فرما رہے تھے (جیسے دوسری سرّی نمازوں میں آہستہ قرأت فرمایا کرتے تھے جس کی وجہ سے) ہم حضور کی قرأت نہیں سن سکے۔ سمرہؓ فرماتے ہیں کہ پھر رکوع فرمائے اور ایسا طویل رکوع فرمائے جو کسی نماز میں ایسا طویل رکوع نہیں فرمائے تھے اور حضور رکوع میں جو کچھ پڑھے تھے ہم اس کو نہیں سن سکے۔ پھر حضور سجدہ فرمائے اور ایسا

طویل سجدہ فرمائے جو کسی نماز میں ایسا طویل سجدہ نہیں فرمائے تھے اور حضور سجدہ میں جو کچھ پڑھے تھے ہم اس کو بھی نہیں سن سکے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسری رکعت کے ہر رکن کو پہلی رکعت کو ہر رکن کی طرح بیحد طویل ادا فرمائے۔ سمرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور دوسری رکعت پڑھ کر قعدہ میں تھے کہ سورج کا گہن ختم ہوگیا۔ اس کی روایت ابو داؤد نے کی ہے۔ اور ترمذی اور نسائی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے، اور اس کی سند صحیح ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

دوسری حدیث

17/3151۔ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم کو سورج گہن کی نماز پڑھائے (تو آپ قرأت ایسی آہستہ پڑھ رہے تھے جس کی وجہ سے) ہم کو آپ کی قرأت سنائی نہیں دے رہی تھی۔ اس کی روایت ترمذی، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

تیسری حدیث

18/3152۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جس دن سورج گہن ہوا تھا (اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورج گہن کی نماز پڑھا رہے تھے) تو میں بھی حضور کے پہلو میں کھڑا ہوا نماز کسوف پڑھ رہا تھا (حضور قرأت ایسی پڑھ رہے تھے جیسے سرّی نمازوں میں پڑھا کرتے تھے) اس لئے میں حضرت کی قرأت کو نہیں سن سکا۔ اس کی روایت طبرانی اور بیہقی نے کی ہے، اور اس حدیث کی سند حسن ہے اور امام احمد، ابو یعلی اور ابو نعیم نے اسی طرح روایت کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ ان مذکورہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسوف شمس کی نماز مثل سرّی نمازوں کے آہستہ قرأت کر کے پڑھتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ

بھی نماز کسوف میں سرّی قرأت کے قائل ہیں مگر ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت آئی ہے کہ ام المومنین فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسوف شمس کی جو نماز پڑھائے تو جہری نمازوں کی طرح کسوف کی نماز میں جہر سے قرأت ادا فرمائے۔ حضرت ام المومنین کی اس حدیث کی وجہ سے صاحبین فرمائے ہیں کہ کسوف کی نماز مثل جہری نمازوں کے جہری قرأت سے پڑھنا چاہئے اس سے معلوم ہوا کہ حنفی مذہب میں دو قول ہیں۔ایک قول میں آہستہ قرأت کرنا ہےاور دوسرے قول میں جہری قرأت کرنا آیا ہے۔

ردالمختاراور دوسرے فقہ کی کتابوں میں ایسا ہی ہے۔

سورج یا چاند کسی کے مرنے یا پیدا ہونے سے گہن نہیں ہوتے

19/3153۔ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک زمانہ میں (ایک دفعہ) سورج گہن ہوا تھا (کسوف شمس ہونے سے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوف زدہ ہوکر کھڑے ہوگئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سمجھ رہے ہیں، (کہ کسوف شمس کی وجہ سے نظام شمسی ختم ہوکر ممکن ہے) کہ قیامت قائم ہوجائے، اسی طرح گھبرائے ہوئے مسجد میں تشریف لائے اور نماز کسوف کے لئے کھڑے ہوگئے اور اتنے طویل قیام، طویل رکوع اور طویل سجدوں سے نماز پڑھائے کہ اتنے طویل قیام، طویل رکوع اور طویل سجدوں سے آپ کو نماز پڑھاتے میں نے کبھی نہیں دیکھا (نماز ایسے وقت ختم ہوئی کہ کسوف شمس کا انجلاء ہوگیا تھا اس وقت خطبہ کے طور پر نہیں فرمائے، اس لئے کہ اگر خطبہ کے طور پر تقریر ہوتی تو کسوف کی حالت میں ہوتی، اب کسوف انجلاء کے بعد ارشاد فرمارہے ہیں۔ان لوگوں کی عقائد کی اصلاح کے لئے جو یہ سمجھ رہے تھے کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی موت کی وجہ سے کسوف شمس ہوا ہے اس لئے حضور فرمائے لوگو سنو! (تم جو سمجھ رہے ہو کہ کسوف حضرت ابراہیم کی موت کی وجہ سے ہوا ہے ایسا نہیں ہے)۔

اس طرح اعتقاد نہ رکھنا بلکہ یہ کسوف شمس وقمر قدرت الٰہی کی نشانیاں ہیں ان کو اللہ تعالی ظاہر کرتے ہیں یہ کسی کے مرنے جینے سے نہیں ہوتے بلکہ ان کو اللہ تعالی اپنے بندوں کو ڈرانے کے لئے بھیجا کرتے ہیں (کہ اتنی بڑی مخلوق کو ہم سیاہ کردئے ہیں تم کس گنتی میں ہو، اگر ہم چاہیں تو تم پر بھی عذاب بھیج سکتے ہیں اس لئے) جب تم سورج گہن یا چاند گہن ہوتا ہوا دیکھو تم بہت ہی خوف زدہ ہو کر اللہ تعالی کی طرف رجوع کرو، اللہ کو یاد کرو، اور اسی سے دعا مانگو، (کہ الٰہی ہم کو اپنے عذاب سے بچایئے اور اس کسوف کو ہمارے عذاب کا ذریعہ نہ بنایئے) اور اپنے گناہوں کی اللہ ہی سے مغفرت مانگو (گناہوں کی مغفرت مانگنے سے اللہ کا غضب رحمت سے بدل جاتا ہے) اس حدیث کی روایت طحاوی نے کی ہے اور بخاری اور مسلم نے بھی اسی طرح روایت کی ہے،

20/3154 ۔اور بخاری اور مسلم کی ایک دوسری روایت میں اس طرح مروی ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک زمانہ میں ایک دفعہ سورج گہن ہوا تھا حضور سورج گہن کی نماز ایسی طویل ادا فرمائے کہ (میں کبھی ایسی طویل نماز جس کا رکوع بیحد طویل ہو، اور سجدہ بیحد طویل ہو، نہ خود پڑھی اور نہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کبھی پڑھی، جیسے کسوف کی نماز کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طویل رکوع اور طویل سجدوں سے پڑھائے ہیں۔

21/3155 ۔بخاری اور مسلم کی ایک اور روایت میں حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورج گہن کی نماز سے فارغ ہوئے اور اس وقت کسوف شمس کا انجلاء ہوگیا تھا تو مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمائے مسلمانو! سنو، چاند اور سورج خدا کی قدرت کے نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ یہ کسی (نیک انسان کے مرنے یا کسی (برے) شخص کے پیدا ہونے

سے گہن نہیں ہوتے ۔ جب تم شمس وقمر کو گہن ہوتا ہوا دیکھو تو اللہ کی طرف رجوع کرو، اللہ کو یاد کرو (اور سبحان الله، الحمد الله، لا اله الا الله اور الله اکبر) کہا کرو، اور کسوف کی نماز پڑھا کرو اور خیرات کرو (کہ خیرات رد بلا ہوتی ہے)

22/3156 ۔ (بخاری اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے اے امت محمدی تم کو جس طرح اپنے کسی غلام یا باندی کے زنا کرنے سے غیرت آتی ہے ۔ (اور سخت غصہ آتا ہے) اللہ کی قسم اس سے بڑھ کر غیرت (اور غصہ) خدائے تعالیٰ کو اس وقت آتا ہے جب اس کا کوئی بندہ یا بندی زنا کے مرتکب ہوں ۔ اے امت محمدی خدا کی قسم جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم اس کو جانتے تو تم ہنستے کم اور روتے زیادہ۔

23/3157 ۔ بخاری اور مسلم کی ایک اور روایت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورج گہن کی نماز سے ایسے وقت فارغ ہوئے جب کہ کسوف شمس کا انجلاء ہو گیا تھا۔ (تو مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمائے (مسلمانو! سنو) چاند اور سورج خدا کی قدرت کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں یہ کسی (نیک) انسان کے مرنے یا کسی (برے) شخص کے پیدا ہونے سے گہن نہیں ہوتے، جب تم شمس وقمر کو گہن ہوتا ہوا دیکھو تو (اللہ کی طرف رجوع کرو اور) اللہ کو یاد کرو، صحابہ عرض کئے یا رسول اللہ ہم (ایک عجیب بات) دیکھے (کہ جب آپ نماز سے فارغ ہو کر نصیحت فرما رہے تھے تو اس وقت ہم آپ کو دیکھے) کہ آپ ہاتھ بڑھا کر کوئی چیز لے رہے ہیں پھر تھوڑی دیر کے بعد ہم آپ کو دیکھے کہ آپ (کسی ہیبت ناک چیز کو دیکھ کر) پیچھے ہٹ رہے ہیں (یہ کیا بات تھی ہم اس کو کچھ نہیں سمجھ سکتے) حضور فرمائے کہ جب تم مجھ کو دیکھے میں ہاتھ بڑھا کر کچھ لے رہا ہوں تو سنو میرے

سامنے اس وقت جنت پیش کی گئی تھی ، میں جنت میں سے انگور کا ایک خوشہ لینا چاہ رہا تھا (مگر خدا کو منظور نہیں تھا (اس لئے میں انگور کا خوشہ نہ لے سکا) اگر میں وہ خوشہ لے لیتا جب تک دنیا باقی رہے تم اس میں سے کھاتے رہتے) اور وہ کبھی ختم نہ ہوتا (لیکن اللہ تعالیٰ کو جو منظور ہے کہ تمہارا ایمان بالغیب رہے اور اس سے تمہاری آزمائش ہوتی رہے، جنتی میوہ تم دیکھ لیتے تو تمہارا ایمان بالشہود ہو جاتا، پھر تم کو ایمان بالغیب کا اجر نہیں ملتا تھا) اور جب تم مجھے دیکھے کہ میں پیچھے ہٹ رہا ہوں تو اس وقت میرے سامنے دوزخ پیش کی گئی تھی کیا کہوں (وہ کیسا ہیبت ناک منظر تھا کہ ایسا ہیبت ناک منظر میں نے کبھی نہیں دیکھا اور دوزخ میں جو جو عذاب ہوا ہے تو وہ مجھے دکھائے گئے مجھے بڑا افسوس تو اس سے ہوا) کہ دوزخ میں کثرت سے عورتیں تھیں، صحابہ عرض کئے عورتیں ایسا کونسا عمل کئے ہیں جس کی وجہ سے وہ کثرت سے دوزخ میں تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے، عورتیں ناشکری کرنے کی وجہ کثرت سے دوزخ میں تھیں۔ صحابہ عرض کئے، حضور ناشکری کرنا ہماری سمجھ میں نہ آیا۔ کیا عورتیں اللہ تعالیٰ کی ناشکری کی وجہ سے کثرت سے دوزخ میں ہوں گی، تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے نہیں بلکہ وہ اپنے شوہروں کی ناشکری کرتی ہیں اور شوہروں کے احسان کا انکار کرتی ہیں (اس وجہ سے کثرت سے دوزخ میں ہوں گی کیا تم نہیں دیکھتے کہ مرد عورت سے اگر ہمیشہ بھلائی کرتا رہے۔ پھر اس کی جانب سے کوئی بات ناگوار پیش آئے، اور اس کے خلاف مرضی ہو۔ (تو وہ سارے احسانوں کو بھول جاتی ہے اور کہنے لگتی ہے کہ میں تم سے کبھی کوئی آرام نہیں دیکھی۔ (یہ ہے عورتوں کی ناشکری جو دوزخ میں کثرت سے ہونے کا سبب بنی ہے)

24/3158۔ اور نسائی کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (خوف کی حالت میں) بہت جلدی جلدی مسجد میں ایسے وقت تشریف لائے کہ سورج کو گہن لگ گیا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آفتاب روشن ہونے تک

نماز کسوف پڑھتے رہے، (نماز کسوف کے بعد خطبہ کے طور پر نہیں بلکہ ان لوگوں کی عقائد کی اصلاح کے لئے فرمائے) جو جاہلیت کے زمانے میں یہ سمجھا کرتے تھے کہ سورج گہن ہو یا چاند گہن، یہ روئے زمین کی بڑی شخصیتوں میں سے کسی بڑے آدمی کی مرنے کی وجہ سے ہوا کرتا ہے حالانکہ (ایسا نہیں ہے بلکہ) سورج گہن ہو یا چاند گہن کسی کے مرنے جینے سے نہیں ہوتے بلکہ سورج اور چاند یہ دونوں اللہ کی مخلوق ہیں اور اللہ تعالی اپنی مخلوق میں جیسا چاہے تغیر کرتے ہیں۔ تو چاند یا سورج ان میں سے جب کسی کو گہن لگ جائے تو اس وقت گہن ختم ہونے تک نماز پڑھا کرو۔ ہاں اگر کوئی ایسی بات ظاہر ہو جائے جس کی وجہ سے نماز نہیں پڑھ سکتے ہیں (جیسے گہن لگا ہوا آفتاب ڈوبنے لگے یا گہن ایسے وقت ہو جبکہ اس وقت نفل نماز پڑھنا جائز نہ ہو تو ایسے وقت نماز نہیں پڑھنا چاہئے بلکہ انجلاء تک دعا اور استغفار میں مشغول رہے (جیسا کہ ردالمحتار میں مذکور ہے)

کسوف کے وقت خیرات کرنے کا بیان

25/3159 ۔ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ (جب کسوف شمس ہو تو کیا معلوم کہ یہی عذاب الٰہی کا ذریعہ بنے اس لئے) حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حکم دئے ہیں کہ کسوف شمس کے وقت باندی یا غلام آزاد کیا کرو (تاکہ اس کی وجہ سے عذاب الٰہی ٹل جائے) اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

(51/70) بابٌ فی سجود الشکر

(اس باب میں سجدۂ شکر کا بیان ہے)

ف: جس شخص کو نئی نعمت ملے یا اس کو مال ملے یا اولاد ہو یا اس سے کوئی مصیبت دور ہوگئی ہو تو اس طرح کی جب نعمتیں ملیں تو اس کو چاہئے کہ اللہ تعالی کا اس طرح شکر یہ ادا کرے کہ بغیر نماز کے صرف ایک ہی سجدۂ شکر ادا کرے، اس طرح کا سجدۂ شکر ادا کرنا حنفی مذہب میں مستحب ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، نماز اور سجدۂ تلاوت کے جو شرائط ہیں وہ سارے شرائط سجدۂ شکر کے لئے بھی ہیں، یعنی وضو کا ہونا، جگہ کا پاک ہونا، بدن اور کپڑے کا پاک ہونا، ستر عورت کا ہونا، قبلہ کی طرف رخ کرنا اور نیت کرنا وغیرہ۔ ہاں نماز میں تکبیر تحریمہ جس کے لئے کان تک ہاتھ اٹھائے جاتے ہیں۔ وہ سجدہ تلاوت کے لئے بھی نہیں، اور سجدۂ شکر کے لئے بھی نہیں ہے بلکہ سجدۂ شکر کو باوضو قبلہ رو ہوکر دو قیام اور دو اللہ اکبر کہنے کے بیچ میں ادا کرنا چاہئے، یعنی پہلے کھڑے ہوکر تکبیر تحریمہ کے لئے ہاتھ اٹھائے بغیر اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدۂ شکر کے لئے سجدۂ میں جائے اور سجدہ میں کم از کم تین بار سبحان ربی الاعلی کہے اور اللہ اکبر کہہ کر کھڑا ہوجائے، یہ ہے سجدۂ شکر اس کے لئے تشہد اور سلام بھی نہیں ہے، ترافی الفلاح، نوالایضاح، طحطاوی، اور درمختار۔ 12

سجدۂ شکر ادا کرنے کا طریقہ

1/3160۔ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب کوئی خوشی ہوتی یا کہیں سے کوئی خوش خبری آتی (یا کوئی نئی نعمت حاصل ہوتی یا کوئی بلاء ٹل جاتی تو اس کا شکر ادا کرنے کے لئے (مثل سجدۂ تلاوت

کے) شکر کا سجدہ (اس طرح) ادا فرماتے (کہ باوضو قبلہ کی طرف رخ کر کے کھڑے ہوکر اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدہ میں جاتے اور سجدہ میں حمد وثناء کر کے پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے کھڑے ہوجاتے) اس کی روایت ابوداؤد اور ترمذی نے کی ہے۔

کسی مصیبت سے محفوظ رہنے پر سجدۂ شکر کرنا

2/3161 ۔ابو جعفر یعنی حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک شخص کو دیکھے جو بونا (ناقص الخلقت تھا) اس کو دیکھ کر (اس طرح) آپ سجدۂ شکر ادا کئے کہ بونے کو اس کی خبر نہ ہوئی اور آہستہ فرمائے۔ ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ بِهٖ'' الٰہی میں آپ کا کیا شکر ادا کروں کہ جس بلاء میں اس بونے کو مبتلاء کئے ہیں مجھے آپ اس سے بچائے ہیں (آہستہ اس لئے کہے تاکہ خبر نہ ہو، اور اس طرح کہنے سے اس کی دل شکنی نہ ہو) اس حدیث کی روایت دارقطنی نے کی ہے اور شرح السنہ میں مصابیح کے الفاظ سے اس کی روایت کی گئی ہے۔

تمہید

گزشتہ قوموں پر جو دنیوی عذاب آیا تھا، کوئی مسخ کیے گئے، کوئی غرق کیے گئے۔ کسی کو زمین میں دھنسایا گیا، کسی پر کچھ دنیوی عذاب آیا، اور کسی پر کچھ، یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیش نظر تھا، اور یہ بھی آپ کو معلوم ہوا کہ کفار دائمی طور پر دوزخ میں رہیں گے۔ آپ سراپا رحمت تھے، چاہتے تھے کہ اپنی امت پر نہ ویسا دنیوی عذاب آئے نہ اخروی دوزخ کا دائمی عذاب رہے، ہمیشہ امت آپ کے پیش نظر رہتی تھی، اپنی امت کو اس طرح کے دنیوی اور اخروی دائمی عذاب سے بچانے کی فکر رہتی

تھی، اس وجہ سے آپ کبھی رات رات بھر روتے رہتے کہ کس طرح میں اپنی امت کو اس طرح کے دنیوی عذاب اور اخروی دائمی عذاب سے بچاؤں؟

کسی نعمت کے ملنے پر سجدۂ شکر کرنا

3/3162 ۔سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف چلے جب ہم مقام عزوزا میں پہونچے تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوا کہ رحمت الٰہی اس وقت جوش پر ہے حضور اس وقت کو غنیمت سمجھ کر اپنی سواری سے اتر کر کھڑے ہو گئے اور اپنے دونوں ہاتھ دعا کے لئے اٹھا کر بہت دیر تک دعا کرتے رہے، پھر سجدہ میں جا کر طویل سجدہ کئے اور پھر سجدہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور کھڑے رہ کر پھر دعا کے لئے دونوں ہاتھ اٹھا کر (بہت دیر تک) دعا کرتے رہے، پھر قیام سے سجدہ میں گئے اور بہت دیر تک سجدہ میں رہے پھر سجدہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور بہت دیر تک دعاء کے لئے ہاتھ اٹھائے رہے، پھر قیام سے سجدہ میں گئے اور بہت دیر تک سجدہ میں رہے، پھر سجدہ سے اٹھنے کے بعد صحابہ سے ارشاد فرمائے میں اس وقت کئی مرتبہ کھڑے ہو کر دعا کیا پھر سجدہ میں گیا، پھر دعا کے لئے کھڑا ہوا پھر سجدہ میں گیا، اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت رحمت الٰہی جوش پر تھی، میں چاہا کہ اپنی امت کے لئے قدیم آرزو پوری کرنے کے لئے دعا کروں، میں کھڑے ہو کر دعا کیا۔ الٰہی اور قوموں کی طرح میری امت کو دنیوی عذاب نہ دینا اور گناہوں کی شامت سے دوزخ میں ڈالیں بھی تو ہمیشہ دوزخ میں نہ رکھنا، سزا بھگتنے کے بعد دوزخ سے نجات دینا تو اللہ تعالی کا ارشاد ہوا میں تمہاری تہائی امت کے لئے یہ دعا قبول کرتا ہوں، تہائی امت پر تمہارے یہ دنیوی عذاب نہیں آئے گا۔ گناہوں کی شامت سے دوزخ میں جائیں گے بھی تو ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہیں گے یہ سن کر میں سجدۂ شکر ادا کیا پھر کھڑے ہو کر دعا کیا الٰہی میری باقی امت کو بھی دنیوی عذاب سے بچائیے۔ گناہوں کی شامت

سے دوزخ میں ہمیشہ نہ رکھئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا، اچھا میرے محمد تمہاری امت کے دوسرے تہائی حصے کو بھی دنیوی عذاب سے بچائے رکھوں گا۔ گناہوں کی شامت سے اگر دوزخ میں جائیں گے بھی تو ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہیں گے، دوزخ سے ان کو نجات دوں گا، یہ سن کر میں پھر سجدۂ شکر ادا کیا۔ بارہ پھر کھڑے ہو کر عرض کیا الٰہی میری امت کے تیسرے حصہ کو بھی دنیوی عذاب سے بچایئے گناہوں کی شامت سے اگر دوزخ میں جائیں بھی تو ان کو ہمیشہ دوزخ میں نہ رکھئے تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا اچھا میرے محمد مجھے تمہاری خاطر منظور ہے، تمہاری امت کے تیسرے حصہ کو بھی دنیوی عذاب سے بچائے رکھوں گا۔ گناہوں کی شامت سے اگر دوزخ میں جائیں بھی تو ہمیشہ ان کو دوزخ میں نہیں رکھوں گا۔ تمام امت تمہاری دنیوی عذاب سے بھی محفوظ رہے گی، اور دوزخ کے ہمیشہ کے عذاب سے بھی محفوظ رہے گی۔ کیوں محمد اب خوش ہوئے یہ سن کر میں تیسرے بار پھر سجدۂ شکر ادا کیا۔ اس کی روایت امام احمد اور ابوداؤد نے کی ہے۔

فصل اوّل

استسقاء کے لئے بغیر نماز کے صرف دعا کرنے کا بیان

پہلی حدیث

1/3163 ۔شریک بن عبداللہ بن ابی نمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے سنے ہیں۔انس بن مالک فرماتے ہیں کہ (بارش نہ ہونے سے لوگ بہت پریشان تھے ایسے موقع پر) جمعہ کے دن ایک صاحب منبر کے سامنے والے دروازے سے مسجد نبوی میں داخل ہوئے اس وقت حضور منبر پر کھڑے خطبہ ارشاد فرمارہے تھے، یہ آنے والے صاحب حضور کے طرف رخ کر کے کھڑے ہوگئے اور عرض کئے یارسول اللہ (بارش نہ آنے سے جو قحط پڑا ہے اس کی وجہ سے) مویشی ہلاک ہوگئے (اور اونٹوں کے مرنے کی وجہ سے) آمد و رفت کے ذرائع کم ہوگئے اس لئے راستے بند پڑے ہیں آپ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہم پر بارش برسائے (یہ سنتے ہی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مبارک ہاتھوں کو اٹھا کر دعا کئے:۔

اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا الٰہی ہم پر بارش برسایئے

اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا الٰہی ہم پر بارش برسایئے

اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا الٰہی ہم پر بارش برسایئے

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں خدا کی قسم (حضور کے دعا فرمانے سے پہلے) بارش کے کوئی آثار ظاہر نہ تھے، نہ تو ابر گھیرا ہوا تھا نہ ابر کے ٹکڑے اِدھر اُدھر پھر رہے تھے بلکہ آسمان بالکل صاف تھا، کوہ سلع تک ہماری نظر پہونچ رہی تھی، ہمارے اور کوہ سلع کے درمیان میں نہ کوئی مکان تھا اور نہ کوئی عمارت، کوہ سلع اور اس کے پیچھے کا

فصل اوّل

استسقاء کے لئے بغیر نماز کے صرف دعا کرنے کا بیان

پہلی حدیث

1/3163 ۔شریک بن عبداللہ بن ابی نمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے سنے ہیں۔انس بن مالک فرماتے ہیں کہ (بارش نہ ہونے سے لوگ بہت پریشان تھے ایسے موقع پر) جمعہ کے دن ایک صاحب منبر کے سامنے والے دروازے سے مسجد نبوی میں داخل ہوئے اس وقت حضور منبر پر کھڑے خطبہ ارشاد فرمارہے تھے، یہ آنے والے صاحب حضور کے طرف رخ کرکے کھڑے ہوگئے اور عرض کئے یارسول اللہ (بارش نہ آنے سے جوقحط پڑا ہے اس کی وجہ سے) مویشی ہلاک ہوگئے (اور اونٹوں کے مرنے کی وجہ سے) آمد ورفت کے ذرائع کم ہوگئے اس لئے راستے بند پڑے ہیں آپ دعا کیجئے کہ اللہ تعالی ہم پر بارش برسائے (یہ سنتے ہی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مبارک ہاتھوں کو اٹھا کر دعا کئے:۔

اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا الٰہی ہم پر بارش برسایئے

اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا الٰہی ہم پر بارش برسایئے

اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا الٰہی ہم پر بارش برسایئے

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں خدا کی قسم (حضور کے دعا فرمانے سے پہلے) بارش کے کوئی آثار ظاہر نہ تھے، نہ تو ابر گھیرا ہوا تھا نہ ابر کے ٹکڑے اِدھر اُدھر پھر رہے تھے بلکہ آسمان بالکل صاف تھا، کوہ سلع تک ہماری نظر پہونچ رہی تھی، ہمارے اور کوہ سلع کے درمیان میں نہ کوئی مکان تھا اور نہ کوئی عمارت، کوہ سلع اور اس کے پیچھے کا

حصہ ہم کو صاف نظر آ رہا تھا اور کہیں ابر کا پتہ نہیں تھا (حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا فرماتے ہیں) کوہ سلع کے پیچھے سے ابر کا چھوٹا ٹکڑا مثل ڈھال کے اٹھا (اور ہم کو دکھائی دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے تمام آسمان پر پھیل گیا اور برسنا شروع کیا اور خوب بارش ہونے لگی اور اتنی بارش ہوتی رہی کہ بخدا ایک ہفتہ تک سورج نظر نہ آیا (اسی طرح پورا ہفتہ گزر گیا اور دوبارہ جمعہ کا دن آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایسے میں ایک صاحب اسی دروازے سے مسجد میں داخل ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کرنے لگے یا رسول اللہ (کثرت بارش سے) مویشی تباہ ہو گئے اور راستے بھی بند ہو گئے۔ آپ اللہ تعالی سے دعا کیجئے کہ اب ہم پر بارش نہ ہو (جہاں ضرورت ہو وہاں بارش ہو) حضرت انس فرمائے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مبارک ہاتھوں کو اٹھائے پھر دعا فرمانے لگے:۔

اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا اَللّٰھُمَّ عَلَی الْاٰکَامِ وَالْجِبَالِ وَالظِّرَابِ وَالْاَوْدِیَۃِ وَ مَنَابِتِ الشَّجَرِ ط

الٰہی ہمارے آس پاس بارش ہو ہم پر نہ ہو۔ الٰہی ٹیلوں پر اور پہاڑوں اور پہاڑیوں پر اور نالوں پر اور جہاں درخت پیدا ہوتے ہیں ان مقامات پر پانی برسایئے۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضرت کا یہ دعا فرمانا ہی تھا کہ ابر پھٹ گیا (بارش ختم ہو گئی) اور جب ہم (مسجد سے واپس ہوئے ہم دھوپ میں چلتے ہوئے واپس ہوئے۔ شریک جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس سے دریافت کیا کہ یہ بعد میں آنے والے صاحب جو بارش کے بند ہونے کی دعا کروائے کیا وہی صاحب تھے جو بارش ہونے کی دعا کروائے تھے تو انس رضی اللہ عنہ فرمائے کہ مجھے اس کا علم نہیں ہے۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

دوسری حدیث

2/3164۔شرجیل بن السمط رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کعب بن مرّہ رضی اللہ عنہ سے کہا کعب! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہم کو کوئی حدیث سنایئے (آج کل لوگ موضوع حدیثیں سنا رہے ہیں) آپ بہت احتیاط سے وہی الفاظ سنایئے جو حضرت سے آپ سنے ہیں، حضرت کعب فرمائے (میں وہی الفاظ سناتا ہوں جو میں نے حضور سے سنے ہیں، ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ بارش رک گئی تھی لوگ بہت پریشان تھے ایسے موقع میں) ایک صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کئے یارسول اللہ بارش نہ ہونے سے لوگ بہت پریشان ہیں) آپ بارش آنے کے لئے اللہ تعالی سے دعا فرمایئے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا کے لئے اپنے دونوں مبارک ہاتھوں کو اٹھائے اور یہ دعا فرمانے لگے۔

اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَيْثاً مُّرِيْئًا مَرِيْعًا طَبَقًا عَاجِلًا غَيْرَ رَائِثٍ نَافِعًا غَيْرَ ضَارٍّ ط

اے اللہ! ہم پر ایسی بارش برسایئے جس سے ہم کو فائدہ ہی فائدہ ہو، کوئی ضرر نہ ہو۔ الٰہی ایسی بارش برسایئے جس سے چوطرف سرسبزی ہی سرسبزی ہوجائے اور ایسی بارش ہو (جو حسب ضرورت ہوتی رہے ایسا نہ ہو کہ ضرورت پر پھر رک جائے) اب دیر نہ کیجئے جلدی سے بارش برسایئے اس سے زیادہ انتظار نہ کروایئے۔

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ (یہ جمعہ کا واقعہ ہے) حضور دعا کرنے کے بعد لوگ ابھی جمعہ کی نماز سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ کثرت سے بارش ہونے لگی (اور دوسرے جمعہ تک بارش ہوتی رہی، پھر لوگ حضور کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے اور کثرت بارش کی شکایت کرنے لگے، عرض کئے حضور (اس کثرت سے بارش ہوئی ہے کہ) مکانات گرنے لگے ہیں پھر حضور دعا کرنے لگے:۔

اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا

الٰہی ہمارے آس پاس (جہاں ضرورت ہو وہاں) بارش ہو (ہم کو اب ضرورت

نہیں رہی ہے اس لئے اب) ہم پر بارش نہ ہو۔

کعبؓ کہتے ہیں کہ حضور یہ دعا فرماتے ہی ہم دیکھ رہے تھے کہ ابر پھٹ گیا ہے اور آبادی کے سیدھے جانب یا بائیں جانب چلا جارہا ہے۔اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

تیسری حدیث

3/3165 ۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایک دفعہ بارش رک گئی تھی اور بارش نہ ہونے سے لوگ بہت پریشان تھے ایسے وقت) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اپنے مبارک ہاتھوں کو اٹھائے ہوئے یہ دعا فرمارہے تھے۔ (مرقات میں ایسے ہی معنی مذکور ہے۔12)

اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُغِيْثًا مَرِيْئًا مَرِيْعًا نَافِعًا غَيْرَ ضَارٍّ عَاجِلًا غَيْرَ آجِلٍ ط

اے اللہ ہم پر ایسی بارش برسایئے جو قحط دور کرنے میں ہمارے امداد کرے اور جس سے ہم کو فائدہ ہی فائدہ ہو کوئی ضرر نہ ہو۔الٰہی ایسی بارش برسایئے جس سے چو طرف سرسبزی ہی سرسبزی ہو جائے ،اب دیر نہ کیجئے جلدی سے بارش برسایئے اس سے زیادہ انتظار نہ کروایئے۔

جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ دعا فرماتے ہی ہم کیا دیکھتے ہیں کہ ابر اٹھا اور ہمارے چوطرف چھا گیا۔اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

استسقاء میں بھی ویسے ہاتھ اٹھانا چاہئے جیسے اور دعاؤں کے وقت ہاتھ اٹھاتے ہیں

4/3166 ۔عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مقام زوراہا کے قریب احجار الزیت ہے اس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھڑے ہوئے استسقاء کی دعا فرماتے ہوئے میں دیکھا ہوں آپ اس طرح دعا فرمارہے تھے کہ

(حسب عادت) آپ کے دونوں دست مبارک سینہ کے مقابل تھے اور دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں حضور کے چہرے کے سامنے تھیں اور ہاتھوں کی پشت زمین کی طرف تھی اور میں نے بہت غور سے دیکھا ہے کہ آپ کے دونوں دست مبارک (دعا کے وقت) سر سے اونچے اٹھے ہوئے نہیں تھے۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے اور ترمذی اور نسائی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

بغیر نماز کے بارش آنے کی ایک اور دعا

5/3167۔ عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے دادا نے فرمایا کہ (بارش جب رک جاتی تھی تو بارش آنے کے لئے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے:۔

اَللّٰهُمَّ اسْقِ عِبَادَكَ وَبَهِيْمَتَكَ وَانْشُرْ رَحْمَتَكَ وَاحْيِ بَلَدَكَ الْمَيِّتَ ط

الٰہی آپ کے بندے اور جانور آپ کی رحمت کے منتظر ہیں اس سے زیادہ ان کو انتظار نہ کرائیے آپ کی رحمت کا صدقہ) ان پر بارش برسائیے (آپ کی رحمت سب پر عام کیجئے جس کا یہ نتیجہ ہو کہ چوطرف سرسبزی ہو جائے (کھیت ہرے بھرے ہو جائیں اور جانوروں کو چارہ ملنے لگے بارش سے) مردہ شہروں کو زندہ کیجئے یعنی چوطرف زمینیں جو خشک ہو گئی ہیں ان پر بارش برسائیے جس سے یہ سرسبز ہو کر لہلہانے لگیں۔

اس کی روایت امام مالک اور ابوداؤد نے کی ہے اور بیہقی اور طبرانی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

دعا استسقاء کے لئے شہر سے باہر جانا اور بغیر نماز کے دعا استسقاء کرنے کا بیان

پہلی حدیث

6/3168۔ عطاء بن ابی مروان اسلمی رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت

کرتے ہیں کہ ان کے والد کہتے ہیں کہ (حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک دفعہ بارش رک گئی تھی لوگ پریشان تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بارش آنے کے لئے دعا کرنے شہر سے باہر نکلے) ہم بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے (مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ بارش آنے کے لئے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ (نماز استسقاء نہیں پڑھے تھے) صرف دعا استغفار پر اکتفا فرماتے تھے۔ اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے اور سعید بن منصور نے بھی اپنی سنن میں جید سند کے ساتھ اسی طرح اس کی روایت کی ہے۔

دوسری حدیث

7/3169۔ ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالی عنہ کا یہ واقعہ صحیح سند سے روایت کیا گیا ہے کہ (آپ کے زمانے میں ایک وقت بارش رک گئی تھی لوگ پریشان تھے) پانی آنے کی دعا کرنے کے لئے آپ مغیرہ بن عبداللہ ثقفی کے ساتھ شہر سے باہر جنگل میں تشریف لے گئے تھے وہاں جا کر مغیرہ بن عبداللہ ثقفی نماز استسقاء پڑھنا شروع کئے جب حضرت ابراہیم نخعی دیکھے کہ مغیرہ نماز استسقاء پڑھنا شروع کئے تو آپ (نماز میں شریک ہوئے بغیر اس وجہ سے) واپس ہوئے (کہ پانی آنے کے لئے صرف دعا اور استغفار سنت ہے، نماز پڑھنا سنت نہیں ہے، جب مغیرہ سنت کے خلاف کئے تو حضرات ابراہیم نخعی سنت کے خلاف کرتے ہوئے نہیں دیکھ سکے اور واپس ہو گئے) اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔

آبادی میں دعاء استغفار ہو تو چادر الٹنا اور قبلہ رو ہونا مسنون نہیں ہے

8/3170۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (بارش رک جانے سے قحط کے آثار ظاہر ہو رہے تھے ایسے وقت) ایک صاحب

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کئے یا رسول اللہ بارش رک جانے سے مال یعنی اونٹ (جیسا کہ تاج العروس میں مذکور ہے کہ عرب میں مال سے مراد بالعموم اونٹ کے لئے جاتے ہیں۔12) (جن پر عرب کی زندگی کا دار ومدار ہے) ہلاک ہورہے ہیں، اہل وعیال (سخت تکلیف میں ہیں (حضور بارش کے لئے دعا فرمائیں) یہ سن کر بارش آنے کے لئے حضور دعا فرمائے۔راوی کہتے ہیں کہ حضرت انس اس حدیث میں (دعاء استسقاء کے وقت) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استقبال قبلہ اور چادر الٹنے کا ذکر نہیں کئے اس سے معلوم ہوا کہ استقبال قبلہ اور چادر الٹنا دعاء استسقاء کے وقت سنت نہیں ہے، اگر یہ دونوں سنت ہوتے تو حضرت انس ان دونوں باتوں کا ضرور ذکر فرماتے۔اسی لئے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چادر الٹنا دعا استسقاء میں سنت نہیں ہے اگرچیکہ بعض حدیثوں میں استسقاء میں چادر الٹنے کا ذکر ہے، اگر چادر الٹنا سنت ہوتا تو سب حدیثوں میں اس کا ذکر آتا، بعض حدیثوں میں چادر الٹنے کا ذکر ہونا اور بعض میں نہ ہونا استسقاء میں چادر الٹنے کے سنت ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔اب رہا استقبال قبلہ یعنی دعاء استسقاء کے وقت قبلہ رو ہونا تو اس بارے میں عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ اگر دعاء استسقاء آبادی میں ہورہی ہو تو استقبال قبلہ اور چادر الٹنا دونوں دعاء استسقاء کے وقت متفقہ طور پر ثابت نہیں ہیں، اگر صحرا میں آبادی کے باہر دعاء استسقاء ہورہی ہو تو چادر الٹنا اور استقبال قبلہ صاحبین (جیسا کہ ردالمحتار میں مذکور ہے۔12) کے پاس سنت ہے۔مقتدی طویل رواء نہ کریں صرف قبلہ رو ہوکر بیٹھیں اور دعا کے وقت آمین کہتے رہیں۔اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے صحرا میں دعاء استسقاء کرتے وقت قبلہ رو ہونے کے متعلق باوجود تحقیق کے کوئی روایت نہیں ملی) اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

دعاء استسقاء کے وقت چادر الٹنے کی کیفیت

9/3171۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ایک وقت بارش نہ آنے کے لئے دعاء استسقاء فرمائے تھے) اور دعا استسقاء کے وقت اپنی چادر مبارک اس طرح الٹے تھے (کہ اپنے دونوں ہاتھ پیٹھ کی طرف لے جاکر چادر مبارک جو پشت پر لٹکی ہوئی تھی بائیں ہاتھ سے چادر کے نیچے کے سیدھے کنارے کو پکڑے اور سیدھے ہاتھ سے چادر کے نیچے کے بائیں کنارے کو پکڑے اور چادر کے اوپر کے کناروں کو پیٹھ کی طرف سے ہی نیچے گراکر نیچے کے کناروں کو اوپر لائے جس سے چادر کا ہر جز الٹ گیا۔ اندر کا حصّہ باہر آگیا اور باہر کا حصّہ اندر چلا گیا۔ سیدھے طرف کا حصّہ بائیں طرف آگیا اور بائیں طرف کا حصّہ سیدھے طرف آگیا۔ اور نچلا حصّہ اوپر آگیا اور اوپر کا حصّہ نیچے آگیا۔ یہ سارا عمل ایک ہی حرکت میں ادا کیا گیا (اس سے عملی طور پر یہ بتانا مقصود تھا کہ الٰہی ہماری حالت میں قحط کی وجہ سے بہت بڑا انقلاب آگیا ہے جیسے میں چادر کے ہر جز کو الٹا ہوں ویسے ہی ہماری ہر حالت میں انقلاب پیدا کر کے قحط سالی دور فرمایئے۔ خوشحالی پیدا کر دیجئے) اس حدیث کی چادر الٹنے کی وجہ یہ بتلائی گئی ہے کہ جس طرح چادر کا ہر جز الٹا گیا ہے اسی طرح موجودہ حالت میں انقلاب ہو کر بجائے قحط کے خوشحالی آجائے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چادر الٹنا دعاء استسقاء کے وقت سنت اور عبادت نہیں ہے بلکہ یہ عرض کرنا ہے کہ الٰہی ہماری حالت میں انقلاب پیدا کر کے خوشحالی لایئے، اس سے محض فال نیک لینا مقصود تھا نہ کہ حضور کا چادر الٹنے کو سنت اور عبادت بنانے کا ارادہ تھا۔ اس لئے ہر حدیث میں دعاء استسقاء کے وقت چادر الٹنے کا ذکر نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ دعا استسقاء کے وقت چادر الٹنے کو سنت ہونا نہیں فرمائے ہیں۔ اس حدیث کی روایت حاکم نے مستدرک میں کی ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند بخاری اور مسلم کی شرط کے موافق ہے اور صحیح ہے، اگر چیکہ انہوں نے اپنی اپنی کتابوں میں اس حدیث کی

روایت نہیں کی ہے۔

استسقاء کے لئے صرف دعا ہے

10/3172 ۔ ھشام بن اسحاق بن عبداللہ بن کنانہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد اسحاق بن عبداللہ کہتے ہیں کہ انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا (لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز استسقاء بھی پڑھائے ہیں) اب آپ بیان فرمایئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز استسقاء کیسی تھی، تو حضرت ابن عباس فرمائے (سنو ایک مرتبہ بارش رک گئی تھی قحط سالی کے آثار ظاہر ہورہے تھے تو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (دعا کے لئے) نکلے اور عیدگاہ کی طرف چلے (اس وقت آپ کی جو حالت تھی کیا کہوں بجائے زینت کے کپڑوں کے عجز وانکساری ظاہر کرنے کے لئے) بہت معمولی پرانے کپڑے پہنے ہوئے تواضع کے ساتھ گڑگڑاتے ہوئے (عیدگاہ میں تشریف لائے آتے ہی) منبر پر بیٹھ گئے ۔تمہارے خطبہ کی طرح وہ خطبہ نہیں تھا بلکہ دعا تھی جو آپ نے اس وقت فرمائی (اگر خطبہ ہوتا تو کھڑے ہوکر خطبہ دیتے اس لئے کہ بیٹھ کر خطبہ دینے کی عادت شریفہ نہیں تھی بلکہ یہ دعا تھی جو آپ اس وقت بہت گڑگڑاتے ہوئے آہ وزاری کے ساتھ کررہے تھے اور اللہ اکبر فرماتے جارہے تھے اس کے بعد آپ دو رکعت نماز عیدین کی نماز کی طرح ادا فرمائے (یہاں نماز عید سے تشبیہ صرف دو رکعت نماز پڑھنے میں ہے۔ تکبیرات عیدین کہنے میں نہیں ہے۔ اس لئے طبرانی کی روایت میں آیا ہے صلاۃ استسقاء میں صلاۃ عید کی طرح زائد تکبیرات نہیں کہے گئے۔ اب رہی یہ نماز تو یہ استسقاء نہیں تھی۔ اگر نماز استسقاء ہوتی تو پہلے نماز استسقاء پڑھی جاتی اور بعد خطبہ یا دعا کی جاتی، جیسا کہ صاحبین اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم سے ایسا ہی مروی ہے۔ اس حدیث میں پہلے دعا کی گئی ہے اور بعد نماز پڑھی گئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی دعا مقبول ہوگئی۔ دوسرے حدیثوں

سے معلوم ہوا کہ دعا کے ساتھ ہی ابر اٹھا اور آثار بارش کے شروع ہوگئے تھے۔ اس کا شکریہ آپ دورکعت پڑھ کرادا فرمائے، اسی لئے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ استسقاء کے لئے صرف دعا ہے نماز اور خطبہ نہیں ہے۔ اس حدیث کی روایت نسائی، ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

دعا استسقاء کے وقت ہاتھ اٹھانے کی کیفیت

پہلی حدیث

11/3173 ۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (یوں تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارک یہ تھی کہ دعا کے وقت سینہ کے مقابل اپنے دونوں ہاتھوں کو رکھتے تھے کبھی یہ نہیں دیکھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں ہاتھوں کو لانبے کرکے سینے سے اوپر اور چہرے کے سامنے اس طرح اٹھائے ہوں کہ جس سے بغلوں کی سفیدی نظر آئے مگر، استسقاء کی دعاء کے وقت (نہایت الحاح وزاری کرتے ہوئے) ہاتھوں کو سینوں سے اونچا کرکے چہرہ کے مقابل ایسا پھیلائے تھے کہ مبارک بغلوں کی سفیدی نظر آتی تھی) (اور اس وقت چادر مبارک کاندھوں سے ہٹی ہوئی تھی اسی واسطے حضرت عمیر رضی اللہ عنہ اپنی حدیث نمبر 25 میں بیان کرتے ہیں کہ حضور کے ہاتھوں کو کسی دعا کے وقت سے سر سے اونچا کرتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔ صدر کی یہ حدیث جو حضرت انس سے مروی ہے اس میں بھی یہی بتلایا گیا ہے کہ ہاتھ دعاء کے وقت سر سے اونچے نہیں ہوتے تھے بلکہ ہاتھوں کو لانبے کرکے چہرے کے مقابل لاکر پھیلا لیتے تھے جس سے بغلوں کی سفیدی نظر آتی تھی) اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

دوسری حدیث

12/3174 ۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ (جیسا کہ طحطاوی میں اور عالمگیری کے کتاب الکراھۃ میں مذکور ہے۔12) (جب کسی نعمت کے حاصل ہونے کے لئے دعاء فرماتے تو ہتھیلیوں کو آسمان کی طرف کرتے اور ہاتھوں کی پیٹھ زمین کی طرف ہوتی تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ قاعدہ ہے کہ مانگنے والا اپنے ہاتھ کو پھیلاتا ہے اور دینے والا اس کے ہاتھ میں جو دینا ہے ڈال دیتا ہے۔ اس طرح کی دعا میں ہاتھ پھیلا کر ہتھیلیاں آسمان کی طرف کر کے یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ الٰہی ہم فقیر محتاج ہیں اور آپ غنی ہیں آپ کے سامنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہیں۔ ہماری نعمتِ مطلوبہ کو عطا فرمائیے۔ عموماً دعا میں ایسا ہی کیا کرتے تھے اور جب کسی بلا کے دفع ہونے مثلاً قحط دور ہونے کے لئے دعا فرماتے تو ہاتھوں کی پشت آسمان کی طرف ہوتی تھی اور ہتھیلیاں زمین کی طرف (اس سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ جس طرح کسی موذی چیز سے بچاؤ کرنے کے لئے ہاتھوں کی پشت اپنی طرف کر لیتے ہیں۔ ایسے ہی دعا استسقاء میں ہاتھوں کی پشت کو اپنی طرف کر کے یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ الٰہی ہم پر بھی یہ بلا اور قحط موذی ہو کر نازل ہوئے ہیں ہم کو اس سے بچائیے) اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

فصلِ ثانی

پچھلی فصل میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب بیان کیا گیا اور آپ کے مذہب کی تائید میں جو احادیث آئی تھیں ان کا بھی ذکر کیا گیا اور اس فصل ثانی میں صاحبین کا مذہب بیان کیا جاتا ہے صاحبین کے نزدیک استسقاء کے لئے نماز پڑھنا مسنون ہے عید کی نماز کی طرح بلا اذان واقامت شروع دن میں نماز استسقاء بھی دو رکعت بغیر تکبیرات زوائد کے جہری قرأت سے عیدگاہ یا صحراء میں آبادی سے باہر جماعت کے ساتھ ادا کی جائے اور مثل نماز عید کے نماز کے بعد دو خطبہ پڑھے جائیں، پھر امام قبلہ رو

ہوکر کھڑا ہو جائے اور دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالی سے پانی برسنے کی دعا کرے اور حاضرین آمین کہتے جائیں اور صرف امام اثناء دعا میں اپنی چادر کو مذکورالصدر طریقہ کے مطابق الٹ لے مقتدیوں کو چادر الٹنا نہیں چاہئے۔ یہ عمل متواتر تین روز تک کرتے رہیں یہ صاحبین کا مذہب ہے اور فتوی حنفی مذہب میں صاحبین کے قول پر ہی ہے۔ استسقاء کے لئے جب صحراء کی طرف جائیں تو تمام مسلمان مل کر مع اپنے لڑکوں، بوڑھوں اور جانوروں کے پیدل خشوع اور عاجزی کے ساتھ معمولی لباس میں نکلیں، توبہ کی تجدید کریں۔ اہل حقوق کے حقوق ادا کریں، گناہوں کو یاد کرکے نادم اور شرمندہ رہیں۔ جانے سے پہلے خیرات کریں اور نکلنے سے پہلے تین دن روزہ رکھیں اور چوتھے روز نماز استسقاء کے لئے جنگل کی طرف نکلیں (صدریہ، ردالمحتار، اشعۃ اللمعات، کوکب دری) اور اس فصل ثانی میں جو احادیث آئیں گی وہ صاحبین کے مذہب کے تائید میں ہی ہیں۔

نماز استسقاء کی کیفیت

پہلی حدیث

13/3175۔ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (بارش رک جانے کی وجہ سے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارش آنے کی دعا کرنے کے لئے صحابہ کرام کو لے کر عیدگاہ تشریف لے گئے (وہاں پہونچ کر) حضور دو رکعت نماز پڑھائے اور دونوں رکعتوں میں جہری قرأت فرمائے (نماز کے بعد) قبلہ کی طرف رخ کرکے اپنی چادر مبارک کو (ایک ہی حرکت میں اس طرح) الٹے (جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے) پھر دعاء کے لئے دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دعاء فرمائے۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

دوسری حدیث

14/3176۔ عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ عباد بن تمیم

رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عباد بن تمیم کے چچا (عبداللہ بن زیدؓ) فرماتے ہیں کہ (ایک دفعہ بارش رک جانے کی وجہ سے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارش آنے کی دعا کرنے کے لئے عیدگاہ تشریف لے گئے (وہاں پہونچکر حضور قبلہ رو ہوکر دو رکعت نماز پڑھائے اور (نماز کے بعد) مذکورالصدر طریقہ پر) چادر مبارک الٹ کر اوڑھ لئے (اور دعا فرمائے) اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

تیسری حدیث

15/3177 ۔ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ (ایک مرتبہ) لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر بارش رک جانے کی شکایت کی (اور اپنی پریشانی کا اظہار کئے) تو آپ نے عیدگاہ میں منبر رکھنے کا حکم فرمایا اور حسب الحکم منبر رکھ دیا گیا (یہ ایک وقت کا واقعہ ہے جو مثل منسوخ کے ہوگیا۔ پھر کبھی عیدگاہ میں عید کے خطبہ کے لئے یا استسقاء کے خطبہ کے لئے منبر نہیں رکھا گیا اسی وجہ سے جب مروان عید کے خطبہ کے لئے عیدگاہ میں منبر بنایا تو حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ مروان کی سخت مخالفت کئے (راوی کہتے ہیں کہ) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن مقرر فرمائے اور سب کو اس دن عیدگاہ میں حاضر ہونے کا حکم ہوا۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ (جب وہ مقررہ دن آیا) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آفتاب نکل رہا تھا کہ عیدگاہ تشریف لائے اور منبر پر بیٹھ گئے اور اللہ اکبر فرماکر اللہ تعالی کی حمد وثنا بیان فرمائے اس کے بعد ارشاد ہوا۔ لوگو! تم نے قحط سالی اور بارش بروقت نہ ہونے کی شکایت کی تھی (تم کو یاد نہیں کہ) اللہ تعالی جب ضرورت ہو تو دعا کرنے کا حکم دئے ہیں اور تمہاری دعا قبول کرنے کا وعدہ فرمائے ہیں (تو تم سب خدا کی طرف متوجہ ہوکر بہت عاجزی اور زاری سے بارش آنے کی گڑگڑا کر دعا کرو، وہ کریم ہیں تمہاری دعا قبول فرمائیں گے) پھر حضور اللہ تعالی سے

عرض کرنے لگے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ o

اے اللہ ہر حال میں سب تعریف آپ ہی کے لئے ہے آپ سارے عالم کے پرورش فرمانے والے ہیں (آپ ہمارے لئے بارش کو پرورش کا ذریعہ بنایئے اور بارش برسایئے)

اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o

(آپ کی شان کیا کہوں) آپ کی رحمت عام ہے اور آپ اپنی مخلوق پر ہمیشہ مہربان ہیں (آپ اپنی رحمت کے صدقے میں ہم پر مہربانی فرمایئے اور بارش برسائے)

مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ o

آپ یوم حساب کے مالک ہیں (سب کے گناہ معاف کرنے والے ہیں ہمارے گناہوں کی شامت سے بارش رک گئی ہے ہمارے گناہ معاف کیجئے ہم پر بارش برسایئے)۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ o

آپ کے سوا ہمارا کوئی معبود نہیں، آپ ہی ہمارے معبود ہیں (آپ ہی ہمارے پالنے والے ہیں، آپ سے نہ مانگیں تو پھر کس سے مانگیں، اس لئے آپ کے سامنے گڑگڑا کر ہم بارش آنے کی دعا کر رہے ہیں) آپ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں (آپ کو کوئی روکنے والا نہیں، آپ بارش برسانا چاہیں تو کوئی آپ کو روک نہیں سکتا۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْغَنِيُّ وَ نَحْنُ الْفُقَرَاءُ ط

اس لئے ہم پر بارش برسایئے اور ہم کو قحط سے نجات دلایئے۔

اے اللہ آپ ہی اللہ ہیں آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، آپ غنی ہیں ہم محتاج ہیں (اس لئے آپ کے سامنے ہاتھ پھیلائے ہوئے بارش کی دعا کر رہے ہیں)

اَنْزِلْ عَلَيْنَا الْغَيْثَ وَاجْعَلْ مَا اَنْزَلْتَ لَنَا قُوَّةً وَ بَلَاغًا اِلٰى حِيْنٍ O

اے اللہ (اب دیر نہ کیجئے) بارش برسایئے (مگر ایسی بارش نہ ہو کہ وہ ہمارے لئے باعثِ ضرر ہو، بلکہ وہ بارش ایسی برسایئے جو ہمارے لئے رزق کا ذریعہ بنے) اور ہم کو ہماری مقررہ مدت حیات تک نفع پہونچاتی رہے۔

پھر (اس کے بعد حضور بحد الحاح وزاری کرتے ہوئے) اپنے ہاتھوں کو اپنے چہرہ کے مقابل اتنے لانبے کئے کہ جس سے آپ کے مبارک بغلوں کی سفیدی نظر آرہی تھی۔ پھر لوگوں کی طرف پیٹھ پلٹائے اور قبلہ رو ہوکر اپنی چادر مبارک (مذکور الصدر طریقہ پر) الٹ کر اوڑھ لئے اور اس وقت بھی اپنے ہاتھوں کو ایسے ہی اٹھائے ہوئے تھے، آپ قبلہ رو تھے، پھر لوگوں کی طرف رخ کرکے منبر سے نیچے اتر آئے اور دو رکعت نماز پڑھائے (اس حدیث میں نماز کے پہلے جو دعا کی گئی ہے وہ بیٹھے ہوئے دعا کی گئی ہے تو وہ خطبہ نہیں تھا۔ بلکہ صرف دعاء تھی اور یہاں نماز سے پہلے دعا ہوئی ہے۔ حضور کے استسقاء میں مختلف طریقے رہے ہیں۔ کبھی دعا اور خطبہ پہلے اور نماز استسقاء بعد ہوئی ہے اور کبھی نماز استسقاء پہلے اور خطبہ و دعا بعد ہوئے ہیں مگر دعا اور خطبہ نماز کے بعد ہونا اور نماز سے پہلے ہونا یہ حضور کا آخری عمل ہے۔ اس لئے صاحبین فرماتے ہیں کہ استسقاء میں پہلے نماز ہونا چاہئے اور خطبہ و دعا بعد میں) راوی کہتے ہیں کہ اتنے میں اللہ تعالی نے ایک ابر بھیجا جو گرجتا اور چمکتا ہوا آیا اور اللہ کے حکم سے برسنے لگا۔ حضور عیدگاہ سے مسجد نبوی تشریف لانے نہ پائے تھے کہ نالے بہہ نکلے حضور لوگوں کو دیکھے کہ لوگ بارش سے بچنے کے لئے سایہ کی طرف بھاگے آرہے ہیں یہ دیکھ کر آپ اتنا ہنس پڑے کہ آپ کے دندان مبارک نظر آنے لگے (دعا جلدی قبول ہونے اور بارش کے آنے کو دیکھ کر) حضور فرمانے لگے الٰہی! بیشک آپ ایسی ہی قدرت والے ہیں (بہت جلدی سے ہماری دعا قبول فرماکر بارش بھیج کر ہم کو قحط سالی سے بچائے ہیں) اور یہ بھی میں کہتا ہوں کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں (اسی لئے اللہ تعالی میری دعا جلد قبول فرمائے) اس

حدیث کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

تحویل رداء کا طریقہ

16/3178۔ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (بارش رک جانے سے بارش آنے کی دعا کرنے کے لئے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ایک دفعہ) عیدگاہ تشریف لے گئے وہاں جاکر جب بارش آنے کے لئے دعا کرنے کا ارادہ فرمائے تو اس وقت اپنی چادر مبارک کو (اس طرح الٹے) کہ اپنے دونوں ہاتھ پیٹھ کی طرف لے جاکر چادر مبارک جو پشت پر لٹکی ہوئی تھی بائیں ہاتھ سے چادر کے نیچے سے سیدھے کنارے کو پکڑے، سیدھے ہاتھ سے چادر کے نیچے کے بائیں کنارے کو پکڑے اور چادر کے اوپر کے کناروں کو پیٹھ کے طرف سے ہی نیچے گرا کر نیچے کے کناروں کو اوپر لائے، جس سے چادر کا ہر جز الٹ گیا اندر کا حصہ باہر آ گیا اور باہر کا حصہ اندر چلا گیا، سیدھے طرف کا حصہ بائیں طرف آ گیا اور بائیں طرف کا حصہ سیدھے طرف آ گیا، نچلا حصہ اوپر آ گیا اور اوپر کا حصہ نیچے آ گیا، یہ سارا عمل ایک ہی حرکت میں ادا کیا گیا اس کے بعد اللہ تعالی سے بارش آنے کی دعا فرمائے۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

تحویل رداء کا دوسرا طریقہ

17/3179۔ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایک دفعہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مربّع یعنی چوکونی سیاہ حاشیہ دار چادر اوڑھے ہوئے بارش آنے کے لئے دعا فرما رہے تھے (اثناء دعا میں) آپ نے قصد فرمایا کہ (مذکورالصدر طریقے کے موافق) چادر کو الٹ کر نیچے کے کنارہ کو اوپر لائیں مگر جب آپ کو اس میں کچھ دشواری معلوم ہوئی (اور ایسا نہ الٹ سکے تو صرف) چادر کے اس کنارے کو جو سیدھے کندھے پر تھا پشت کی طرف سے ہی پلٹا کر بائیں کندھے پر

لائے اور چادر کا جو کنارہ بائیں کندھے پر تھا اس کو بھی اسی طرح پلٹا کر سیدھے کندھے پر لالئے (اس سے معلوم ہوا کہ دعا استسقاء کے وقت چادر کے الٹنے کا یہ بھی ایک طریقہ ہے)۔ اس حدیث کی روایت امام احمد اور ابوداؤد نے کی ہے۔

فصل ثالث

(اس فصل میں استسقاء کے متفرق مسائل کا بیان ہے)

استسقاء کے لئے نکلنے کی حالت

18/3180 ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایک دفعہ بارش رک گئی تھی) بارش آنے کی دعا کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (عیدگاہ کی طرف) چلے کیا کہوں اس وقت آپ کی کیا حالت تھی (عجز وانکساری ظاہر کرنے کے لئے) معمولی پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے، ظاہری حالت آپ کی ایسی تھی کہ جس سے آپ کا احتیاج ظاہر ہو رہا تھا اور باطن میں دل کی بھی وہی خشوع وخضوع کی حالت تھی کہ اور زبان مبارک سے گڑگڑاتے ہوئے اللہ تعالی کے مبارک نام کو لے رہے تھے۔ اس کی روایت ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

استسقاء کا ایک واقعہ

19/3181 ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام (کے زمانہ میں ایک مرتبہ بارش رک گئی تھی تو حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام) لوگوں کو لے کر بارش آنے کی دعا کرنے کے لئے جنگل کی طرف نکلے (اثنائے راہ میں) ایک چیونٹی پر آپ کی نظر پڑی، آپ دیکھے کہ وہ اپنے سامنے کے دونوں ہاتھوں کو آسمان

کی طرف اٹھائے ہوئے (بارش آنے کے لئے) دعا کر رہی ہے اور کہہ رہی ہے الٰہی! آپ کے تمام مخلوقات میں سے ہم بھی ایک مخلوق ہیں (بنی آدم کے گناہوں کی وجہ سے آپ بارش کو روک دئے ہیں۔ اس وجہ سے ہم بھی ہلاک ہو رہے ہیں، ہمارے لئے بارش بھیج دیجئے اور بنی آدم کے گناہوں کی وجہ سے ہم کو ہلاک مت کیجئے) تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے لوگوں سے فرمایا واپس چلو، تمہارے لئے بھی اس چیونٹی کی وجہ سے بارش آنے کی دعا قبول ہوگئی ہے۔ اس کی روایت دارقطنی نے کی ہے۔

استسقاء میں بارش آنے کے بعد کی دعا

20/3182۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارش رکنے کی وجہ سے صحرا میں جا کر بارش آنے کی دعا فرماتے تھے اور جب دیکھتے تھے کہ دعا قبول ہوگئی ہے اور بارش آ رہی ہے تو فرماتے تھے:۔

اَللّٰهُمَّ صَيِّبًا نَافِعًا

الٰہی (آپ کا کیا شکر ادا کریں آپ ہماری دعا قبول کئے اور بارش برسا رہے ہیں) تو یہ بارش ہمارے لئے ضرر کا ذریعہ نہ بنے بلکہ اس بارش سے ہم کو نفع ہی نفع پہنچے۔

اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

بارش کے پانی کی فضیلت اور اس کے برکات

21/3183۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے بارش ہونے لگی، میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضور سر مبارک اور پشت مبارک پر سے کپڑا ہٹادئے ہیں اور بارش کو اپنے جسم مبارک پر لینے لگے ہیں، ہم عرض کئے حضور آپ اس طرح جسم مبارک سے کپڑا ہٹا کر بارش کیوں اپنے اوپر لئے؟ حضور ارشاد فرمائے (کہ بارش عالم قدس سے عالم کثیف پر ہو رہی تھی، عالم قدس پر اللہ تعالیٰ کی خاص تجلیات ہوتی رہتی ہیں، یہ بارش عالم قدس سے جب نکلی تو

اللہ تعالی کے خیر و برکات بھی لیتے ہوئے نکلی جب یہ زمین پر گرتی ہے تو گنہگاروں کی وجہ سے وہ خیر و برکات ختم ہو جاتے ہیں، زمین پر گرنے سے پہلے عالم قدس سے آنے والی بارش کو) اپنے جسم پر اس لئے لے رہا ہوں کہ اس سے عالم قدس کے خیر و برکات مجھ کو حاصل ہو جائیں۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

فصلِ رابع

(اس زائد فصل میں استسقاء کے وقت توسل کرنے کا بیان ہے)

استسقاء کے وقت وسیلہ لینے کا بیان

پہلی حدیث

22/3184۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کے عہد میں جب قحط پڑ جاتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے توسل سے بارش آنے کی (اس طرح دعا کرتے کہ الہی پہلے تو ہم آپ سے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے توسل سے بارش آنے کی دعا کرتے تو آپ ہم پر بارش برساتے تھے (اب بھی آپ کے نبی کے توسل سے دعا کرتے مگر چونکہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ آپ کے نبی کے چچا ہم میں موجود ہیں، ہمارے دلوں میں ان کی عظمت ہے اس وجہ سے) اب ہم حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے توسل سے بارش آنے کی آپ سے دعا کرتے ہیں۔ آپ ہم پر بارش برسائیے، راوی کہتے ہیں کہ (حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے توسل سے دعا کرتے ہی ابر اٹھتا تھا اور بارش برسائی جاتی تھی) اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔

ف: اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے توسل لینا مذکور ہے، اس سے معلوم ہوا کہ توسل لینا جائز ہے اور ثابت ہے۔ اب رہی یہ بات جیسا کہ بعض لوگوں کو شبہ ہوا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے توسل نہ کر کے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے توسل کئے اس سے معلوم ہوا کہ زندوں سے توسل کرنا جائز ہے اور جو حضرات دنیا سے چلے گئے ہیں ان سے توسل کرنا جائز نہیں۔ اگر جائز ہوتا تو حضرت عمر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا توسل لیتے۔ جن لوگوں کو یہ شبہ ہوا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ تحقیق نہیں کئے ہیں تحقیق کرتے تو ان کو معلوم ہوتا کہ اور حدیثوں میں دنیا سے گئے ہوئے حضرات سے توسل لینا مذکور ہے۔ اس لئے ذیل میں وہ احادیث بیان کئے جاتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا سے گئے ہوئے حضرات سے ہر معاملہ میں عام طور پر توسل لینا اور بارش کے لئے بھی توسل لینا ثابت ہے اور جائز ہے۔

(1) عن مالک الدار رضی اللہ عنہ و کان خازن عمر رضی اللہ عنہ قال اصاب الناس قحط فی زمان عمر بن الخطاب فجاء رجل (اعنی بلال بن الحادث رضی اللہ عنہ کما فی دوایة آخری للبیهقی و ابن ابی شیبة) الی قبر النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فقال یا رسول اللہ استسق لامتک فانهم قدھلکوا افاتاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فی المنام فقال أیت عمر فاقرئه السلام و اخبرہ انهم یسقون وقل له علیک الکیس الکیس فاتی الرجل عمر فاخبرہ فبکی عمر قال یا رب ما آلوالا ماعجزت عنه دوام البیهقی وابن ابی شبیة بسند صحیح و ذکرہ ابن تیمیة فی فتاراہ و فی اقتفاء الصراط المستقیم و صحیحه ولم ینکر علیه ط

23/3185 ۔ مالک دار رضی اللہ عنہ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خازن تھے کہتے ہیں کہ مدینہ شریف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں قحط پڑا تو ایک صاحب (جو صحابی تھے اور) جن کا نام بلال بن حارث رضی اللہ عنہ ہے حضور صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف کے پاس آئے اور عرض کئے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے لئے بارش آنے کی دعا کیجئے وہ ہلاک ہوئے جاتے ہیں تب ان صاحب کے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمائے کہ عمر (رضی اللہ عنہ) کے پاس جاؤ اور سلام کہو اور یہ خوشخبری پہونچاؤ کہ پانی برسے گا، لوگ سیراب ہوں گے اور عمر (رضی اللہ عنہ) سے یہ کہو جیسے تم اب تک ہوشیاری اور دانائی سے سلطنت کر رہے ہو، ایسا ہی ہمیشہ ہوشیاری اور دانائی سے سلطنت کرتے رہو۔ وہ صاحب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور خواب کا واقعہ بیان کئے (یہ سن کر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ زار زار رونے لگے اور دعا کرنے لگے الٰہی جب تک میں عاجز و مجبور نہ ہو جاؤں حضور کے (دانائی سے سلطنت کرنے کے) حکم کی تعمیل میں کبھی کوتاہی نہ کروں گا۔ اس کی روایت بیہقی اور ابن ابی شیبہ نے صحیح سند کے ساتھ کی ہے اور ابن تیمیہ نے بھی اپنے فتاوی اور اقتضاء الصراط المستقیم میں اس حدیث کا ذکر کیا ہے اور اس کے صحیح ہونے کا اقرار کیا ہے اور اس پر انکار نہیں کیا۔

ف: اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ توسل، استغاثہ اور عرض مدعا کے لئے صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مزار اقدس پر حاضر ہوا کرتے تھے، اس لئے دنیا سے گئے ہوئے حضرات سے توسل جائز ہے۔

اس حدیث شریف میں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جن کی شان تھی "اشدھم فی امر اللہ عمر" "احکام خداوندی کی تعمیل کرنے اور کرانے میں حضرت عمر بہت سخت ہیں" حضور کی مزار شریف پر جانا اور توسل لینا اور حضور سے دعا کرنا ممنوع اور شرک اور ناجائز ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جیسے جو احکام کی پابندی کرنے اور کرانے میں سخت تھے اس کو وہ کب جائز رکھتے توسل لینے کے لئے مزار اقدس پر جانے والے صاحب کو باز پرس کرتے اور سخت سزا دیتے۔ بجائے اس کے ان کے حکم لانے کو مان لئے۔ اپنے کو حضور کے حکم کے قابل نہ سمجھ کر رونے لگے، اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کا مزار شریف پر جانا اور جانے والوں پر انکار نہ کرنا ثابت ہے۔

دوسری حدیث

(2) عن ابی الجوزاء اوس بن عبدالله رضی الله عنه انه قال قحط اهل المدينة قحطاً شديد افشكوا الى ام المومنين عائشه رضی الله عنها فقالت النظر واقبر النبی صلی الله علیه وآله وسلم ناجعلوا منه كوى ابى اسماء حتىٰ لايكون بينهٗ و بين السماء سقف فعفلو امطرو امطرا حتّٰى انبت العشب و سمنت الاهل حتى تفتقت من الشحم فسمى عام الفتق رواه ابن الجوزى سنده فى الباب التاسع والثلاثين فى الاستسقاء بقبره صلى الله عليه وسلم" من كتابه صفة الصفوة و رواه ايضا الامام تاج الدين السبكى فى شفاء السقام ط

24/3186۔ ابوالجوزاوس بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) مدینہ شریف میں بہت بڑا قحط پڑا، جس کی شکایت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں پیش ہوئی۔ حضرت صدیقہ نے حکم فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزار اقدس اور آسمان کے درمیان ایک روزن کردو کہ چھت حائل نہ ہو۔ چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حکم کی تعمیل کئے اور قبر شریف کے عین اوپر چھت میں ایک روزن کردئے (جہاں سے آسمان نظر آتا تھا، ایسا کرتے ہی) خوب بارش ہوئی۔ کثرت سے گھاس اُگی اور اونٹ ایسے موٹے تازے ہوئے کہ چربی سے لدگئے اور چربی کی وجہ سے پھٹے پڑتے تھے، اسی واسطے اس سال کا نام عام الفتق رکھا گیا۔ اس کی روایت علامہ ابن جوزی اپنی کتاب صفۃ الصفوۃ کے باب (39) فی الاستسقاء بقبرہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنی سند سے کی ہے اور امام تاج الدین سبکی نے بھی اس کی روایت شفاء السقام میں کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا بارش آنے کے لئے قبر شریف

کے محاذی چھت میں روزن کھول کر یہ ظاہر فرمائے کہ الٰہی یہ آپ کے نبی کی قبر شریف ہے ہم آپ کے نبی کے قبر شریف کا اور آپ کے نبی کا توسل لے کر آپ سے بارش آنے کی دعا کرتے ہیں ہم پر بارش برسایئے، یہ توسل لیتے ہی کثرت سے بارش ہوئی۔ اگر توسل جائز نہ ہوتا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کبھی اس طرح کا توسل کر کے توسل نہ لیتیں اور صحابہ کرام بھی آپ کے حکم کی تعمیل نہ کرتے۔ صحابہ کرام کا زمانہ ایسا زمانہ تھا کہ یہ حضرات کسی خلاف سنت کام کو دیکھ کر برداشت نہیں کرتے تھے۔ (اگر امّ المومنین کا بتلایا ہوا یہ عمل ناجائز ہوتا تو صحابہؓ کرام اس سے ضرور اختلاف کرتے، صحابہ کرام کے خاموش رہنے اور انکار نہ کرنے سے معلوم ہوا کہ توسل جائز ہے اور اگر اس طرح کا توسل جائز نہ ہوتا تو غضب نازل ہوتا نہ کہ رحمت الٰہی۔ رحمت الٰہی اس توسل سے جوش میں آئی اور بارش ہونے لگی، اس سے معلوم ہوا کہ توسل جائز ہے اور صحابہ کرام بھی دنیا سے گئے ہوئے حضرات سے توسل لئے ہیں۔

یہ ان مذکورہ احادیث کے سوا اور بھی احادیث ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ استسقاء کی دعا کے وقت دنیا سے گئے ہوئے حضرات کا توسل لینا جائز ہے اب وہ احادیث بیان کئے جاتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر استسقاء کے بھی توسل لینا جائز ہے۔ وہ احادیث یہ ہیں۔

حاجت میں وسیلہ لینے کا بیان

پہلی حدیث

عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ایک صاحب کو کچھ ضرورت تھی وہ پوری نہیں ہو رہی تھی وہ صاحب عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہنے لگے کہ مجھے ایک ضرورت ہے جس کو حضرت عثمان بن عفان سے کہنا چاہتا ہوں مجھے بتایئے کہ میں کیا کروں، جس سے امیرالمومنین حضرت عثمان بن عفان میری ضرورت پوری کر دیں تو عثمان بن حنیف فرمائے کہ میں تم کو ایک ایسی دعا بتاتا ہوں جس دعا کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک نابینا کو بتائے تھے اس دعا کو پڑھنے سے ان کی بینائی واپس آ گئی تھی تم بھی وہ

دعا پڑھکر دعا کرو کہ حضرت امیرالمومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تمہاری ضرورت پوری کردیں وہ دعا یہ ہے:۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ وَ اَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّہُ بِکَ اِلٰی رَبِّکَ لِتَقْضِیَ حَاجَتِیْ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ ط

الٰہی! میں آپ سے مانگتا ہوں اور آپ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا توسل لے کر آپ سے دعا کرتا ہوں، وہ نبی اُمّی نبی رحمت ہیں۔ ان کے توسل سے آپ مجھ پر رحمت نازل کیجئے اور میرے مقصد کو پورا کیجئے یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کو اپنی حاجت پوری ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کرتا ہوں اے میرے نبی آپ میری شفاعت کر کے اللہ تعالیٰ سے میرا مقصد دلایئے، اے اللہ میں آپ کے جلیل القدر پیغمبر کی شفاعت لا رہا ہوں ان کے توسل سے میرا مقصد پورا کیجئے اور میری دعا قبول فرمایئے۔

عثمان بن حنیفؓ ان صاحب سے فرمائے کہ اس دعا کو پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ تم پہلے اچھی طرح (سنت اور مستحب کی پابندی کے ساتھ) وضوء کرو، اور مسجد میں دو رکعت نماز پڑھو اس کے بعد مذکور الصدر دعا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ سے آخر تک پڑھو اور یہ دعا پڑھنے کے بعد اپنا مقصد حاصل ہونے کی دعا کرو، وہ صاحب کہتے ہیں کہ میں اسی طرح عمل کیا اور میں اس کا عجیب اثر پایا کہ میں جب امیرالمومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو حضرت امیرالمومنین میری طرف خاص توجہ فرمائے اور میری ضرورت پوری کردئے اور یہ بھی فرمائے کہ جب تم کو ضرورت ہو، میرے پاس آجایا کرو۔ طبرانی اس کی روایت معجم کبیر میں کی ہے اور بیہقی نے بھی اس کی روایت ابن ابی شیبہ سے اسی طرح کی ہے اور بیہقی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ اور معتبر ہیں۔

ف: اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے توسل کیا گیا ہے اور یہ واقعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد وخلافت کا ہے اس سے معلوم ہوا کہ جو حضرات دنیا سے تشریف لے گئے ہیں ان سے توسل لینا جائز ہے اگر دنیا سے گئے ہوئے حضرات سے توسل لینا جائز نہ ہوتا تو یہ صحابہ کرام کا مبارک زمانہ ہے وہ دنیا سے گئے ہوئے حضرات سے توسل لینا ہرگز نہ سکھاتے۔ اس سے ثابت ہوا کہ دنیا سے گئے ہوئے حضرات سے توسل لینا جائز ہے اور محدثین بھی دنیا سے گئے ہوئے حضرات سے توسل لینے کو جائز سمجھ کر اپنی اپنی کتابوں میں اس حدیث کی روایت کئے ہیں، اس لئے اب بھی جو صاحب چاہیں اپنے مقصد براری کے لئے اس مذکورہ طریقہ سے مذکور الصدر دعا اپنا مقصد حاصل ہونے کے لئے کرسکتے ہیں، چنانچہ اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جس کو علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ نے حصن حصین میں ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور مستدرک سے اس طرح کی ہے:۔

''ومن کانت لہ ضرورۃ فلیتوضأ فیحسن وضوءہ ویصلی رکعتین ثم یدعو اللھم انی اسئلکَ واتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بکَ الی رَبی فی حاجتی ھذہ لتقضی لی اللّٰھم فشفعہ فیّ ط

حصن حصین کی اس روایت کے ابتدائی حصہ کا ترجمہ بقدر ضرورت حسب ذیل ہے:۔

جس کسی کو کوئی ضرورت پیش آئے اللہ تعالی سے ہو یا کسی مخلوق سے، اس کو چاہئے کہ اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ کر مذکورہ دعا پڑھے اور اپنے مقصد کی دعا کرے۔

چوتھی حدیث

عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کی سابقہ حدیث سے معلوم ہوا کہ دنیا سے گئے ہوئے حضرات کا توسل عام طور پر جائز ہے جس دعا میں چاہیں توسل لے سکتے ہیں اس کی تائید ذیل کے واقعہ سے بھی ہوتی ہے یہ واقعہ کسی معمولی شخص کا نہیں ہے بلکہ یہ امام ابوعیسیٰ ترمذی کا رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جو ایک جلیل القدر امام حدیث ہیں، اور صاحب سنن ہیں وہ اپنے خواب کا واقعہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ امام موصوف ایک رات اللہ تعالی کو

خواب میں دیکھے، اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر اللہ تعالی سے یہ عرض کئے الہی مجھے کوئی ایسی دعا تعلیم فرمائے جس سے مرتے دم تک ایمان کی حفاظت ہو اور ایمان پر ہی خاتمہ بالخیر ہو۔ حق اللہ تعالی نے ان سے فرمایا کہ فجر کی سنت اور فرض کے درمیان یہ دعا پڑھا کرو۔

اِلٰھِیْ بِحُرْمَةِ الْحَسَنِ وَاَخِیْهِ وَجَدِّهٖ وَبَنِیْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ نَجِّنِیْ مِنَ الْغَمِّ الَّذِیْ اَنَا فِیْهِ یَاحَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَاذَالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ اَسْاَلُکَ اَنْ تُحْیِیَ قَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِکَ یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ط

الہی (میں عاجز و مجبور ہو گیا ہوں) حضرت امام حسن اور ان کے بھائی حضرت امام حسین کا ان کے نانا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور ان کے کل معظم اولاد کا ان کی والدہ محترمہ حضرت فاطمہ اور ان کے والد ماجد حضرت علی کا توسل لے کر آپ سے دعا کرتا ہوں کہ جن مصیبتوں اور مشکلات میں گرفتار ہوں، ان سب حضرات کے توسل اور طفیل سے ان مشکلات سے نجات دیجئے۔ اے زندہ سارے عالم کا انتظام کرنے والے میرے بھی مشکلات دور کر کے میری بھی راحت کا انتظام کیجئے) اے اللہ آپ بڑی عظمت والے ہیں اور سب پر احسان کرنے والے ہیں (میری بھی مشکلات دور کر کے) مجھ پر بھی احسان کیجئے۔ مجھ پر بھی آپ کے ان گنت احسان ہیں (مشکلات) دور کر کے مجھ پر اور احسان کیجئے سب سے بڑا احسان یہ کیجئے کہ اپ کی معرفت عطا کر کے میرے مردہ دل کو زندہ کیجئے۔ آپ ہی سے مدد لیتا ہوں۔ ای اللہ میری اس مصیبت اور پریشانی کے وقت میری مدد کیجئے۔ اے اللہ آپ کی رحمت عام ہے آپ سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں مجھ پر بھی آپ رحم کیجئے اور میری دعا قبول فرمایئے۔

(میرے ایمان کو مرتے دم تک سلامت رکھئے اور خاتمہ بالخیر فرمایئے)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نماز فجر کے فرض وسنت کے درمیان ہمیشہ اس دعا کا ورد رکھتے تھے اور اپنے دوستوں کو اس کے عمل کا شوق دلاتے اور شاگردوں کو اس دعا کو

پڑھتے رہنے کی تعلیم اور حکم دیا کرتے تھے اگر دنیا سے گئے ہوئے حضرات کا توسل ممنوع ہوتا تو اتنے بڑے امام اس کا ورد ہمیشہ کیوں کر رکھتے اور اس عمل کی تعلیم وامر وشوق کس طرح دلواتے حالانکہ یہ امام حدیث ہیں خلق کے مقتداء خلاصۃ الکلام میں خواب کا یہ واقعہ اسی طرح مذکور ہے اور علامہ سید طاہر بن محمد ہاشم علوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب مجمع الاحباب میں سوانح امام ترمذی میں اس خواب کو اسی طرح بیان کیا ہے، یہ سب مضمون عمران القلوب سے ماخوذ ہے۔

ف: صاحبو! آپ نے یہ خواب سنا۔ یہ خواب حدیث کے امام، محدثین کے مقتدا حضرت ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا خواب ہے جیسے پیغمبروں کے خواب وحی ہوتے ہیں ایسے ہی ان مقدس حضرات کے خواب الہام ہوتے ہیں۔ الہام سے بھی ثابت ہوا کہ دنیا سے گئے ہوئے حضرات کا توسل لینا جائز ہے۔ قطع نظر اس کے قابل غور یہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ گئے ہوئے کا توسل لینا سکھائے ہیں، اس لئے دنیا سے گئے ہوؤں سے توسل لینے میں کوئی شک باقی نہ رہا، جو صاحب چاہیں فجر کے سنت اور فرض کے درمیان اس دعا کو پڑھا کریں، اس لئے کہ امام ترمذی اس کو پڑھا کرتے، اور پڑھنے کا حکم دیتے تھے۔ 12

(53/72) باب فی الریاح

اس باب میں ہواؤں کا بیان ہے (بعض ہوائیں جو عذاب کا ذریعہ ہوئیں ہیں، اب بھی خوف ہے کہ کہیں یہ عذاب کا ذریعہ نہ بنیں اور بعض ہوائیں رحمت کا ذریعہ ہوئیں ہیں اور اب بھی عموماً رحمت کا ذریعہ ہوتی رہتی ہیں)۔

وقول اللہ عزوجل ''اِنَّا اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا'' اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے (سورۂ قمر پ 27 ع 1 میں) ہم نے قوم عاد پر ایک زناٹے کی آندھی چلائی (جو ان پر عذاب کا ذریعہ ہوئی)

وقولہ ''وَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ'' اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے (سورۂ ذاریات پ 27 ع 2 میں) اور ہم قوم عاد پر ایسی آندھی بھیجے جس سے بربادی ہی بربادی تھی، اس میں کوئی نفع نہ تھا (جو ان پر عذاب کا ذریعہ بنی) وقولہ ''وَاَرْسَلْنَا الرِّيْحَ لَوَاقِحَ'' اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے (سورۂ حجر پ 14 ع 2 میں) اور ہم ہی ہواؤں کو چلاتے ہیں جو پانی سے بھرے ہوئے بادلوں کو لاتی ہیں (یعنی رحمت کا ذریعہ بنتی ہیں) وقولہ ''وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ'' اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے (سورۂ روم پ 21 ع 5 میں) اللہ تعالی کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ پہلے ہواؤں کو بھیجتے ہیں جو مینھ آنے کی خوشخبری سناتی ہیں (پھر بارش برساتے ہیں یہ ہوائیں بھی رحمت کا ذریعہ بنتی ہیں)

تمہید

مدینہ شریف میں یہودیوں کی دو قومیں بستی تھیں جن میں سے ایک بنو نظیر تھے۔ بنو

نظیر چو طرف سے کفار کو ابھار کر بارہ ہزار فوج لے کر مدینہ شریف پر حملہ کیے اور مسلمان صرف تین ہزار تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس موقع پر مدینہ شریف کے اطراف خندق کھود دیئے تھے تا کہ کفار کی آئی ہوئی فوج کے واسطے روک ہو جائے، کفار کا محاصرہ سخت تھا وہ سمجھ رہے تھے کہ ہماری فتح ہے ایک مہینہ تک کفار محاصرہ کیے ہوئے تھے، ایک رات اللہ تعالی کی جانب سے صبا جو مشرق کی طرف سے چلتی رہتی ہے۔ مسلمانوں کی مدد کے لئے بھیجی گئی۔ اس وقت کفار کے لشکر کی کیا حالت تھی کہ کہیں خیمے اکھڑ گئے، گھوڑے چھوٹ گئے، کنکر اور مٹی کفار کے چہروں کو مار رہی تھی، ہانڈیاں الٹ گئیں سارا لشکر برباد ہو گیا۔ کفار کے دلوں پر ایسا رعب طاری ہوا وہ سمجھ رہے تھے کہ اب ہم ہلاک ہوئے جاتے ہیں۔ ابوسفیان جو اس وقت کفار کی فوج کے سپہ سالار تھے وہ پہلے بھاگ گئے اور ان کے پیچھے سارا لشکر عجیب پریشانی کے ساتھ بھاگ کھڑا ہوا۔ میدان خالی ہو گیا۔

باد صبا سے حضور کی مدد کی گئی

1/3187 ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ (غزوہ خندق میں اس موقع پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ اللہ تعالی نے باد صبا کے ذریعہ سے میری مدد فرمائی (جو مسلمانوں کے لئے ذریعہ رحمت بنی جیسے) قوم عاد کے لئے (ذبور جو مغرب کی طرف سے چل رہی تھی) تباہی اور بربادی کا ذریعہ بنی۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ابر اور تیز ہوا کو دیکھ کر حضور پر خوف طاری ہو جاتا تھا
پہلی حدیث

2/3188 ۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ میں کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قہقہہ مار کر آواز سے کھل کھلا کر ہنستے ہوئے نہیں دیکھی کہ جس سے آپ کی پڑ جیب دکھائی دیتی ہو (البتہ کبھی کبھی

بعض موقعوں پر زیادہ سے زیادہ حضور اتنا ہنستے ہیں کہ آپ کی کونچلیاں نظر آجاتی تھیں) عموماً آپ مسکرایا کرتے تھے اور جب ابر اٹھتا تھا یا تیز ہوائیں چلتی تھیں تو آپ کے چہرۂ مبارک پر خوف کے آثار ظاہر ہوجاتے تھے (آپ کے سامنے پہلی قوموں کے حالات پیش نظر ہوجاتے تھے بعض قوموں پر ابر اٹھا ہے وہ خوش ہو رہے تھے کہ اس سے بارش برسے گی بجائے بارش کے عذاب نازل ہوا۔ جب کبھی تیز ہوائیں چلتی تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ان قوموں کی حالت پیش نظر ہوجاتی تھی، جن پر ہواؤں سے عذاب آیا تھا۔ اللہ کا جلال اور عظمت پیش نظر ہوتی تھی۔ کیا معلوم کہ یہ ابر اور ہوا کہیں عذاب کا ذریعہ نہ ہوجائیں۔ اس لئے آپ پر خوف طاری ہوتا تھا۔ مسلمانو! مقدس اور معصوم نبی کی یہ حالت ہوتی تھی تو ہم گنہگاروں کو کس قدر خوف ہونا چاہئے۔ ہماری یہ بے فکری اور اطمینان غفلت کا نتیجہ ہے جو اچھا نہیں ہے) اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

دوسری حدیث

3-4/3189-3190 ۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ جب تیز آندھی چلتی تھی تو حضور پر خوف طاری ہوجاتا تھا رہ کرامت کا خیال (آتا تھا کہ کہیں قوم عاد کی طرح ان پر یہ آندھی عذاب کا ذریعہ نہ بنے۔ اس وقت (بہت پریشانی کے ساتھ نہایت عاجزی سے امت کا خیال کرکے یہ دعا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ خَیْرَھَا وَخَیْرَ مَافِیْھَا وَخَیْرَ مَااُرْسِلَتْ بِہٖ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّ مَافِیْھَا وَشَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِہٖ ؕ

الٰہی! (ہم کو مت دیکھئے آپ اپنی رحمت پر نظر کرکے اس آندھی کو ذریعہ خیر بنایئے (اور ہر چیز میں خیر وشر ادا کرتے ہیں) ہم کو اس آندھی میں جو خیر ہے وہ پہنچایئے

اگر آپ اس آندھی کو خیر کا ذریعہ بنا کر بھیجے ہیں تو وہ خیر ہم کو پہنچایئے۔ الٰہی میں آپ سے اس آندھی کے شر سے پناہ مانگتا ہوں، اس آندھی کے شر سے ہم کو بچایئے اور اس آندھی میں جو شر ہے اس سے بھی ہم کو بچایئے (اگر یہ آندھی شر کا ذریعہ بنا کر بھیجی گئی ہے تو وہ شر ہم کو نہ پہونچے اور اس شر سے ہم کو بچایئے۔

یہ بھی ام المومنین فرماتی ہیں کہ جب ابر چھا جاتا تھا اور بارش شروع نہ ہوتی تھی تو خوف سے حضور کا چہرہ اتر جاتا تھا (خوف کی وجہ سے آپ کو قرار نہ ہوتا تھا۔ کبھی گھر میں آپ تشریف لیجاتے اور کبھی باہر آتے اور کبھی ادھر آتے اور کبھی اُدھر جاتے اور جب بارش ہونے لگتی تو وہ خوف آپ سے دور ہو جاتا تھا اور آپ سمجھتے تھے کہ یہ ابر اب ذریعہ عذاب نہیں ہے۔ حضور کا ابر کو دیکھ کر پریشان ہونا اور بارش ہونے سے پریشانی کا دور ہونا، ام المومنین اس کا سبب حضور سے دریافت کیے، ام المومنین سے یہ سن کر حضرت فرمائے سنو عائشہ! ابر جب امنڈا ہوا چلا آتا ہے تو خوف ہوتا ہے کہ کہیں یہ ابر ویسا تو نہیں ہے جیسا قوم عاد پر آیا تھا۔ قوم عاد اس ابر کو دیکھ کر خوش ہو رہی تھی کہ یہ ابر بارش برسائے گا خوشحالی ہوگی۔ افسوس ایسا نہ ہوا قوم عاد پر یہ ابر برسا نہیں، ان پر عذاب کا ذریعہ بنا۔ اس ابر میں سے تیز ہوائیں نکلیں جو ان کو کئی گز اٹھا کر پٹک رہی تھیں، اس طرح وہ ابر ان پر عذاب کا ذریعہ ہوا سب ہلاک ہو گئے۔ اور ان کے مکان اجڑے پڑے تھے۔ عائشہ! یہ سارا منظر ابر کو دیکھتے ہی میرے سامنے پیش ہو جاتا ہے، جب بارش ہو جاتی ہے تو عذاب آنے کا خوف نہیں رہتا ہے اور عذاب کا اندیشہ مجھ سے زائل ہو جاتا ہے۔ اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ہوا کو برا نہ کہو

5/3191 ۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے (کہ ہوا بالذات نہ

راحت کا سبب ہے نہ عذاب کا بلکہ) ہوا اللہ تعالی کے حکم کے تابع ہے (اللہ تعالی جو حکم دیتے ہیں اس کی تکمیل کرتی ہے اگر راحت کا حکم دیتے ہیں تو) راحت پہنچاتی ہے اور (اگر عذاب کا حکم دیتے ہیں تو) عذاب کا ذریعہ بنتی ہے (اس لئے اگر ہوا سے تم کو نقصان پہنچے تو اس کو برا بھلا نہ کہو (ہوا کو برا بولنے کی بجائے) اللہ تعالی سے ہوا کے ذریعہ راحت پہنچنے کا سوال کرو، اور ہوا تکلیف اور عذاب کا ذریعہ نہ بننے کے لئے اللہ سے دعا مانگو۔ اس کی روایت امام شافعی، ابوداؤد، اور ابن ماجہ نے کی ہے اور بیہقی نے بھی اس کی روایت دعوات کبیر میں کی ہے۔

بلاسبب کسی پر لعنت بھیجنے سے وہ لعنت بھیجنے والے پر لوٹتی ہے

6/3192 ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے (بیٹھا ہوا تھا اس کو ہوا سے کچھ تکلیف ہوئی تو اس نے) ہوا پر لعنت بھیجی، تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے فرمائے دیکھو! ہوا پر لعنت نہیں کیا کرنا (ہوا کا کیا قصور ہے) ہوا تو اللہ تعالی کے حکم کے تابع ہے، جو حکم اس کو ہوتا اس کی تعمیل کرتی ہے (یوں بھی سوچو تو کوئی چیز لعنت کی مستحق تین وجہ سے ہوتی ہے، یا کفر کی وجہ سے، یا بدعت کی وجہ سے یا فسق و فجور کی وجہ سے یہ تینوں چیزیں ہوا میں نہیں ہیں، پھر ہوا پر لعنت کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟) یاد رکھو کہ اگر کوئی شخص ایسی چیز پر لعنت کرتا ہے جو لعنت کی مستحق نہیں تو وہ لعنت خود اس لعنت کرنے والے پر لوٹ جاتی ہے (اس لئے کسی پر لعنت کریں تو سوچ سمجھ کر لعنت کیا کریں، بہتر تو یہ ہے کہ لعنت کرنے کی عادت ہی نہ رکھے ورنہ خود پر لعنت لوٹ آئے گی) اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

آندھی سے تکلیف ہو تو یہ دعا کرنی چاہئے

پہلی حدیث

7/3193 ۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ (لوگوں کی عادت ہے جب ہوا سے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہوا کو سخت سست کہا کرتے ہیں مسلمانو سنو! کبھی) ہوا کو برا نہ کہنا (اس میں ہوا کا کیا قصور ہے، ہوا تو اللہ تعالی کے حکم کے تابع ہے، جو حکم ہوتا ہے اس کی تعمیل کرتی ہے) اگر تم ہوا سے کوئی ناگوار بات دیکھو تو (اللہ تعالی کی طرف رجوع کرو، اور بہت عاجزی سے) اللہ ہی سے دعا مانگو۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ هٰذِهِ الرِّيْحِ وَخَيْرَ مَافِيْهَا وَخَيْرَ مَا أُمِرَتْ بِهِ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ هٰذِهِ الرِّيْحِ وَشَرِّ مَا فِيْهَا وَشَرِّ مَا أُمِرَتْ بِهِ

الٰہی! ہم آپ ہی کے عاجز بندے ہیں! ہم کو اس ہوا سے خیر پہنچایئے (ہر چیز میں خیر وشر ہوا کرتے ہیں) اس میں جو خیر ہے ہم کو وہ پہنچایئے، اور اگر اس ہوا کو کسی شر کا حکم دیا گیا ہے تو اس کو خیر کا حکم بنایئے اور خیر ہی پہونچایئے، (الٰہی! ہم آپ کی پناہ میں آتے ہیں، اس چلتی ہوا کے شر سے ہمیں بچایئے، اگر اس ہوا کو کسی شر کا حکم دیا گیا ہے تو آپ قادر ہیں، اس شر کو خیر سے بدلنے کی قدرت رکھتے ہیں ہم کو خیر ہی پہونچایئے۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

دوسری حدیث

8/3194۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ کبھی آندھی چلتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (پر بے حد خوف کی حالت طاری ہو جاتی تھی، اور خوف کی حالت امت کی تعلیم کے لئے بھی ہوتی تھی کہ تم بھی تیز ہوا چلتے وقت ایسی ہی خوف زدہ حالت بناؤ جیسے کہ میں واقعی خوفزدہ ہو جایا کرتا ہوں۔ آندھی اور تیز ہوا چلتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حالت دیکھنے کے قابل ہوتی تھی، عجز وانکساری ظاہر کرنے کے لئے) دوزانو ہو کر بیٹھ جاتے تھے اور گڑ گڑا کر یہ دعا فرماتے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا رَحْمَةً وَّلَا تَجْعَلْهَا عَذَابًا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا رِيَاحًا وَّلَا تَجْعَلْهَا رِيْحًا

الٰہی (آپ بڑے قدرت والے ہیں، اگر آپ اس آندھی کو عذاب کا ذریعہ نہ بنا کر رحمت کا ذریعہ بنائیں تو کوئی آپ کو روکنے والا نہیں ہے اس لئے ہم عرض کرتے ہیں کہ) اس آندھی سے راحت اور آرام بھجوایئے اور اس آندھی سے تکلیف اور مصیبت نہ لایئے۔

اس کی روایت امام شافعی نے کی ہے اور بیہقی نے بھی اس کی روایت دعوات کبیر میں کی ہے۔

بادل دیکھ کر پڑھنے کی دعاء

9/3195 ۔ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ جب کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آسمان کے کنارے سے ابر اٹھتا دیکھتے تو (آپ پر ایسا خوف طاری ہوتا تھا کہ) جو کام آپ اس وقت کر رہے ہوتے اس کو چھوڑ کر ابر کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے اور اللہ تعالی سے یہ دعاء کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَافِيْهِ

اے اللہ! (اور قوموں پر آپ ابر کے ذریعہ عذاب بھیجے ہیں، اگر اس ابر میں بھی کوئی شر ہے تو) اس ابر کے شر سے ہم کو بچایئے۔

اگر ابر کھل جاتا تو آپ اللہ تعالی کا شکر ادا کرتے تھے (کہ معلوم نہیں اس میں کیا شر تھا کہ جس سے اللہ تعالی نے ہم کو بچالیا) اور بارش ہوتی تو یہ دعا کرتے: اَللّٰهُمَّ سُقْيًا نَافِعًا

اے اللہ! (آپ بڑی قدرت والے ہیں جس چیز سے ضرر پہونچانا چاہتے ہیں اس سے ضرر پہونچاتے ہیں، بعض قوموں کو بارش کی کثرت سے ضرر پہونچائے ہیں۔

اے اللہ! ہم پر جو یہ بارش ہو رہی ہے) اس کو سیراب اور سرسبز کرنے والی نفع رساں بنائیے۔اس کی روایت امام شافعی نے کی ہے اور ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

گرج اور کڑک کے وقت کی دعا

پہلی حدیث

10/3196۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بجلی کی گرج اور گرنے والی بجلی کی طرح کڑک سنتے تو یہ دعاء فرماتے:۔

اَللّٰهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِکَ وَلَا تُهْلِكْنَا عَذَابِکَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذَالِکَ

الٰہی! ہم آپ کے غضب سے پناہ مانگتے ہیں، بعضوں کو بجلی سے ہلاک کیے ہیں ہم کو اپنے غضب سے (بجلی گرا کر قتل نہ کیجئے اور اس بجلی کو عذاب کا ذریعہ بنا کر ہم کو ہلاک نہ کیجئے اور (اگر آپ کسی کو بجلی سے ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو) عذاب آنے سے پہلے ہم کو عافیت کی موت دیجئے۔

اس کی روایت امام احمد اور ترمذی نے کی ہے۔

دوسری حدیث

11/3197۔عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کی گئی ہے کہ آپ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ جب آپ بجلی کی کڑک سنتے (خوف زدہ ہو جاتے تھے اور) بات چیت چھوڑ دیتے تھے اور یہ دعا پڑھتے تھے:۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَ الْمَلَائِکَةُ مِنْ خِیْفَتِهٖ

اللہ تعالیٰ تمام عیبوں سے پاک ہیں۔رعد (نامی فرشتہ جو بادلوں پر مقرر کیا گیا

ہے) وہ اللہ تعالی کی حمد کرتا ہے اور تسبیح اور تقدس بیان کرتا ہے (بادلوں سے جو ہیبت ناک آواز آتی ہے وہ اسی فرشتہ کی تسبیح اور تحمید کی آواز ہے، اس سے اللہ تعالی کی ہیبت اور اس کا جلال تمام فرشتوں پر طاری ہوجاتا ہے کہ) سب فرشتے بھی اللہ تعالی کی (ہیبت اور جلال کی وجہ سے سب کے سب) حمد وثنا اور تسبیح کرنے لگتے ہیں۔ اس کی روایت امام مالک نے کی ہے۔

ف: مرقات میں لکھا ہے کہ بادلوں کی گرج اور بجلی کی کڑک کے وقت جو اس دعاء کو پڑھے گا اللہ تعالی اس کو بجلی گرنے کے ضرر سے محفوظ رکھیں گے۔ 12

غیب کے خزانے پانچ ہیں جن میں بارش کا علم بھی ہے

12/3198 ۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ (یوں تو غیب کی اور بھی چیزیں ہیں جن کو اللہ تعالی ہی جانتے ہیں مگر) غیب کی اہم چیزیں پانچ ہیں انہیں اللہ تعالی کے سوا کوئی نہیں جانتا (ہاں اللہ تعالی ہی کسی کو واقف کرائیں تو وہ اور بات ہے) پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ان پانچ چیزوں کی تفسیر فرمانے کے لئے) یہ آیت تلاوت فرمائے:۔

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعة وَ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ ج وَ يَعْلَمُ مَافِى الْاَرْحَامِ ط وَ مَاتَدْرِىْ نَفْسٌ مَا ذَاتَكْسِبُ غَدًا ط وَ مَا تَدْرِىْ نَفْسٌ بِاَىِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ط اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ o (پ 21 سورہ لقمان ع 4)

بے شک اللہ تعالی ہی کو علم ہے کہ قیامت کب آئے گی اور اللہ تعالی ہی (ایک وقت مقرر پر جس کو ان کے سوا کوئی نہیں جانتا) بارش برساتے ہیں اور (نر و مادہ) جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہیں اللہ تعالی ہی اس کو جانتے ہیں (اور کوئی اس کو نہیں جانتا) اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ خود کل کیا عمل کرے گا (اللہ تعالی ہی اس کو جانتے ہیں)

اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس سرزمین میں مرے گا (اس کا بھی علم اللہ تعالی ہی کو ہے) اور (انہی چیزوں کی کیا تخصیص ہے جتنی غیب کی باتیں ہیں) بیشک اللہ تعالی ہی ان کے جاننے والے اوران سے باخبر ہیں۔اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

قحط سالی کیا ہے

13/3199 ۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں (تم سمجھتے ہو کہ بارش نہ ہونے سے قحط ہوجاتا ہے ایسا بھی ہے مگر) بڑا قحط یہ ہے کہ بارش تو خوب ہو (اورتم کو خوشحالی کی امید بھی ہوگئی ہو پھر بھی کثرت بارش کی وجہ سے) زمین کچھ نہ اگائے۔ یہ بہت بڑا قحط ہے (اس لئے کہ ساری امیدوں پر پانی پھر جاتا ہے اور قحط کا سامنا ہوجاتا ہے) اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

(6) کتاب الجنائز

اس کتاب میں جنائز یعنی مردوں کے احوال اوران کے احکام کا بیان ہے

وقول اللہ عزوجل ''اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِیْ o وَقِیْلَ مَنْ سکتہ رَاقٍ o وَّ ظَنَّ اَنَّہُ الفِرَاقُ o وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ o اِلٰی رَبِّکَ یَوْمَئِذِ نِ الْمَسَاقُ o'' اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے (سورۂ قیامہ پ 29 ع 1 میں) (سنو صاحبو!) جب جان بدن سے کھینچ کر گلے کی ہنسلی کی ہڈی تک آپہونچے گی اور مرنے والے کے تیمادار چلا اٹھیں گے کہ ارے کوئی ہے جو اس پر منتر پڑھ کر اس کو (موت سے) بچالے (ہائے افسوس کہ کوئی اس کو اس وقت بچانے والا نہ ہوگا) اور اس بیمار کو یقین ہوجاتا ہے کہ اب یہ دنیا سے مفارقت کا وقت کا ہے (اور جان کنی کی تکلیف سے) ایک پاؤں کی پنڈلی دوسری پاؤں کی پنڈلی سے لیٹ لیٹ جائے گی۔ اے شخص جب یہ حالتیں تجھے پیش آئیں گی اس دن تجھ کو اپنے پروردگار کی طرف چلنا ہوگا (دیکھ لے تو کس طرح خدا کے سامنے جانا چاہتا ہے؟ تابعدار غلام بن کر مالک کے سامنے خوش خوش جاتا ہے یا نافرمان بھاگا ہوا غلام ہوکر گرفتار کیا ہوا نادم اور شرمندہ مالک کے سامنے جانا چاہتا ہے خوب سوچ کر ابھی سے اس کا فیصلہ کرلے۔

(1/73)باب عیادۃ المریض و ثواب المرض

(اس باب میں بیمار پرسی کرنے کا بیان ہے اور بیمار کو بیماری کا جو ثواب ملتا ہے اس کا بھی ذکر ہے)

وقول اللہ عزوجل ''وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ '' اللہ تعالی کا ارشاد ہے (سورہ یٰسین پ 22 ع 1 میں) بیشک لوگ جو (عمل زاد آخرت بنا کر) اپنے آگے آگے بھیجتے ہیں اور (جو) آثار (ان کے مرنے کے بعد دنیا میں باقی رہ جاتے ہیں) ہم ان سب کو لکھ رہے ہیں (مَاقَدَّمُوْا سے مراد وہ کام جو اپنے ہاتھ کیا اور اٰثَارَهُمْ سے مراد وہ اثر جو اس کام کے سبب پیدا ہوا اور بعد مرگ بھی باقی رہا مثلاً کسی نے کوئی نیک کام کیا اور وہ سبب ہو گیا دوسروں کی یہ بھی ہدایت کا اور کسی نے کوئی برا کام کیا اور وہ سبب ہو گیا دوسروں کی بھی گمراہی اور ضلالت کا۔ غرض یہ سب لکھے جارہے ہیں اور آخرت میں ان سب پر جزا اور سزا مرتب ہو جائے گی منجملہ ان کے عیادت مریض بھی ہے۔ صاحبو! گو تم سمجھتے ہوں گے کہ عیادت مریض سے کیا ثواب ملے گا۔ نہیں! نہیں! عیادت مریض کا ثواب بھی لکھا جارہا ہے جو تم کو آخرت میں ملے گا)

وقولہ تعالی ''اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ '' اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے (سورۂ بقرہ پ 2 ع 32 میں) (اے انسان!) کیا تو نے ان لوگوں کا قصہ نہیں سنا، جو موت کے ڈر سے (موت سے بچنے کے لئے) اپنے گھروں سے نکل گئے تھے اور وہ ہزاروں ہی تھے (اللہ تعالی کا ان پر غضب

نازل ہوا اور ان کے مرنے کا حکم دے دیا اور وہ سب کے سب مر گئے۔ اس آیت شریفہ میں حَذَرَ الْمَوْتِ کے الفاظ قابل غور ہیں، وہ لوگ موت سے بچنے کے لئے طاعون زدہ مقام سے نکلے تھے اس لئے ان پر غضب نازل ہوا اگر وہ یہ اعتقاد کر کے نکلتے کہ موت ہر جگہ آئے گی۔ طاعون زدہ مقام میں رہنے کی صورت میں بھی آسکتی ہے اور وہاں سے نکل جانے کے بعد بھی آسکتی ہے۔ موت کے خوف سے نہیں نکلتے بلکہ تبدیلی مقام کی غرض سے نکلتے تو ان پر غضب الٰہی نازل نہ ہوتا۔ جیسا کہ موت سے بچنے کی غرض سے نکلنے سے غضب الٰہی نازل ہوا، اس آیت سے معلوم ہوا کہ اعتقاد کی خرابی سے طاعون زدہ مقام سے نکلنے کی صورت میں عذاب نازل ہوتا ہے لیکن اگر اعتقاد کی خرابی کے بغیر نکلیں تو عذاب نازل نہیں ہوتا۔ طاعون کے موقع پر تبدیلی مقام کی غرض سے نکلنا جائز ہونے کی تائید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے ہوتی ہے جو آگے آرہا ہے)۔

وقولہ "قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝" اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے (سورۂ احزاب پ 21 ع 2 میں) آپ فرما دیجئے کہ اگر تم موت سے یا قتل (کے خوف) سے بھاگ کھڑے ہوئے تو تم کو یہ بھاگنا نفع نہیں پہنچا سکتا اگر تم موت سے یا قتل سے بھاگتے ہو تو اس حالت میں بجز تھوڑے دنوں کے اور زیادہ فائدہ نہیں اٹھا سکتے (اے انسان! تیرا کیا خیال ہے، تو سمجھ رہا ہے کہ میں طاعون زدہ مقام سے بھاگ کر موت سے بچ جاؤں گا یا طاعون کا زخم نہ کھا کر اور طاعون سے قتل نہ ہو کر محفوظ رہوں گا یہ تیرا غلط خیال ہے بھاگ کر چند روز بچ بھی گیا تو کیا آخر تو تجھے موت کا شکار ہونا ہی ہے یا کہیں جہاد ہو رہا ہے زخم کھا کر قتل ہونا ہی پڑے گا پھر یہ موت کے نہ آنے کے خیال سے طاعون زدہ مقام سے جا رہا ہے اس سے تجھے کوئی فائدہ نہیں ہاں اگر تبدیلی مقام کرنا چاہتا ہے تو وہ اور بات ہے تجھ کو اس سے نہیں روکا جا رہا ہے)

بیمار کی عیادت کا حکم

1/3200 ۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ بھوکے کو کھانا کھلاؤ (یوں تو بھوکے کو کھانا کھلانا سنت ہے اور اس میں بڑا اجر وثواب ہے مگر جو شخص ایسا بھوکا ہو کہ بھوک سے اس کی حالت تباہ ہو رہی ہو تو اس کو کھانا کھلانا فرض ہے اور بیمار کی بیمار پرسی کیا کرو (اس سے بیمار کو تسلی ہوتی ہے) اور اگر کوئی شخص (روپیہ نہ ہونے کی وجہ سے قید ہو گیا ہو تو تم روپیہ ادا کر کے اس کو قید سے چھڑاؤ (مثلاً قرض کی ادائی نہ ہونے کی وجہ سے قید کر دیا گیا ہو تو تم اس کے قرضہ کی رقم ادا کر کے اس کو قید سے چھڑاؤ یا مثلاً غلام باندی ہے کہ مالک نے ان پر کچھ رقم معین کر دی ہے کہ تم رقم لا دو تو تم کو غلامی سے رہا کر دیا جائے گا تو تم وہ رقم دے کر اس کو آزاد کرا دو) اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر کتنے حق ہیں

پہلی حدیث

2/3201 ۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں ((1) ایک حق تو یہ ہے کہ اگر) کوئی سلام کرے تو اس کا جواب دینا (وہاں جو مسلمان ہیں ان پر فرض ہے) اگر کوئی ایک ان میں سے سلام کا جواب دیدے تو سب کے ذمہ سے فرضیت ساقط ہو جاتی ہے اس لئے یہ سلام کا جواب دینا فرض کفایہ ہے ایسا ہی آنے والے مسلمان پر بیٹھے ہوئے مسلمانوں کا حق ہے کہ یہ آنے والا ان پر سلام کرے (اور آنے والے کا یہ سلام کرنا سنت ہے۔ مرقات میں مذکور ہے کہ یہ ایسی سنت ہے جو جواب دینے کے فرض سے افضل ہے اور ثواب میں زیادہ ہے اس لئے کہ سلام کرنے سے تواضع اور انکساری معلوم ہوتی ہے اور تکبر کی نفی ہوتی ہے) (2) (مسلمان کا مسلمان پر دوسرا حق یہ ہے کہ) جب کوئی مسلمان بیمار ہو تو اس کی بیمار پرسی کی جائے اور (3) مسلمان کا مسلمان پر تیسرا حق یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان مر جائے تو اس کے جنازہ کے ساتھ چلنا، کندھا دینا اور نماز کے بعد بھی ساتھ جانا اور دفن تک ٹھیرنا (یہ سب

ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر حق ہیں اور یہ سب فرض کفایہ ہیں۔ چند لوگوں کے ادا کرنے سے سب کی طرف سے فرض کی ادائی ہو جاتی ہے کوئی گنہگار نہیں ہوتا اگر کوئی مسلمان بھی ان کو ادا نہ کرے تو سب مسلمان گنہگار رہوں گے) (4) مسلمان کا مسلمان پر چوتھا حق یہ ہے کہ اگر وہ دعوت دے (اور وہ دعوت کیسے ہی معمولی کھانے کی کیوں نہ ہو) تو اس کی دعوت کو قبول کرے (اگر وہ دعوت ولیمہ کی دعوت ہے تو اس کا قبول کرنا سنت مؤکدہ ہے، ولیمہ کے سوا اور دوسری دعوتوں کا قبول کرنا سنت مستحبہ ہے، اگر کسی عذر سے کوئی دعوت قبول نہیں کیا خواہ ولیمہ کی ہو یا کوئی اور دعوت ہو تو خیر اور بات ہے اور اگر بغیر کسی عذر کے دعوت ولیمہ ہو یا کوئی اور دعوت، اس میں شریک نہ ہوا تو وہ اس وعید کا مستحق ہوگا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حدیث شریف میں ارشاد فرمائے ہیں ''ومن لم یجب الدعوۃ فقد عصی اللہ و رسولہ '' جو دعوت قبول نہیں کیا اور (بلا عذر) دعوت میں نہیں گیا تو اس نے اللہ کی اور اس کے رسول کی نافرمانی کی، اس لئے کہ وہ دعوت میں جاتا تو مسلمان کا دل خوش کرتا۔ دعوت میں نہ جا کر دعوت دینے والے کا دل دکھایا اور اس کی ہتک کیا) (5) مسلمان کا مسلمان پر پانچواں حق یہ ہے کہ جب چھینکنے والا چھینکے (اور آواز سے الحمد اللہ کہے اور الحمد اللہ کہنا سنت ہے اور دوسرے مسلمان پر (اس کے جواب میں) یَرْحَمُکَ اللّٰہ یایَرْحَمُکُمُ اللّٰہ کہنا (واجب ہے اگر حاضرین میں سے ایک بھی جواب میں یرحمک اللہ یا یرحمکم اللہ کہا تو سب کی طرف سے ادائی ہو جائے گی)۔ (اگر چھینکنے والا الحمد اللہ نہ کہے یا ایسا آہستہ کہے سنائی نہ دے تو حاضرین میں سے کوئی چھینکنے والے کا جواب یرحمک اللہ یا یرحمکم اللہ سے نہ دیوے) (اگر چھینکنے والا الحمد اللہ کہے تو سنت کی ادائی تو ہو جاتی ہے مگر الحمد اللہ کے ساتھ '' رَبِّ الْعَالَمِیْنَ عَلٰی کُلِّ حَالٍ '' بڑھا اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ عَلٰی کُلِّ حَالٍ کہے تو وہ ہمیشہ کے لئے داڑھ اور کان کے درد سے محفوظ رہے گا جیسا کہ مرقات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے) اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

دوسری حدیث

3/3202۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ مسلمان پر مسلمان کے چھ حق ہیں (احادیث میں مسلمانوں کے حقوق کی جو مختلف تعداد مذکور ہوئی ہے وہ حصر کے لئے نہیں ہے۔ وحی سے جیسے جیسے معلوم ہوتا گیا حضور اس تعداد کو ظاہر فرماتے گئے) صحابہ عرض کئے حضور! وہ چھ حقوق کونسے ہیں تو حضور ارشاد فرمائے سنو! مسلمان کا مسلمان پر (1) ایک حق تو یہ ہے کہ جب کسی مسلمان سے ملاقات ہو اس کو سلام کرے (اگر خود وہ سلام کرے تو تم اس کا جواب دو) مسلمان پر مسلمان کا (2) دوسرا حق یہ ہے کہ اگر وہ دعوت دے تو اس کی دعوت قبول کرو، اور مسلمان کا (3) تیسرا حق یہ ہے کہ (یوں تو ہر وقت مسلمان کی خیر خواہی کرنا ضروری ہے مگر جب) وہ تم سے مشورہ کرے تو تم (پر واجب ہے کہ تم) اس کو خیر خواہانہ مشورہ دو اور مسلمان کا (4) چوتھا حق یہ ہے کہ جب اس کو چھینک آئے اور وہ (آواز سے) الحمد اللہ کہے تو تم (پر واجب ہے کہ تم اس کو یرحمک اللہ کہہ کر جواب دیدو اور مسلمان کا (5) پانچواں حق یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان بیمار ہو تو تم اس کی بیمار پرسی کرو (ایک مرتبہ ہی کیوں نہ ہو) اور مسلمان کا (6) چھٹا حق یہ ہے کہ جب وہ مرجائے تو اس کے جنازہ کے ساتھ جا کر اس کی نماز جنازہ پڑھو اور دفن تک جنازہ کے ساتھ رہو۔

سات باتوں کا حکم اور سات باتوں سے ممانعت

4-5/3203-3204۔ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم کو سات کام کرنے کا حکم دیئے ہیں اور سات کام کرنے سے منع فرمائے ہیں۔ جن سات کاموں کے کرنے کا حکم دیئے ہیں۔ وہ یہ ہیں (1) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم کو حکم دیئے ہیں کہ ہم بیمار کی بیمار پرسی کیا کریں (2) اور جب کوئی مسلمان مرجائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جا کر نماز جنازہ ادا کریں

(دفن کرنے میں بھی شریک رہیں تو نہایت مناسب ہے)(3) اور جب چھینکنے والا چھینکے (اور آواز سے الحمدالله کہے) تو اس کے جواب یرحمکم الله سے دیں (4) جب کسی مسلمان سے ملاقات ہو (تو اس کو سلام کریں اور اگر وہ سلام کرے) تو اس کے سلام کا جواب دیں (5) اگر کوئی مسلمان دعوت دے تو اس کی دعوت قبول کریں (6) اگر کوئی مسلمان قسم کھائے تو اس کی قسم پوری کرنے کے لئے اس مسلمان کی مدد کریں (مثلاً کوئی شخص قسم کھائے کہ میں یہاں سے نہیں اٹھوں گا جب تک آپ میرا مقصد پورا نہ کردیں اگر اس کا مقصد خلاف شریعت نہ ہو اور کوئی گناہ کا کام نہ ہو تو اس کا مقصد پورا کردے تاکہ اس کی قسم پوری ہوجائے۔ اگر اس کا مقصد پورا نہ کروگے تو وہ انتظار کرکے اٹھ جائے گا اس کی قسم ٹوٹ جائے گی اور اس کو کفارہ دینا پڑے گا۔ ورنہ وہ گنہگار ہوگا اس لئے یہ نوبت نہ آنے دو) اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بھی حکم دیئے ہیں کہ اگر کسی پر ظلم ہورہا ہو (تو جس طرح تم سے ہوسکے) اس کی مدد کرو (اگر زبان سے مدد کی جائے تو اس سے ظلم دور ہوسکتا ہو تو زبان سے مدد کرو، اگر اس مظلوم کا ظلم ہاتھ سے مدد کرنے سے دور ہوسکتا ہو تو ہاتھ سے مدد کرو۔ بہرحال کسی طرح اس مظلوم کو ظلم سے بچاؤ) اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن سات کاموں کے کرنے سے منع فرمائے ہیں وہ یہ ہیں (1) (مرد کو چاہئے کہ) سونے کی انگوٹھی نہ پہنا کرے (اس لئے کہ مرد کو سونا پہننا حرام ہے، ہاں عورتیں سونے کی انگوٹھی پہن سکتی ہیں۔ ان کو سونا پہننے کی اجازت ہے) (2) (مرد کو چاہئے کہ) وہ کسی قسم کا ریشمی کپڑا نہ پہنے اور نہ استعمال کرے جس کا تانا یعنی کھڑا لانبا تار) اور بانا (یعنی آڑا تار) ریشم کا ہو (ایسا ہی وہ کپڑا بھی نہ پہنے اور نہ استعمال کرے جس کا تانا سوت کا ہو اور بانا ریشم کا ہو، اس لئے کہ کپڑے کی تکمیل بانے سے ہوتی ہے ہاں اگر تانا ریشم کا ہو اور بانا سوت کا جیسے مشروع تو یہ مرد کو بھی جائز ہے بخلاف اس کے عورتوں کو ہر قسم کا ریشمی کپڑا پہننا اور استعمال کرنا جائز ہے، یوں تو مرد کو ہر قسم کا ریشمی کپڑا حرام ہے خاص کر) (3) استبرق جو ریشم کا بنا ہوا دبیز کپڑا ہوتا ہے، ایسا ہی (4) دیباج بھی مرد کے لئے حرام ہے جو باریک ریشمی تاروں کا مہین کپڑا ہوتا ہے (جیسے ریشمی لباس پہننا مرد کو حرام

ہے) ایسے ہی (5) زین پوش یعنی چار جامہ جو ریشم سے بنایا گیا ہو، اس پر بیٹھنا حرام ہے (خواہ کسی رنگ کا ہو اور حدیث شریف میں سرخ رنگ کا جو ذکر ہے وہ عام رواج کے اعتبار سے ہے، بخلاف اس کے چار جامہ ریشم کا نہ ہو بلکہ سوت کا ہو تو اس پر بیٹھنا جائز ہے۔ اگر چار جامہ سوت کا ہو مگر سرخ رنگ کا ہو تو اس پر بیٹھنا مکروہ ہے اس وجہ سے کہ عجمیوں کی عادت ہے کہ ریشمی چار جامہ اور سوت کے سرخ چار جامہ پر بیٹھتے ہیں جس سے رعونت اور تکبر ظاہر ہوتا تھا اس وجہ سے اس طرح کے چار جامہ سے بھی منع کیا گیا۔ (6) ایسے ہی مرد کو قسی کا کپڑا پہننا بھی حرام ہے جو معمولی اور ردی قسم کے ریشم سے بنایا جاتا ہے (عورتیں جس قدر چاہیں سونے اور چاندی کا زیور پہن سکتی ہیں، عورتوں کے لئے سونا اور چاندی پہننا جائز ہے مگر استعمال کا جو سامان ہے مثلاً برتن یا آئینہ یا سرمہ دانی اور سلائی یا پاندان وغیرہ ان کا استعمال کرنا جیسے مردوں کو حرام ہے ایسے ہی عورتوں کے لئے بھی حرام ہے) (7) سونے اور چاندی کے برتن میں کھانا بھی حرام ہے (غرض مرد ہوں یا عورتیں چاندی سونے کے کسی سامان کو استعمال نہ کریں) جو دنیا میں چاندی یا سونے کے برتنوں میں کھائے گا (تو جب اور مسلمانوں کو آخرت میں چاندی اور سونے کے برتن ملیں گے) تو ایسے شخص کو جو دنیا میں چاندی سونے کے برتنوں میں کھایا پیا ہے وہ ان برتنوں سے محروم ہوگا۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

غیر مسلم کی عیادت کا بیان

6/3205 ۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا (ایک دفعہ) وہ بیمار ہو گیا، اس (یہودی) لڑکے کی بیمار پرسی کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے گھر تشریف لے گئے اس بیمار لڑکے کے سرہانے بیٹھے اور ارشاد فرمائے (اے لڑکے تو نے میری بہت خدمت کی ہے میں چاہتا ہوں کہ تُو مرنے کے بعد آرام سے رہے اس لئے) تُو مسلمان ہو جا۔ اس وقت لڑکے کا باپ اس کے پاس موجود تھا۔ لڑکا اپنے باپ کی

طرف (مشورہ لینے کے لئے) دیکھنے لگا۔ باپ نے کہا (اچھا بیٹا) ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو فرمارہے ہیں اس کو سن لو اور مسلمان ہو جاؤ۔ چنانچہ وہ لڑکا مسلمان ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے گھر سے یہ فرماتے ہوئے باہر نکلے کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے لڑکے کو دوزخ سے بچالیا۔ اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف سے کئی مسائل معلوم ہوئے۔ ایک مسئلہ تو یہ ہے جیسا کہ عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ کافر سے خدمت لینا جائز ہے ایسا ہی نابالغ بچہ سے بھی خدمت لینا جائز ہے، اس حدیث شریف سے دوسرا مسئلہ یہ معلوم ہوا جیسا کہ مرقات اور بستان فقیہ ابواللیث میں مذکور ہے کہ ذمّی کافر بیمار ہو تو اس کی بیمار پرسی کے لئے جانا جائز ہے اور خزانۃ الفتاوی میں مذکور ہے کہ یہودی، مجوسی اور فاسق کی بیمار پرسی کے لئے جانا جائز ہے۔ اس کے جواز اور اس پر فتوی ہے اور تیسرا مسئلہ یہ ہے جو مرقات میں مذکور ہے کہ بیمار کے پاس بیمار پرسی کے لئے جانے والے کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ بیمار کے سرہانے بیٹھ کر بیمار پرسی کرے۔ اس حدیث سے چوتھا مسئلہ یہ معلوم ہوا جو عمدۃ القاری اور مرقات میں مذکور ہے کہ بچہ کا اسلام لانا صحیح ہے، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو دوزخ سے نجات ملنے کی خوشبری دیئے، اگر بچہ کا اسلام لانا صحیح نہ ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو اسلام لانے کے لئے نہ فرماتے، اور اس کے اسلام لانے کے بعد نجات کی خوشخبری نہ دیتے۔ بچہ کا اسلام لانا صحیح ہونے کی تائید حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اسلام سے ہوتی ہے کہ آپ بھی بچپن ہی میں اسلام قبول فرمائے تھے اور امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کا یہی مذہب ہے جس کی تائید مذکورہ واقعات سے ہوتی ہے۔ 12

بیمار پرسی کے آداب

پہلی حدیث

7/3206۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ بیمار کے پاس جب بیمار پرسی کے لئے جائیں تو بیمار پرسی کے آداب کے منجملہ یہ ہے کہ بیمار کے پاس تھوڑی دیر بیٹھ کر جلد اٹھ جائیں دیر تک بیمار کے پاس نہ بیٹھیں اور بیمار کے پاس

شوروغل نہ ہونے دیں (اس لئے کہ بیمار بیماری کی تکلیف میں مبتلا رہتا ہے اس کے پاس اس طرح کے حرکات کرنے سے اس کی تکلیف میں اوراضافہ ہوجاتا ہے اور بیمار کو بہت سی ضرورتیں درپیش ہوتی ہیں، زیادہ دیر تک بیمار کے پاس بیٹھنے سے بیمار کو اپنی ضرورتیں روکے رکھنا پڑتا ہے اس سے بھی اس کو تکلیف ہوتی ہے) (ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بھی فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار تھے اور آپ کی بیماری نے شدت اختیار کی تھی، ایسے وقت میں ایک معاملہ پیش آیا آہستہ آہستہ گفتگو ہوتی رہی اور جب گفتگو بہت طویل ہوئی تو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے آپ لوگ اس وقت میرے پاس سے چلے جائیں (آئندہ احتیاط رکھیں کہ بیمار کے پاس زیادہ دیر تک نہ بیٹھیں اور نہ بیمار کے پاس طویل گفتگو کریں) اس کی روایت رزین نے کی ہے۔

دوسری حدیث

8/3207۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ (مسلمانو! بیمار کے پاس جب بیمار پرسی کے لئے جاؤ تو بہت تھوڑی دیر ٹھہر کر فوراً اٹھ جایا کرو، تھوڑی دیر کی مقدار تو اس طرح سمجھو کہ اونٹنی کا جب دودھ دوھتے ہیں تو بہت تھوڑی دیر وقفہ کرکے بقیہ دودھ دوھیا کرتے ہیں (دونوں دودھ دوھنے کے درمیان میں وقفہ چند لمحوں کا ہوتا ہے بس بیمار کے پاس بیمار پرسی کرنے کے لئے چند لمحے ٹھیرنا چاہئے زیادہ دیر ٹھیر کر بیمار کو تکلیف نہ دو)

9/3208۔ اور سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس طرح مروی ہے کہ بیمار پرسی کے لئے جب بیمار کے پاس جائیں تو افضل یہ ہے کہ کچھ بیٹھے نہ بیٹھے کہ فوراً اٹھ کھڑے ہوجائیں۔ اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

بیمار جس چیز کی خواہش کرے اس کو کھلا دینا چاہئے

10/3209۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک صاحب کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے گئے تھے

تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے فرمائے تمہارا دل کیا کھانا چاہتا ہے؟ تو وہ صاحب عرض کئے حضور! میرا دل گیہوں کی روٹی کھانا چاہتا ہے تو حضور فرمائے اگر میرے پاس گیہوں کی روٹی ہوتی تو میں خود بھیجتا۔ صاحبو! تم میں سے بھی ہر ایک کے پاس گیہوں کی روٹی نہیں ہوگی اس لئے کہ ہماری زاہدانہ زندگی ہے) اگر کسی کے پاس گیہوں کی روٹی ہو تو وہ اس کو اپنے اس بیمار بھائی کے پاس بھیج دے (اس لئے کہ اگر کسی مریض کو یقیناً کوئی چیز مضر ہو تو یہ اور بات ہے خواہ مخواہ مریض کو سخت پرہیز نہیں کرانا چاہئے بعض وقت مریض کو اس کی خواہش کے موافق کھلایا جائے تو یہ اس کی صحت کا ذریعہ ہوجاتا ہے اور بعض وقت مریض قریب المرگ ہوتا ہے اس کو پرہیز کرانے سے کیا فائدہ۔ اس کو اس کی خواہش کے موافق کھلا دینا چاہئے تاکہ موت سے پہلے اس کی خواہش پوری ہوجائے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جب تمہارا کوئی بیمار کسی چیز کی خواہش کرے تو تم اس کو وہ چیز کھلا کر اس کی خواہش پوری کردو۔ (اس حدیث کا ترجمہ مرقات اور اشعۃ اللمعات کے موافق کیا گیا ہے) اس حدیث کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

مریض کا کوئی حال پوچھے تو کس طرح جواب دینا چاہئے

11/3210۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار تھے یہ وہی بیماری تھی جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے باہر تشریف لائے۔ لوگ آپ کی بیماری کی وجہ سے بہت بے چین تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لوگ دریافت کئے اے ابوالحسن! فرمائیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیسے ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ خیال فرمائے کہ اصلی کیفیت تو طبیب سے کہنا چاہئے عوام کو کہنے سے کیا فائدہ اس لئے) حضرت علی رضی اللہ عنہ (لوگوں سے) فرمائے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی نعمت شامل حال رہتی ہے، الحمدللہ حضور کا جو حال ہے وہ بہتر ہے

(ایسا ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالی کو منظور ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ فرما کر تعلیم دے رہے ہیں کہ مریض کی حالت جب دریافت کی جائے تو ایسے ہی بیان کرنا چاہئے۔ جیسے میں بیان کیا ہوں۔) اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔

بیمار پرسی کو جانے والے کیلئے خوشخبری

پہلی حدیث

12/3211 ۔ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جب ایک مسلمان اپنے بھائی مسلمان کی بیمار پرسی کو جاتا ہے تو اس کی بیماری سے واپس آنے تک (اپنے کو سمجھے کہ میں جنت میں ہوں اور) جنت میں میوہ خوری کررہا ہوں (اس سے مراد یہ ہے کہ بیمار پرسی کرنے والا جنت کا مستحق ہوجاتا ہے۔ یہ ہے خدا کی دین کہ ذرا سے نیک کام پر اتنا بڑا ثواب عطا فرماتے ہیں۔ اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

دوسری حدیث

13/3212 ۔حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ جو مسلمان صبح کے وقت کسی مسلمان مریض کی بیماری پرسی کرتا ہے تو اس کے لئے ستر ہزار فرشتے شام تک دعاء مغفرت کرتے رہتے ہیں اور جو مسلمان شام کے وقت کسی مریض کی بیمار پرسی کرتا ہے تو اس کے لئے صبح ہونے تک ستر ہزار فرشتے دعاء مغفرت کرتے رہتے ہیں، اور بیمار پرسی کرنے والے کے لئے جنت میں ایک باغ تیار کیا جاتا ہے۔

اس کی روایت ترمذی اور ابوداؤد نے کی ہے۔

بیمار پرسی کرنے، کھانا کھلانے اور پانی پلانے کا ثواب

14/3213 ۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالی ارشاد فرمائیں گے اے ابن آدم! میں بیمار ہوا تھا تو نے میری بیمار پرسی نہیں کی، بندہ عرض کرے گا پروردگار! میں کیسے آپ کی عیادت کرتا آپ رب العالمین ہیں (ایک لحظہ آپ عالم سے غافل نہیں ہوسکتے ہیں، اگر آپ بیمار ہوجائیں تو عالم کی نگرانی نہیں ہوسکتی اس لئے نہ آپ بیمار ہوسکتے اور نہ میں آپ کی بیماری پرسی کرسکتا) اللہ تعالی فرمائیں گے کہ کیا تو نہیں جانتا تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تھا اور تو نے اس کی عیادت نہیں کی، اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے ضرور اس کے پاس پاتا (اور میں تجھ پر رحمت کرتا اور تجھ سے راضی ہوجاتا) ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا۔ بندہ عرض کرے گا پروردگار! میں آپ کو کیسے کھانا کھلاسکتا تھا، حالانکہ آپ سارے عالم کے پرورش کرنے والے ہیں (سب کو آپ ہی کھلاتے ہیں اور آپ نہیں کھاتے ہیں) اللہ تعالی فرمائیں گے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا اور تو نے اس کو کھانا نہیں کھلایا، اگر تو اس کو کھانا کھلا دیا ہوتا تو ضرور اس کھانے کا ثواب میرے پاس پاتا۔ ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا مگر تو نے مجھے پانی نہیں پلایا۔ بندہ عرض کرے گا پروردگار! میں آپ کو کیسے پانی پلاتا حالانکہ آپ رب العالمین ہیں (کسی چیز کے آپ محتاج نہیں ہیں، سب آپ ہی کے محتاج ہیں) اللہ تعالی فرمائیں گے میرے فلاں بندہ نے تجھ سے پانی مانگا تو نے اس کو پانی نہیں پلایا، سن! اگر تو اس کو پانی پلایا ہوتا تو اس پانی پلانے کا ثواب میرے پاس پاتا۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

بیمار پرسی کرنے والے کے لئے ایک اور خوشخبری

15/3214۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جو شخص (محض ثواب کے نیت سے) کسی بیمار کی بیمار پرسی کرتا ہے تو اس کے لئے آسمان کا ایک فرشتہ یہ ندا دیتا ہے (اے بیمار پرسی

کرنے والے) تو بڑا خوش تقدیر ہے (دنیا میں بھی بیمار پرسی کرنے کی وجہ سے تجھے بھلائی دی جائے گی اور آخرت کا کیا پوچھنا کہ بہتر سے بہتر بھلائی تیرے لئے رکھی گئی ہے اور بیمار پرسی کے لئے جو قدم تو اٹھایا ہے اس سے تو یہ نہ سمجھنا کہ تو نے دنیا کا رستہ طے کیا ہے بلکہ) مبارک ہو تجھ کو کہ تو نے جنت کے مراتب اور درجات طے کرتا چلا گیا ہے، تو نے بیمار پرسی کیا کی ہے کہ بیمار پرسی کے صلہ میں جنت میں تو نے اپنا گھر بنالیا ہے۔ اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

باوضو عیادت کرنے کی فضیلت

16/3215 ۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جو شخص اچھی طرح سنن اور مستحبات کی پابندی کے ساتھ وضو کرے اور محض ثواب کی نیت سے اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرے تو وہ شخص (عیادت کی وجہ سے) دوزخ سے بہت دور ہوگا جس کی مسافت ساٹھ سال کی ہوگی۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں وضو کر کے عیادت کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس لئے کہ عیادت عبادت ہے اور عبادت وضو کے ساتھ ہو تو کامل اور افضل ہوتی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جب عیادت کو جائے گا تو وہاں مریض کے لئے دعا کرے گا اور دعا باوضو ہو تو جلد قبول ہوتی ہے اس لئے باوضو عیادت کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اسی لئے باوضو عیادت کرنا سنت ہے۔ مرقات

بیمار پرسی کو جانے والا رحمت خداوندی میں غرق ہوتا ہے

17/3216 ۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جب کوئی شخص کسی بیمار کی بیمار پرسی کے لئے چلتا ہے تو وہ بیمار کے پاس جا کر بیٹھنے تک رحمت الٰہی کی دریا میں تیرتا ہوا جاتا ہے اور جب وہ بیمار کے پاس بیٹھ جاتا ہے تو رحمت الٰہی کی دریا میں غرق ہو جاتا ہے۔ اس کی

روایت امام مالک اور امام احمد نے کی ہے۔

بیمار پرسی کو جانے والا کیا دعا کرے

پہلی حدیث

18/3217 ۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک شخص کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے گئے وہ شخص جنگل اور کھیڑوں میں رہنے والا تھا (تہذیب اور گفتگو کے آداب سے بے خبر تھا) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب آپ کسی مریض کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے تو

لَا بَاسَ طُهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ

(تم اس بیماری سے گھبراؤ نہیں، یہ بیماری مہلک نہیں ہے بلکہ) تمہارے گناہوں کو پاک کرنے والی ہے۔ان شاء اللہ! فرمایا کرتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسب معمول اس دیہاتی آدمی سے بھی یہی فرمائے تو (اس دیہاتی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کی کچھ قدر نہ کی، اپنے اکھڑ پن سے) کہنے لگا حضور! (آپ تو فرماتے ہیں کہ یہ بیماری مہلک نہیں مگر) مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیماری اس بڈھے کو قبر میں پہونچا کر رہے گی۔ دیکھئے ایک بڈھے ناتوان کو کس قدر بخار ہے (دیگ کی طرح) تمام جسم کو ابال رہا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دیہاتی کو یہ کہتے ہوئے سن کر فرمائے (تم نے خدا کی نعمت کا کچھ شکر ادا نہ کیا) پھر تو اچھا ایسا ہی ہوگا جیسا تم کہہ رہے ہو۔

اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

دوسری حدیث

19/3218 ۔ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جب تم کسی بیمار کی بیمار پرسی کو جاؤ (اس سے ایسے الفاظ کہو جن سے اس کا دل خوش ہو جائے مثلاً یوں کہو) کہ اللہ تعالی تمہاری عمر دراز کرے (کوئی فکر کی بیماری نہیں ہے اللہ تعالی تم کو صحت دے ایسے دل خوش کن الفاظ کہنے سے مریض کا دل خوش ہو جاتا ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے ہیں کہ تمہارے اس طرح کہنے سے تقدیر الٰہی تو نہیں بدل سکتی (جو ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا) لیکن اس سے بیمار کا دل خوش ہو جائے گا (اور بعض وقت اس سے اس کی بیماری میں بھی تخفیف ہو جاتی ہے اور بیمار کو بیماری کی تکلیف کم محسوس ہوتی ہے

اس حدیث کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

بخار کے مریض کے لئے خوش خبری

20/3219۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک صاحب کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے گئے (جو بخار میں مبتلا تھے) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے فرمائے (سنو! بخار کو تم سمجھے کہ یہ کیا ہے؟) میں تم کو خوش خبری دیتا ہوں سنو! اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ بخار میری آگ ہے جس کو دنیا ہی میں اپنے بندۂ مومن پر مسلط کر دیتا ہوں تا کہ قیامت کے دن اپنے گناہوں کے بدلے میں آگ میں جھونکے جانے سے بچ جائے (دنیا ہی میں یہ بخار جو مثل آگ کے ہے دوزخ کی آگ کا بدل ہو جائے، اور آخرت میں یہ دوزخ کی آگ سے محفوظ رہے) اس حدیث کی روایت امام احمد اور ابن ماجہ نے کی ہے اور بیہقی نے بھی اس کی روایت شعب الایمان میں کی ہے۔

بیمار کے لئے شفاء کی دعاء کرنے کا بیان

پہلی حدیث

21/3220۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ

فرماتی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب ہم میں سے کوئی بیمار ہوجاتا تو حضور اپنا سیدھا ہاتھ بیمار پر پھیرتے، اور یہ دعا پڑھتے: اَذْهِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَاشِفَاءَ اِلَّا شِفَائُکَ شِفَاءً لَا یُغَادِرُ سُقْمًا

اے لوگوں کے پروردگار (پرورش بھی آپ ہی کرتے ہیں، صحت بھی آپ ہی دیتے ہیں) آپ ہی (اس بیمار کی) بیماری کو دور کیجئے (اس بیمار کو) بیماری سے شفاء دیجئے۔ آپ ہی شافی ہیں، شفاء آپ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے، آپ کے سوا کوئی شفاء دینے والا نہیں، اس مریض کو ایسی شفاء عطا فرمایئے کہ کوئی بیماری باقی نہ رہے۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

دوسری حدیث

22/3221۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جب کوئی شخص کسی مریض کے پاس عیادت کو جائے تو اس کو اس مریض کے پاس یہ دعا پڑھنی چاہئے:۔

اَللّٰهُمَّ اشْفِ عَبْدَکَ یَنْکَأُ لَکَ عَدُوًّا اَوْ یَمْشِیْ لَکَ اِلٰی جَنَازَةٍ

الٰہی اس بیمار کو شفاء دیجئے (تاکہ یہ آپ کے دین کی مدد کرے) آپ کے دین کے مخالف (جو کفار) ہیں ان سے جہاد کرے (اور مسلمانوں کی ہمدردی کرے) ان کے جنازے کے ساتھ جائے۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

تیسری حدیث

23/3222۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ جب کسی شخص کے بدن کے کسی حصہ میں کوئی بیماری لاحق ہوجاتی تو کسی کو پھوڑا ہوتا یا کوئی زخم ہوجاتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی (شہادت کی انگلی پر اپنا مبارک تھوک لیتے اور اس کو زمین پر رکھتے، جس سے تھوک میں مٹی مل جاتی تھی، یہ

مٹی ملی ہوئی تھوک کی) انگلی کو (بیمار کی اس جگہ پر) رکھتے (جہاں کوئی درد ہو یا پھوڑا ہو یا زخم ہو۔اوراس جگہ پر) ملتے ہوئے یہ دعا پڑھتے :

بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ اَرْضِنَا بِرِيْقَةِ بَعْضِنَا يُشْفٰى سَقِيْمُنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا

اللہ تعالی کے نام (کی برکت) سے ہماری سرزمین کی یہ مٹی ہم میں سے کسی کے تھوک کے ذریعہ ہمارے بیمار پر یا اس بیمار کے زخم پر یا اس کے پھوڑے پر جو ملی جارہی ہے الٰہی اس بیمار کو) آپ کے حکم سے شفاء ہو جائے۔

(اب رہی یہ بات کہ حدیث شریف میں تھوک کو مٹی سے ملا کر یہ جو علاج کیا گیا ہے وہ ایسے اسرار میں سے ہے جن کا سمجھنا ہماری عقلوں سے باہر ہے جیسے حضور عمل کئے ہیں، ایسے ہی عمل کرو، اور اللہ تعالی سے شفاء کی امید رکھو جیسا کہ اشعۃ اللمعات میں مذکور ہے۔

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

چوتھی حدیث

24/3223۔ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارک یہ تھی کہ جب آپ بیمار ہوتے تو مُعوَّذات یعنے سورۂ قل اعوذ برب الفلق، سورۂ قل عوذ برب الناس ،(اوران دونوں کے پہلے) قل یاایھا الکافرون اور قل ھو اللہ احد (ان چاروں سورتوں کو) پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں پر پھونکتے اور دونوں ہاتھوں کو جہاں تک پہونچ سکے اپنے جسم پر مل لیتے تھے (حدیث شریف میں معوذات جو جمع کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ قل یا ایھا الکافرون اور قل ھو اللہ احد کو بھی معوذات میں شریک کر کے معوذات جمع کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اگرچہ کہ سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص میں تعوذ کا ذکر نہیں ہے، مگر سورۂ فلق اور سورۂ ناس میں تعوذ کا ذکر ہونے سے ان دونوں سورتوں کو تغلیباً یعنے غالب کر کے سورۂ کافرون

اورسورۂ اخلاص کوضمنی طور پر معوذات میں شریک کیا گیا ہے، جیسا کہ عسقلانی سے مرقات میں مذکور ہے) حضرت ام المومنین فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اس بیماری سے بیمار ہوئے جس میں آپ دنیا سے تشریف لے گئے (تو حضور کو معلوم ہوگیا کہ آپ اس بیماری میں دنیا سے تشریف لے جائیں گے۔ اس لئے آپ خود معوذات حسب عادت نہ پڑھے اور نہ اپنے پر پھونک لئے مجھے حضور کی صحت کی بیحد فکر تھی اس لئے) میں انھیں معوذات کو خود پڑھتی تھی اور حضور کے ہاتھوں پر پھونک کر حضور کے ہاتھوں کو ہی حضور کے جسم پر ملا کرتی تھی (تاکہ حضور کے ہاتھوں کی برکت سے اور ان معوذات کے پڑھنے سے حضور کو جلد صحت ہو جائے) اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

25/3224۔ اور مسلم کی ایک روایت میں اس طرح مذکور ہے ام المومنین فرماتی ہیں کہ جب گھر والوں میں سے کوئی بیمار ہو جاتے تو حضور معوذات پڑھکر بیمار پر دم کر دیا کرتے تھے (مسلم کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ معوذات کو پڑھکر اپنے ہاتھوں پر دم کر کے مریض کے جسم پر ملے بغیر صرف مریض کے جسم پر پھونک دینا بھی کافی ہے)

پانچویں حدیث

26/3225۔ عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا حضور میرے جسم کے فلاں حصہ میں درد رہتا ہے (حضرت عثمان بن ابی العاص جسم کے جس حصہ میں درد تھا اس کی صراحت نہیں کئے اس لئے کہ صراحت کرنے سے کوئی فائدہ نہیں تھا) ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے کہ تمہارے جسم کے جس حصہ میں درد ہو رہا ہے اس حصہ پر ہاتھ رکھ کر تین دفعہ بسم اللہ کہو، اور سات دفعہ ''اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ'' بھی کہو (اس دعا کا ترجمہ یہ ہے کہ الٰہی ہر چیز پر آپ غالب ہیں کوئی چیز آپ

کی قدرت سے باہر نہیں ہے مجھ سے یہ درد بہت ستا رہا ہے اس لئے میں آپ کی عزت اور قدرت کی پناہ میں آ کر دعا کرتا ہوں کہ جس درد کو میں پا رہا ہوں اور ڈر رہا ہوں کہ یہ درد اور زیادہ نہ ہوجائے اس درد کے شر سے مجھے بچایئے اور یہ درد مجھ سے دور کردیجئے)۔ حضرت عثمان بن ابی العاص کہتے ہیں کہ میں نے حضور کے اس ارشاد کی تعمیل کی کیا کہوں! حضور کے یہ سکھلائے الفاظ میں کیا اثر تھا جیسے ہی میں یہ الفاظ ادا کیا، اللہ تعالی میرے سارے درد کو دور کردیا۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

چھٹی حدیث

27/3226 ۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے (اور آپ کو کچھ بیمار پائے) تو فرمائے یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ کا مزاج کیسا ہے کیا آپ بیمار ہیں؟ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے ہاں (میں بیمار ہوں) تو جبرئیل علیہ السلام (بیماری دور ہونے کے لئے) یہ دعا پڑھے: بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْئٍ يُوْذِيْكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ اَوْعَيْنٍ حَاسِدٍ اَللّٰهُ يَشْفِيْكَ بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ ط

اللہ تعالی کا نام لے کر آپ کے لئے دعاء کرتا ہوں کہ اللہ تعالی آپ کو ہر ایذاء دینے والی چیز سے محفوظ رکھے، ہر شخص کے شر سے اور حاسد کی نظر بد سے آپ کو بچائے، اور اللہ تعالی آپ کو شفاء عطا فرمائے۔ الٰہی میں آپ کے نام سے پھر دعا کرتا ہوں کہ حضور ہر مرض سے محفوظ رہیں۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ساتویں حدیث

28/3227 ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن اور حضرت حسین جب بچے تھے تو ان کی حفاظت کے لئے ذیل کے الفاظ فرما کر ان

دونوں صاحبزادوں) کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتے تھے وہ الفاظ یہ تھے

أُعِيذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ

(حسن اور حسین) تم دونوں کو میں اللہ تعالیٰ کے کلمات تامہ (یعنے اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ اور آسمانی کتابیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتاری گئیں ہیں اور جو ہر قسم کے نقصان سے پاک ہیں ان) کی حفاظت میں دیتا ہوں ہر (سرکش ضرر رساں جنات اور انسان اور) شیطان (کے شر) سے اور ہر موذی (زہریلے) جانور (کے شر سے بھی اور ہر نظر بد (کے) شر سے بھی (جو طرح طرح کے نقصان پہونچاتی ہے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرماتے تھے (بیٹا! حسن وحسین جیسے میں تم دونوں کی حفاظت کے لئے مذکور الصدر دعا پڑھا کرتا ہوں) تمہارے باپ (حضرت ابراہیم علیہ السلام ابھی حضرت اسمعیل اور حضرت اسحٰق علیہ السلام (کی تمام آفات سے حفاظت) کے لئے یہی دعا پڑھا کرتے تھے۔ اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

آٹھویں حدیث

29/3228۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان کی بیمار پرسی کے لئے جا کر اس کے پاس بیٹھ کر ذیل کی دعا سات مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس بیمار کو ضرور اس بیماری سے شفاء عطاء فرمائیں گے ہاں اگر اس شخص کی موت ہی آ گئی ہو تو وہ اور بات ہے (موت کا وقت ٹل نہیں سکتا) وہ مذکورہ دعاء یہ ہے:۔

أَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَنْ يَّشْفِيَكَ ط

(بیمار کی طرف متوجہ ہو کر کہے) بڑی عظمت خدا سے جو عرش عظیم کا رب ہے

درخواست کرتا ہوں کہ وہ تم کو (تمہارے اس مرض سے جلد) شفاء دے۔

اس کی روایت ابوداؤد اور ترمذی نے کی ہے۔

نویں حدیث

30/3229۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بخار اور تمام دردوں کے لئے مریض کو اور مریض کی عیادت کرنے والوں کو ذیل کی دعاء سکھایا کرتے تھے کہ مریض بھی اور عیادت کرنے والے بھی اس دعا کو پڑھا کریں (وہ دعا یہ ہے)

بِسْمِ اللّٰهِ الْكَبِيْرِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ مِنْ شَرِّ كُلِّ عِرْقٍ نَعَّارٍ وَمِنْ شَرِّ حَرِّ النَّارِ

(اگر کوئی بیمار یہ دعا پڑھے تو یہ نیت کرے کہ) میں بڑی شان والے اللہ کے نام کی برکت سے عظمت والے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں (اور اگر کوئی عیادت کرنے والا اس دعا کو پڑھنا چاہے تو وہ اس دعا کو اس نیت سے پڑھے کہ) میں بڑی شان والے اللہ کے نام کی برکت سے اس بیمار کو عظمت والے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں، ہر رگ کے شر سے جس میں خون جوش مار رہا ہو (جو سبب بنتا ہے بخار کا اور سارے دردوں کا اور بخار کی حرارت جو کہ نمونہ ہے) دوزخ کی آگ کا (اس سے اللہ تعالی مریض کو بچائے) ۔اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

دسویں حدیث

31/3230۔ ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ جو شخص خود بیمار ہو یا اس کا کوئی دوست بیمار ہو گیا ہو تو ذیل کی دعاء خود بیمار پڑھے یا بیمار پرسی کے لئے جانے والا بیمار کے پاس بیٹھ کر) پڑھے (اور وہ دعا یہ ہے)

رَبُّنَا اللّٰهُ الَّذِیْ فِی السَّمَاءِ تَقَدَّسَ اسْمُکَ اَمْرُکَ فِی السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ کَمَا رَحْمَتُکَ فِی السَّمَاءِ فَاجْعَلْ رَحْمَتَکَ فِی الْاَرْضِ اِغْفِرْلَنَا حُوْبَنَا وَخَطَایَانَا اَنْتَ رَبُّ الطَّیِّبِیْنَ اَنْزِلْ رَحْمَةً مِّنْ رَحْمَتِکَ وَشِفَاءً مِنْ شِفَاءِکَ عَلٰی هٰذَا الْوَجْعِ ط

(ہمارا پروردگار وہ ہے کہ جس کی بلا شرکت غیر آسمانوں میں عبادت کی جاتی ہے، ایسا ہی زمین میں بھی اس کی عبادت ہوتی ہے مگر معبودان باطل بھی زمین پر عبادت میں شریک کرلئے جاتے ہیں اس طرح آسمانوں میں نہیں ہے، اس لئے کہا گیا ہے کہ) ہمارا پروردگار تو وہ ہے جو آسمانوں میں ہے (آپ کی ذات کی طرح) آپ کا نام بھی (اس طرح پاک ہے (کہ جو آپ کا نام لیتا ہے اس کا دل بھی پاک ہوجاتا ہے) آپ کی حکومت جیسے آسمانوں میں ہے۔ ویسے زمین پر بھی ہے (مگر آسمان والے گناہوں سے پاک ہونے کی وجہ سے آپ کی رحمت خاص ان ہی پر ہے، اگرچہ زمین والے گناہوں کی وجہ سے آپ کی رحمت کے مستحق نہیں ہیں مگر محض اپنے فضل وکرم سے) آپ زمین والوں پر بھی اپنی رحمت نازل کیجئے۔ ہمارے کبیرہ گناہوں کو اور ہماری خطاؤں کو معاف کردیجئے (تاکہ ہم آپ کی رحمت کے مستحق ہوجائیں اور گناہ معاف ہونے کی وجہ سے ہمارا شمار بھی پاک لوگوں میں ہوجائے) آپ پاکوں کے پروردگار ہیں اگر ہم پر آپ کا فضل وکرم ہوجائے تو ہم بھی پاک ہوجاتے ہیں، جیسے آپ کی رحمت پاکوں پر ہے۔ ایسا ہی ہم پر بھی آپ کی رحمتوں میں سے رحمت نازل ہو اور (گناہوں کی شامت سے ہم بیماریوں میں مبتلا ہوگئے ہیں جب آپ ہمارے گناہ معاف کردئے ہیں تو آپ جو شفاء نازل فرماتے ہیں اس میں سے ہمارے مریض کی) اس تکلیف (اور مرض) پر بھی شفاء نازل فرمائیے (تاکہ ہمارا مریض صحتیاب ہوجائے۔

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے ہیں کہ) اس طرح (دعا کرنے) سے بیمار کو شفاء ہوجائے گی۔ اس حدیث کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

معمولی بیماریوں میں بھی عیادت کرنا جائز ہے

32/3231۔ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایک دفعہ) مجھے آشوب چشم ہو گیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آشوب چشم کی وجہ سے میری عیادت فرمائے (اگرچہ کہ اور بیماریوں میں عیادت سنت مؤکدہ ہے (جیسا کہ مرقات میں شرعۃ الاسلام کے حوالہ سے مذکور ہے مگر آشوب چشم میں جو عیادت کی گئی تھی وہ سنت مؤکدہ نہیں ہے) اس حدیث کی روایت امام احمد اور ابوداؤد نے کی ہے (آشوب چشم کی وجہ سے حضور جو عیادت فرمائے ہیں وہ مثل اور عیادتوں کے سنت مؤکدہ نہیں تھی اس لئے

33/3232۔ بیہقی اور طبرانی کی ایک روایت میں مرفوعاً مروی ہے کہ تین بیماریاں ایسی ہیں جن کے لئے عیادت کرنا (سنت مؤکدہ) نہیں ہے (اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ ان تین بیماریوں میں عیادت کرنا ممنوع ہے بلکہ ان تین بیماریوں میں کوئی عیادت کرے تو جائز ہے، ہاں سنت مؤکدہ نہیں ہے، اسی وجہ سے آشوب چشم کے مرض کی حضور عیادت فرمائے ہیں وہ تین بیماریاں جن میں عیادت کرنا سنت مؤکدہ نہیں ہے بلکہ جائز ہے اور ممنوع نہیں ہے وہ یہ ہیں آنکھ میں درد ہو یا آشوب چشم ہو یا داڑھ کا درد ہو۔ اسی لئے مرقات میں ازھار سے نقل کیا ہے کہ وہ تمام بیماریاں جن میں کوئی خوف کی بات نہ ہو، جیسے سر کا درد یا دنبل وغیرہ ان کی بھی عیادت ممنوع نہیں ہے۔ سنت مؤکدہ بھی نہیں ہے بلکہ جائز ہے چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ ان امراض میں بھی عیادت کرنے سے عیادت کا ثواب ملے گا)۔

کبھی مصیبتیں گناہوں کے کفّارہ کے لئے بھی آتی ہیں

پہلی حدیث

34/3233۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ (مصیبتیں ہمیشہ گناہوں کی وجہ سے ہی نہیں آیا کرتی ہیں، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ) جب اللہ تعالی کسی بندہ کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں تو اس پر مصیبتیں اتارتے ہیں (کبھی مال کا نقصان ہوتا ہے کبھی اولاد کی وجہ سے پریشانی آتی ہے اور کبھی خود اس پر آفتیں آتی ہیں۔ اس کی وجہ سے اس کو گناہوں سے پاک کرتے ہیں اور اس کے درجے بلند کرتے ہیں، اے مصیبت زدہ جب تجھ پر مصیبتیں آئیں تو گھبرانا نہیں، بہت استقلال کے ساتھ برداشت کئے جانا۔ اللہ تعالی سے ہمیشہ راضی اور خوش رہنا، پھر دیکھ کیسے تجھ پر خدا کی مہربانی ہوتی ہے تجھے گناہوں سے پاک کرتے ہیں اور آخرت میں بڑے درجے دیتے ہیں) اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔

دوسری حدیث

35/3234 ۔ انس رضی اللہ عنہ سے (یہ حدیث قدسی اسی طرح) مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ اللہ تعالی جو تمام عالم کا پرورش کرنے والا ہے پاک ہے اور بڑی شان والا ہے وہ قسم کھا کر اس طرح ارشاد فرماتا ہے (اس سے آئندہ مضمون کی اہمیت کا اندازہ کرو) وہ ارشاد یوں ہو رہا ہے، میرے عزت وجلال کی قسم جب میں کسی بندہ کو کہ جس سے میں راضی ہوتا ہوں اور اس کی مغفرت کرنا چاہتا ہوں تو میں اس کو دنیا سے اس وقت تک نہیں لے جاتا جب تک کہ اس کے جسم میں بیماری دے کر اور اس پر اس کی روزی تنگ کر کے اس کو اس کے گناہوں سے پاک وصاف نہ کروں (اے وہ شخص جو بیماریوں میں مبتلا ہے یا روزی کی وجہ سے پریشان ہے، یہ ارشاد سن کر بہت استقلال کے ساتھ برداشت کئے جانا ان سب مصیبتوں کو اللہ کی مہربانی کا سبب سمجھنا، دنیا چند روزہ ہے ختم ہو جائے گی، ان مصیبتوں کی وجہ سے اللہ تعالی تجھ سے

راضی اور خوش رہے گا۔ اس حدیث کی روایت رزین نے کی ہے۔

تیسری حدیث

36/3235۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں (مسلمانو! تم سمجھتے ہوں گے کہ تم کو جو مصیبت اور تکلیف پہونچتی ہے اس کا کچھ صلہ نہیں ہے! نہیں! نہیں! تم نے جو خدا کا دین قبول کیا ہے اس کی وجہ سے اللہ تعالی کے پاس تمہاری بڑی قدر ہے سنو!) جس مسلمان کو کسی زخم سے یا پھوڑے پھنسی کی وجہ سے تکلیف ہو یا اس کو کوئی دائمی مرض ہو گیا ہو جس سے اس کو تکلیف ہوتی رہتی ہے اور طرح طرح کے افکار سے گھل رہا ہو۔ یا مرغوب چیز کے نہ ملنے سے رنج ہو، یا کسی سے کوئی ایذا پہونچ رہی ہو یا کسی وجہ سے غمگین ہو (یا چھوٹی سی چھوٹی مصیبت میں مبتلا ہو مثلاً) کانٹا چبھ گیا ہو، اور کھٹک رہا ہو تو (اے مسلمان یہ نہ سمجھنا کہ تیری ساری تکالیف رائیگاں جا رہی ہیں نہیں! نہیں! تیری ہر تکلیف کے بدلہ میں) اللہ تعالی تیرے گناہ مٹا رہے ہیں (تجھ کو گناہوں سے پاک وصاف کرکے دنیا سے لے جانا چاہتے ہیں خوب سمجھ لے کہ محبوب کی مار میں بھی لذت ملتی ہے یہ سب تکالیف خدا کی طرف سے ہو رہی ہیں سمجھ کر تجھے ان تکالیف میں لذت لینا چاہئے اگر لذت نہ لے سکے تو یہ تو سمجھنا چاہئے کہ ان سب تکلیفوں کا مجھے صلہ مل رہا ہے اور گناہ معاف ہو رہے ہیں (تو تجھے صبر کرنا چاہئے) اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

چوتھی حدیث

37/3236۔ عامر الرام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیماریوں کا ذکر فرما رہے تھے (اثناء ذکر میں

بیماریوں کی فضیلت اس طرح بیان فرمائے) کہ جب کوئی مسلمان بیمار ہو جاتا ہے اور بیماریوں کی سختی جھیلنے کے بعد اس کو شفاء ہو جاتی ہے تو اس بیماری سے اس کے گزشتہ گناہ مٹادئے جاتے ہیں اور اس کو نصیحت ہوتی ہے، آئندہ کے لئے (کہ گناہوں کی شامت سے بیماریاں آئی تھیں اللہ کا شکر ہے کہ بیماری شفاء ہوگئی اور گناہ مٹادئے گئے۔ آئندہ مجھے گناہ نہ کرنا چاہئے مسلمان کو اللہ تعالی کا خوف ہوتا ہے اس لئے وہ اس طرح کی نصیحت لیتا ہے) بخلاف منافق کے (کہ اس کو اللہ تعالی کا خوف نہیں) جب وہ بیمار ہو کر اچھا ہو جاتا ہے تو اس کی مثال اس اونٹ کی طرح ہے کہ جس کو اس کے مالک نے باندھ کر پھر چھوڑ دیا ہو، وہ نہیں جانتا کہ اس کو کس لئے باندھا تھا اور کس لئے اس کو چھوڑ دیا۔ (ایسے ہی منافق کو خبر ہی نہیں کہ کیوں بیمار کیا گیا اور کیوں شفاء دی گئی۔ نہ گزشتہ گناہوں پر نادم ہوتا اور نہ آئندہ کے لئے اس کو نصیحت ہوتی ہے سامعین میں سے) ایک شخص نے کہا، یارسول اللہ صلی اللہ (آپ بیماری کی فضیلت تو بیان فرمارہے ہیں مگر) مجھے خبر نہیں کہ بیماری کیا چیز ہے، خدا کی قسم میں کبھی بیمار نہیں ہوا (حضور کو کشف نبوت سے معلوم ہوا کہ وہ منافق ہے اس لئے) ارشاد فرمائے تم ہمارے پاس سے اٹھ جاؤ۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم مسلمان نہیں ہو (بیماری کی میں نے جو فضیلت بیان کی تم اس کا مذاق اڑا رہے ہو، مسلمان کی یہ شان نہیں ہوتی) اس حدیث کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

پانچویں حدیث

38/3237 ۔ یحیٰی بن سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ایک صاحب (جو کسی بیماری سے بیمار نہیں تھے) اچانک ان کا انتقال ہو گیا تو (ان کے انتقال کی کیفیت سن کر) ایک صاحب کہنے لگے واہ واہ کیا اچھی موت ہے، بیماری سے کسی قسم کی تکلیف اٹھائے بغیر ان کی موت ہوگئی (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے، بڑے افسوس کی بات ہے۔

(بغیر بیماری کے مرنے کی تم تعریف کر رہے ہو) تم کو کچھ خبر بھی ہے کہ اگر اللہ تعالی نے ان کو کسی بیماری میں مبتلا کرتے تو بیماری کی وجہ سے ان کے گناہ مٹا دئے جاتے (یہ گناہوں سے پاک ہوکر مرتے، اس نعمت سے یہ محروم رہے۔ بغیر بیماری کے مرنے میں تعریف کی کیا بات ہے) اس حدیث کی روایت مرسلاً امام مالک نے کی ہے۔

چھٹی حدیث

39/3238۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جب کسی بندہ کے گناہ کثرت سے ہوجاتے ہیں اور اس کا کوئی ایسا نیک عمل نہیں ہوتا کہ جو اس کے گناہوں کو مٹا دے تو اللہ تعالی اس کے لئے ایسے حالات پیدا کردیتے ہیں کہ جس سے وہ (پریشانی اور رنج اور فکر وغم) میں مبتلا ہوجاتا ہے یہ (پریشانی اور رنج اور فکر وغم) اس کے گناہوں کو مٹا دیتے ہیں (اے مسلمان! سنا اللہ تعالی کس طرح تجھ پر مہربان ہیں، تیرے گناہوں کو مٹا دینے کے لئے کس طرح سامان مہیا کرتے ہیں اے ناشکرے انسان! تجھے اس کی قدر نہیں، جب تجھ پر پریشانی اور رنج اور فکر وغم آجاتے ہیں تو تُو اس کی قدر نہیں کرتا، بلکہ زبان سے یا دل سے، خدائے تعالی کی شکایت کرتا ہے، تجھے خدائے تعالی کا شکر کرنا چاہئے کہ تیرے گناہوں کے مٹانے کے لئے اسباب مہیا کردئے ہیں) اس حدیث کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

ساتویں حدیث

40/3239۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضور کو سخت بخار چڑھا ہوا ہے میں نے حضور کو ہاتھ لگا کر دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو جب بخار آتا ہے تو بہت سخت بخار آتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم فرمائے ہاں مجھے بخار اتنا ہوتا ہے جتنا تم میں سے دو آدمیوں کو ہوتا ہے میں نے عرض کیا کہ حضور کیا اس کی وجہ یہ ہے آپ کو دو شخصوں کے برابر بخار دے کر دگنا اجر وثواب دیا جاتا ہے تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے ہاں ایسا ہی ہے، پھر حضور نے ارشاد فرمایا (سنو! ابن مسعود! اللہ تعالی کی مہربانی کیا کہوں مجھے تو دوہرا اجر وثواب دیتے ہیں مگر) مسلمان کو (اجر وثواب دینے کے سوا) جب کسی بیماری کی وجہ سے یا کوئی اور وجہ سے ایذاء اور تکلیف پہونچتی ہے تو اس کے بدلہ میں اللہ تعالی اس کے گناہ ایسا جھڑاتے ہیں جیسے خزاں میں (تیزی سے) جھاڑ کے پتے جھڑتے رہتے ہیں (پتے جھڑنے کے بعد جھاڑ جیسے ہوجاتا ہے) ایسا ہی مسلمان گناہوں کے جھڑنے سے پاک وصاف ہوجاتا ہے) اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

بیمار کی دعا قبول ہوتی ہے

41/3240۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے ہیں کہ جب تم کسی بیمار کے پاس جاؤ تو بیمار سے کہو کہ وہ تمہارے لئے دعا کرے کیونکہ (بیمار بیماری کی وجہ سے گناہوں سے فرشتوں کی طرح پاک ہوجاتا ہے اور اسی لئے) فرشتوں کی دعا کی طرح بیمار کی دعا بھی قبول ہوتی ہے (ایسی حالت میں تم جب بیمار سے دعا کرواؤ گے تو بیمار کی دعا تمہارے لئے مقبول ہوگی) اس حدیث کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

بیماری میں مبتلا کا ثواب
پہلی حدیث

42/3141۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جب (کسی بندے کے نیک اعمال اللہ تعالی کو پسند آجاتے ہیں اور وہ اس سے راضی ہوجاتے ہیں اور) اللہ چاہتے ہیں کہ (آخرت میں) اس بندے کے ساتھ بھلائی کی جائے (اور آخرت میں اس کو راحت وآرام سے

رکھا جائے) تو (اس کے جو گناہ ہیں ان کی) سزا جلدی کر کے اللہ تعالی اس کو دنیا ہی میں دے دیتے ہیں (دنیا میں طرح طرح کی پریشانیاں اور بیماریاں اور رنج دے کر اس کے گناہوں کو مٹا دیکر اس کو پاک وصاف کر کے آخرت میں راحت وآرام سے رکھتے ہیں) اور جب کسی بندے (کے برے اعمال کی وجہ سے اللہ تعالی اس سے ناراض ہوجاتے ہیں اور) اللہ چاہتے ہیں کہ (آخرت میں اس کو اس کے گناہوں کی پوری پوری سزا دی جائے تو دنیا میں اس کے گناہوں کی سزا نہیں دیتے (بلکہ راحت وآرام سے دنیا میں رکھتے ہیں تاکہ) آخرت میں وہ اپنے گناہوں کی پوری پوری سزا پائے۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

دوسری حدیث

43/3242۔ عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایک روز) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مجھ سے فرمائے کیا عطاء میں تم کو ایک جنتی عورت دکھاؤں (کیا تم دیکھنا چاہتے ہو) میں نے عرض کیا ضرور دکھایئے تو حضرت ابن عباس فرمائے دیکھو یہ کالی حبشن عورت (جنتی) ہے (ایک دفعہ) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر اس نے عرض کیا تھا یارسول اللہ! میں مرگی کی بیماری میں مبتلا ہوں جب مجھے مرگی کا دورہ ہوتا ہے تو میں (بے ہوش ہوکر گر پڑتی ہوں اور) برہنہ ہوجاتی ہوں (اور اس سے بہت پریشان ہوتی ہوں۔ کیا کروں اس مرض سے کیسے نجات ملے گی صرف آپ کی دعاء کا بھروسہ ہے، اس لئے عرض کرتی ہوں کہ) آپ میرے لئے دعا فرمائیں (کہ اس مرض مرگی سے مجھے شفاء ہوجائے تاکہ میں برہنگی سے بچ جاؤں) یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے سنو! (دنیا چند روزہ ہے) اگر تم اس مرض مرگی پر صبر کروگی تو اس کے بدلہ میں تم کو جنت ملے گی اور اگر تم یہ چاہتی ہو کہ میں تمہارے لئے اللہ تعالی سے دعاء کروں کہ اس مرض مرگی سے تمہیں اللہ تعالی شفاء

دیں تو دعا کرتا ہوں (اللہ تعالی شافی ہیں وہ تم کو شفا دیدیں گے) اس عورت نے عرض کیا حضور (میں اس بیماری پر صبر کر کے جنت ہی لینا چاہتی ہوں صرف اتنا عرض کرتی ہوں کہ) آپ میرے لئے دعا فرمائیں کہ (میں جو اس مرض کی وجہ سے برہنہ ہو جاتی ہوں یہ نوبت نہ آئے اور) میں برہنہ نہ ہو جاؤں تو حضور اس کے لئے (برہنہ نہ ہونے کی دعا فرمائے۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

انسان کی زندگی کا خلاصہ

پہلی حدیث

44/3243۔ عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ایک دن) ارشاد فرمائے کہ انسان (کی زندگی بھی عجیب زندگی ہے کہنے کو تو اشرف المخلوقات ہے مگر) کثرت سے مہلک بلاؤں میں گھرا ہوا ہے جن میں سے ہر ایک موت کا سبب ہوتی ہے (اگر ایک بلاء سے بچ گیا ہو تو کیا ہوا دوسری بلاء میں گرفتار ہو جاتا ہے، پھر کسی نہ کسی بلاء کی وجہ سے موت کا شکار ہو جاتا ہے) اگر ان تمام بلاؤں سے بچ کر نکل بھی گیا تو بڑھاپے میں پھنس جاتا ہے (جو ساری بلاؤں کا جامع ہے) اور پھر بڑھاپا ایک دن انسان کو موت تک پہنچا کر رہتا ہے (اے غافل انسان دیکھ یہ تیری زندگی کا خلاصہ ہے کب تک تو غفلت میں رہے گا، ہر وقت تُو موت کے لئے تیار رہ اور ہمیشہ سفر آخرت کی تیاری میں لگا رہ) اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

دوسری حدیث

45/3244۔ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں مسلمان کی مثال ایسی ہے جیسے (دھان کا) تر و تازہ کھیت جس کی ہوائیں جھونکے دیتی رہتی ہیں، کبھی گرا دیتی ہیں اور کبھی سیدھا

کر دیتی ہیں، یہاں تک کہ وہ خشک ہو جاتا ہے (ایسے ہی مسلمان کہ اس پر حوادثات اور طرح طرح کی بیماریاں آتی رہتی ہیں، تاکہ اس کو گناہوں سے پاک کریں، کبھی بیمار پڑ جاتا ہے اور کبھی تندرست ہو کر کھڑا ہو جاتا ہے، ایسا ہوتے ہوتے اس کی موت آجاتی ہے اور منافق کی مثال ایسی ہے جیسے صنوبر کا درخت جو اپنی جڑ پر قائم رہتا ہے، ہوائیں اس کو اِدھر اُدھر نہیں جھکا سکتیں اور (آخر کار جب گرتا ہے تو) ایک دم جڑ سے اکھڑ کر گر جاتا ہے (ایسا ہی منافق اکثر تندرست رہتا ہے، بیماریاں اس کو کم آتی ہیں، اس وجہ سے وہ گناہوں سے پاک نہیں ہوتا ہے اور آخر کار اس پر ایک دم موت کا حملہ ہوتا ہے اور وہ مر جاتا ہے)۔ اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

تیسری حدیث

46/3245 ۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ مومن کی مثال ایسی ہے جیسے کھیتی، کہ ہوائیں اس کو اِدھر اُدھر جھونکے دیتی رہتی ہیں (کبھی گرا دیتی ہیں اور کبھی سیدھا کر دیتی ہیں) ایسے ہی مسلمان پر بھی تکلیفیں اور بیماریاں آتی رہتی ہیں (تاکہ اس کو گناہوں سے پاک کریں) اور منافق کی مثال ایسی ہے جیسے صنوبر کا درخت جو اِدھر اُدھر ہلتا ہی نہیں، یہاں تک کہ کاٹ دیا جاتا ہے (تو گر پڑتا ہے ایسا ہی منافق اکثر تندرست رہتا ہے اور جب موت آتی ہے تو اچانک مر جاتا ہے، اسی وجہ سے اپنے گناہوں سے دنیا میں پاک نہیں ہوتا اور آخرت میں اپنے گناہوں کی پوری پوری سزا پاتا ہے) اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ہر شخص کو بیماری اس کے حسبِ مراتب ہوتی ہے

پہلی حدیث

47/3246 ۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ

فرماتی ہیں کہ (اوروں کو بھی بیماری آتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی بیماری آتی تھی مگر) میں کسی کو نہیں دیکھی کہ اس کو بیماری میں درد اور تکلیف اتنی ہوتی ہو جتنی کہ تکلیف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہوتی تھی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیماری میں درد و تکلیف ہر شخص کے درد و تکلیف سے زیادہ ہوتی تھی، تا کہ آپ کے مراتب عالیہ میں آپ کی حیثیت کے مطابق ترقی ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ بیماری میں جو درد و تکلیف ہوتی ہے، اس سے اس کی حیثیت کے موافق اس کے مراتب و درجات میں ترقی ہوتی ہے)

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

دوسری حدیث

48/3247۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کو وفات کے وقت جو سکرات کی تکلیف ہوئی تھی مجھ سے زیادہ کسی کو اس کی خبر نہیں ہوئی اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی وفات میری ہنسلی کی ہڈی اور تھڈی کے درمیان میں ہوئی (کیوں کہ آپ میرے سینہ پر ٹیکہ دئے ہوئے تھے میں سمجھتی تھی کہ سکرات کی تکلیف گناہوں کے سبب سے ہوا کرتی ہے جب سے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سکرات کی تکلیف دیکھی ہوں میرا وہ خیال باقی نہ رہا اور) میں کسی کے سکرات کی تکلیف کو برا نہیں سمجھتی (کیونکہ سکرات کی تکلیف مراتب و درجات کی ترقی کے لئے بھی ہوتی ہے جیسے حضور کو سکرات کی تکلیف مراتب اور درجات کی ترقی کے لئے ہوئی تھی)

اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔

تیسری حدیث

49/3248۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے

آپ فرماتی ہیں کہ (پہلے میں آرزو کرتی تھی کہ موت آسان ہو اور جان کنی کی سختی نہ ہو کہ شاید یہ بری علامت ہے لیکن جب میں نے دیکھا کہ حضور پر بھی موت کی سختی اور جان کنی ہوئی ہے تو میں نے سمجھ لیا کہ یہ کوئی بری علامت نہیں ہے اسی لئے) میں کسی کی آسان موت پر رشک نہیں کرتی جب کہ میں دیکھ چکی ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی موت کی سختی گزر چکی ہے۔اس کی روایت ترمذی اور نسائی نے کی ہے۔

سکرات کے وقت کی دعا

50/3249۔ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے تشریف لے جارہے تھے تو میں دیکھی کہ حضور کے پاس ایک پیالہ میں پانی رکھا ہوا تھا اور آپ اس پیالہ میں ہاتھ ڈال کر پانی لے کر اپنے چہرہ مبارک پر مل رہے تھے اور فرمارہے تھے:۔

اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی مُنْکَرَاتِ الْمَوْتِ اَوْسَکَرَاتِ الْمَوْتِ

اے اللہ! موت کی سختیوں پر اور موت کی بے ہوشی پر میری مدد فرمایئے (کہ یہ بہت نازک وقت ہے توجہ الی اللہ میں کچھ فرق نہ آئے بلکہ توجہ الی اللہ کامل ہو جائے)

(مسلمانو! سکرات کی سختیوں کو سنت سمجھ کر برداشت کیا کرنا، اس حالت میں بھی اللہ تعالی سے راضی اور خوش رہ کر دنیا سے جانا اور توجہ الی اللہ میں کچھ فرق نہ آنے دینا)۔اس حدیث کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

بلاء اور مصیبت میں راضی برضا رہنے کا ثواب

51/3250۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ (اجر و ثواب کا اندازہ مصیبت اور بلاء سے ہوتا ہے) جس قدر مصیبت اور بلاء بڑی ہوگی اجر و ثواب بھی اسی قدر بڑا ملے گا۔جن سے اللہ تعالی کو محبت ہوتی ہے ان پر (ہی) بلاء اور مصیبت بھیجتے ہیں (یہ تفصیل مرقات اور اشعۃ

اللمعات سے ماخوذ ہے) (اور جن سے اللہ تعالیٰ ناراض رہتے ہیں ان پر بھی بلاء اور مصیبت بھیجتے ہیں۔ بلاء اور مصیبت تو دونوں پر آتے ہیں، یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کو کس سے محبت ہے اور وہ کس سے ناراض ہیں، نتیجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ) اگر بندہ (بلاء اور مصیبت سے) راضی (برضا الٰہی) رہا تو اس کے لئے (اللہ تعالیٰ کی) خوشنودی ہے (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس بندہ سے محبت ہے اور بندہ کو بھی اللہ تعالیٰ سے محبت ہے اور محبت کی ہی علامت ہے کہ محبوب سے اگر بلاء اور مصیبت پہونچے تو راضی اور خوش رہتا ہے اس لئے محبت کرنے والا بندہ بلاء اور مصیبت میں اللہ سے راضی اور خوش ہے) اگر (کسی بندہ کو بلاء اور مصیبت پہونچے اور (وہ (اللہ تعالیٰ سے) ناراض رہے تو (معلوم ہوتا ہے کہ) اللہ تعالیٰ (بھی) اس سے ناراض ہیں (اس لئے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی بلا اور مصیبت سے ناراض ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اس سے محبت نہیں ہے، اس لئے اس بندہ کو بھی اللہ سے محبت نہیں ہے، اسی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی بلاء اور مصیبت سے ناراض ہے اور اس کو برا سمجھ رہا ہے) اس حدیث کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

بلاء اور مصیبت سے گناہ مٹائے جاتے ہیں

52/3251۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ مسلمان مرد اور مسلمان عورت پر ہمیشہ بلائیں آتی رہتی ہیں خود اس پر (بلائیں اس طرح آتی ہیں کہ طرح طرح کے درد اور بیماریوں میں اور طرح طرح کے ایذاؤں میں مبتلا ہو جاتا ہے) اسی طرح اس کے مال پر بھی (بلائیں آتی رہتی ہیں، کبھی مال ضائع ہو جاتا ہے اور کبھی اس میں نقصان آجاتا ہے) اور اس کے اولاد پر بھی (بلائیں آتی رہتی ہیں، کبھی اولاد بیمار ہو جاتی ہے اور کبھی ہلاک ہو جاتی ہے کس سے اس کو سخت صدمہ پہونچتا ہے، مسلمانو! یہ نہ سمجھنا کہ ان سب بلاؤں سے تم کو کچھ فائدہ نہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا فائدہ ہونا چاہئے کہ ان بلاؤں کی وجہ سے تمہارے

گناہ مٹائے جاتے ہیں۔ اسی طرح گناہ مٹتے رہتے ہیں پھر) جب (تمہاری) موت آجاتی ہے تو اللہ تعالی کے سامنے گناہوں سے پاک وصاف ہوکر جاتے ہیں۔ (تو ساری بلائیں اور مصیبتیں دیکھنے میں تو بلائیں اور مصیبتیں ہیں، حقیقت میں نعمت ہیں کہ تم گناہوں سے پاک وصاف اور ستھرا کر کے دنیا سے لے جاتے ہیں۔ اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے اور امام مالک نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

مصیبتیں درجوں کو بلند کرنے کا سبب بنتی ہیں

53/3252۔ محمد بن خالد سلمی رضی اللہ عنہ اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں، ان کے دادا فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں (کہ اللہ تعالی کے فضل سے اور ایمان کی وجہ سے مسلمان داخل جنت ہوتا ہے، کفار کو ایمان نہ ہونے کی وجہ سے دخول جنت نہ ہوگا۔ اسلام پر ہمیشہ قائم رہنے کی نیت کی وجہ سے مسلمان کو جنت میں ہمیشہ رکھیں گے۔

جیسے کفار کو کفر پر ہمیشہ قائم رہنے کی نیت کی وجہ سے ہمیشہ دوزخ میں رکھیں گے اور جنت کے مراتب و درجات اعمال نیک کی وجہ سے ملتے ہیں) اگر کوئی بندہ ایسا ہے کہ اللہ تعالی اس کو ایک درجہ عالی جنت میں دینا چاہتے ہیں لیکن اس بندہ کے اعمال صالحہ اس درجہ کو حاصل کرنے کے لئے کافی نہیں ہیں تو اس بندہ کو اللہ تعالی جسمانی مصیبت (یعنی بیماریاں دیتے ہیں) یا اس کے مال میں طرح طرح سے خسارے اور نقصان آتے ہیں یا اس کی اولاد کو بیماریوں میں مبتلا کرتے ہیں (یا اولاد ہلاک ہونے سے رنج دیتے ہیں) پھر ان ساری مصیبتوں پر صبر کرنے کی اس کو توفیق دیتے ہیں اور (ان تمام مصیبتوں پر صبر کرنے کی وجہ سے) اس مرتبہ عالیہ پر (جو اس کے لئے مقرر رہوا ہے) جس کو وہ (اعمال صالحہ کے ذریعہ سے) حاصل نہیں کرسکتا تھا (ان مصیبتوں پر صبر کرنے کی وجہ سے) اس درجہ عالی پر اس کو پہونچادیتے ہیں۔ اس کی روایت امام احمد اور ابوداؤد نے کی ہے۔

بلاء اور مصیبت کا جو ثواب قیامت میں ملے گا اس کو دیکھ کر عافیت میں رہنے والے حسرت کریں گے

54/3253۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں (قیامت میں یہ بھی ایک عجیب منظر ہوگا کہ مصیبت زدہ جو دنیا میں مصیبتوں اور بلاؤں میں مبتلا تھے اور ان پر صبر کیے تھے جب وہ میدان قیامت میں آئیں گے اور ان کی مصیبت و بلاء پر دنیا میں صبر کرنے کی وجہ سے جو ثواب واجر ان کو دیا جائے گا) دنیا میں عافیت اور راحت و آرام میں جو رہنے والے تھے (ان) مصیبت زدہ لوگوں کو کثرت سے اجر وثواب ملتا ہوا دیکھ کر بڑی حسرت سے آرزو کریں گے۔ کاش (ہم پر بھی دنیا میں مصیبت اور بلائیں آتیں، یہاں تک کہ) ہمارا چمڑا دنیا میں قینچیوں سے کترا جاتا (عافیت میں رہنے سے بہت بہتر ہوتا تاکہ ہم کو بھی ایسا ہی اجر وثواب ملتا جیسے ان مصیبت زدہ لوگوں کو اجر وثواب مل رہا ہے)۔

اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

ہر ایک کو مصائب اس کے مراتب کے لحاظ سے ہوتے ہیں

55/3254۔ سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا، یارسول اللہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ سخت کس کی آزمائش ہوتی ہے، حضور فرمائے سب سے زیادہ آزمائش پیغمبروں کی ہوتی ہے (اس لئے کہ پیغمبروں کا یقین کامل ہوتا ہے آزمائش سے وہ ڈگمگا نہیں سکتے ہیں اور اس وجہ سے بھی کہ پیغمبروں کو سب سے زیادہ اللہ تعالی سے محبت ہوتی ہے اسی لئے آزمائش کو وہ اللہ تعالی کی طرف سے سمجھ کر بلا اور مصیبت سے ایسی لذت لیتے ہیں جیسے اور لوگ نعمتوں سے لذت لیتے ہیں اور جاہلوں کے عقائد کی حفاظت کے لئے بھی پیغمبروں کو سخت مصیبت سے آزماتے ہیں تاکہ وہ لوگ پیغمبروں کو اللہ ہی نہ سمجھ لیں) پھر

پیغمبروں کے بعد سخت آزمائش ان کے درجہ سے قربت والوں (یعنی اولیاء صالحین اور علماء عاملین) کی ہوتی ہے۔ (اس لئے کہ پیغمبروں کے بعد ان حضرات کو یقین اور محبت الٰہی سب سے زیادہ ہوتی ہے اسی لئے پیغمبروں کے بعد ان کی سب سے زیادہ آزمائش ہوتی ہے) پھر جو ان کے بعد (یقین اور محبت الٰہی میں) ان کے مشابہ ہوتے ہیں (ان کے درجہ اور مرتبہ کے مطابق) ان کی سخت آزمائش کی جاتی ہے (خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو اس کی دینداری کے لحاظ سے مصائب میں مبتلا کیا جاتا ہے، اگر وہ اپنی دینداری میں پکا اور مضبوط ہے تو اس پر جو مصیبت آتی ہے وہ بھی بڑی سخت ہوتی ہے اور اگر وہ اپنی دینداری میں ویسا پختہ اور مضبوط نہیں ہے تو اس پر جو مصیبت اور بلاء آتی ہے وہ بھی معمولی اور آسان رہتی ہے (تا کہ سخت مصیبت کی وجہ سے بے صبری نہ کرے اور بے دین نہ ہو جائے) اور مصائب و آفات میں مبتلا رہنے کا سلسلہ باقی رہتا ہے، یہاں تک وہ بلائیں اور مصیبتیں انسان کے گناہوں کو مٹاتی رہتی ہیں، پھر تو وہ گناہوں سے پاک ہو کر) زمین پر (اس طرح) چلنے لگتا ہے کہ (گویا) اس پر کوئی گناہ ہی نہیں (پھر جب وہ خدا سے ملتا ہے تو اس پر کوئی گناہ باقی نہیں رہتا۔ اے مصیبت زدہ مسلمان دیکھا تجھ پر اللہ تعالی کس قدر مہربان ہیں، اس طرح کی مصیبت تجھ پر نازل کر کے تجھ کو گناہوں سے پاک کرتے ہیں اور دنیا سے تجھے پاک کر کے لے جاتے ہیں تو تجھے چاہئے کہ بلاؤں اور مصیبتوں سے نہ گھبرائے اپنے گناہوں کا کفارہ سمجھ کر بلاؤں اور مصیبتوں پر صبر کئے جا۔ اور اللہ تعالی سے راضی اور خوش رہ) اس حدیث کی روایت ترمذی، ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے۔

بخار کو برا نہ کہو

پہلی حدیث

56/3255۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ایک دفعہ) امّ السائب کے پاس تشریف لائے اور فرمائے (ام السائب تمہیں کیا ہوا ہے) تم کیوں کانپ رہی ہو، ام السائب نے عرض کیا حضور موئے بخار کا ستیاناس ہو (یہ بہت تکلیف دے رہا ہے) حضور نے فرمایا (ارے! ارے!) بخار کو ایسا برا مت بولو (تم جانتی نہیں بخار بھی انسان کے لئے ایک نعمت ہے انسان کے گناہوں کو بخار جلا کر ایسا صاف کر دیتا ہے جیسے لوہار کی بھٹی لوہے کے زنگ کو دور کر کے صاف کر دیتی ہے۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

دوسری حدیث

57/3256۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بخار کا ذکر کیا گیا، حاضرین میں سے ایک صاحب بخار کو برا کہنے لگے (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے بخار کو برا نہ کہو اس لئے کہ بخار گناہوں کو دور کر کے (انسان کو) ایسا پاک وصاف کر دیتا ہے جیسے آگ لوہے کے زنگ کو (جلا کر) لوہے کو پاک کر دیتی ہے۔ اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

دلوں کے خطرات کی سزا دنیا ہی میں دی جائے گی اور ہر برائی کا بدلہ آخرت میں دیا جاتا ہے ایسا مت سمجھو بلکہ بعض برائیوں کا بدلہ دنیا ہی میں دیا جاتا ہے

58/3257۔ علی بن زید رضی اللہ عنہ، امیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، امیہ رضی اللہ عنہا نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہو رہا ہے

وَ اِنْ تُبْدُوْا مَافِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْہُ یُحَاسِبْکُمْ بِہِ اللّٰہِ (پ 3 سورہ بقرہ ع 40)

جو کچھ تمہارے دلوں میں ہو اگر تم اس کو ظاہر کرو یا دلوں میں چھپا ہوا رکھو ہر ایک

کا تم سے اللہ تعالیٰ حساب لیں گے۔

(اس آیت سے معلوم ہو رہا ہے کہ آخرت میں دل میں چھپے ہوئے گناہوں کے خطرات اور بُرے خیالات کا بھی حساب لیا جائے گا۔ اس سے بچنا بہت مشکل ہے) ایسا ہی دوسری آیت

مَنْ يَعْمَلْ سُوْءًا يُجْزَبِهٖ ط

دنیا میں جو کچھ برائی کی جائے گی (صغیرہ ہو یا کبیرہ ظاہر میں کئے ہوں یا چھپکر آخرت میں) اس کی سزا دی جائے گی (اس سے بھی بچنا بہت مشکل ہے)

یہ سن کر حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ (جیسا تم کو ان آیتوں کے مفہوم کے بارے میں شبہ ہوا ہے مجھے بھی اس کے متعلق شبہ ہوا تھا اور) میں نے اس کے متعلق حضور سے دریافت کیا تھا (حضور اس کے متعلق مجھے جو جواب دئے تھے اس سے مجھے تسکین ہوگئی تھی) اس وقت سے آج تک کوئی مجھ سے ان آیتوں کے متعلق (اپنا شبہ) دریافت نہیں کیا (آج تم ہی ہو کہ ان آیتوں کے متعلق اپنے شبہ کو مجھ سے دریافت کر رہی ہو، جو جواب مجھ کو حضور دئے تھے وہ جواب میں تم کو سناتی ہوں سنو! ان دونوں آیتوں کا مصداق تم سمجھ رہی ہو کہ آخرت میں ہوگا۔ نہیں گناہوں کے) جو خطرات تمہارے دل میں گزرتے ہیں یا چھوٹی بڑی جو برائی تم کرتے ہو، اس کا بدلہ دنیا ہی میں اس طرح دیا جائے گا کہ بیماریوں میں بخار میں تکلیف و رنج میں مبتلا ہوگے یا کوئی چیز تم نے جیب میں رکھی تھی (اس کو کسی نے چرالیا) کہیں گرگئی اس سے جو رنج ہوگا ان سب کی وجہ سے (دل میں گناہوں کے جو خطرات ہیں، یا چھوٹے بڑے جو گناہ ہیں وہ سب ان مذکورہ پریشانیوں سے دنیا ہی میں مٹائے جاتے ہیں اور مذکورہ آیتوں کے جو مصداق ہیں) ان کو ایسا پاک کیا جاتا ہے جیسے خالص سرخ سونا بھٹی سے صاف ہو کر نکلتا ہے (خلاصہ یہ ہے کہ تم سمجھ رہی ہو کہ آخرت میں ان گناہوں کی سزا دی جائے گی، نہیں بلکہ دنیا ہی میں ان کی سزا دے کر پاک و صاف کر دیتے ہیں اور دونوں آیتوں سے یہی مراد ہے) اس

حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

مصائب سے کچھ گناہ مٹادئے جاتے ہیں اور بقیہ گناہوں کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے معاف فرمادیتے ہیں

59/3258۔ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ بندہ کو جو چھوٹی یا بڑی مصیبت پہونچتی ہے وہ کسی گناہ کی وجہ سے پہونچتی ہے (اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ اس مصیبت کی وجہ سے بندہ کے گناہوں کو مٹادیں، مصیبت گو تم کو ناگوار معلوم ہوتی ہے مگر وہ تمہارے فائدہ کے لئے تم کو دی جاتی ہے تاکہ تم گناہوں سے پاک وصاف ہوجاؤ، یوں نہ سمجھنا کہ تمہارے گناہوں کی مناسبت سے اللہ تعالیٰ مصیبت بھیج رہے ہیں بلکہ کچھ گناہ تو مصیبت کی وجہ سے مٹاتے ہیں اور باقی) اکثر گناہ اپنے فضل وکرم سے معاف کردیتے ہیں (اگر سب گناہوں کے لحاظ سے مصیبت بھیجتے تو تم اس کی برداشت نہیں کرسکتے تھے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ کچھ گناہ مصیبت سے مٹاتے ہیں باقی اپنے فضل وکرم سے معاف فرمادیتے ہیں، اس طرح بندہ کو پاک وصاف کرکے دنیا سے لیجاتے ہیں۔ اس کی تائید میں) حضور یہ آیت تلاوت فرمائے۔

وَمَا اَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْ عَنْ كَثِيْرٍ ط

لوگو! جو مصیبت تم کو پہونچتی ہے وہ تمہاری ہی گناہوں کی وجہ سے پہنچتی ہے

اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ تم کو مصیبتوں کی وجہ سے گناہوں سے پاک وصاف کردیں) باقی بہت سے گناہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے معاف کردیتے ہیں (اگر سب گناہوں کی وجہ سے مصیبت اتارتے تو تم اس کی تاب نہ لاسکتے اس لئے) بہت سے گناہ (اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے معاف فرمادیتے ہیں)۔اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

بخار کو دور کرنے کا عمل

60/3259۔ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں تم میں سے جب کسی کو بخار آجائے تو بخار آگ کا ایک ٹکڑا ہے وہ اس کو (ٹھنڈے) پانی سے بجھادے (ٹھنڈے پانی سے بخار کو کس طرح بجھانا چاہئے اس کا طریقہ اس طرح ارشاد ہورہا ہے) کہ نہر جاری میں اس کی آمد یعنی بہاؤ کی طرف رُخ کرکے کھڑا ہو۔(شاید کسی وہمی کو اس علاج سے شبہ ہو اس کا وہم دور کرنے کے لئے یہ دعا سکھائی گئی ہے کہ) پھر یہ دعا پڑھے:۔

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اشْفِ عَبْدَکَ وَ صَدِّقْ رَسُوْلَکَ ط

اللہ کے نام سے میں یہ علاج شروع کرتا ہوں۔الٰہی آپ مجھے بخار سے شفاء دیجئے آپ کے رسول جو فرمائے ہیں اس کو سچ کر دکھلائیے (اور وہمیوں کے وہم کو باطل کردیجئے)

(علاج کی تفصیل یہ ہے کہ) (1) یہ عمل صبح کی نماز کے بعد سورج نکلنے سے قبل کرے اور نہر میں 3 غوطے لگائے اور تین دن تک اسی طرح عمل جاری رکھے اگر تین دن کے اس عمل سے بخار دور نہ ہو تو پانچ دن تک ایسے ہی نہر میں غوطے لگاتا جائے اگر پانچ دن کے اس عمل سے بخار دور نہ ہو تو سات دن تک اسی طرح عمل کرتا رہے اور اگر سات دن کے عمل سے بھی بخار کم نہ ہو تو نو دن تک اسی طرح عمل کرتا رہے اللہ تعالی کے حکم سے غالباً بخار نو دنوں تک یہ عمل کرنے سے رک جائے گا اور پھر نہ آئے گا (اگر ڈاکٹری علاج نکلنے سے پہلے یونانی طبیبوں کے عہد میں سخت بخار کے وقت یہ کہا جاتا ہے کہ سر پر پانی کی پٹی یا برف کی پٹی رکھو تو اس وقت حدیث میں جو گفتگو ہورہی ہے ویسی ہی اس وقت بھی چہ میگوئیاں ہوئیں مگر اب ڈاکٹری تجربہ سے معلوم ہوا کہ ہر قسم کے بخار کے شدت کے وقت پانی کی یا برف کی پٹی رکھی جائے تو کوئی نقصان نہیں ہوتا بلکہ بیحد فائدہ

ہوتا ہے ایسا ہی نور نبوت سے مذکورہ جو علاج بتایا گیا ہے اس میں ناتجربہ کار طرح طرح کے شک پیدا کرتے ہیں اگر کوئی یہ عمل کرے اس کا فائدہ خود اس کو معلوم ہو جائے گا)

اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

بیماری کی حالت میں اُن اعمال کا ثواب ملتا رہتا ہے جو صحت کی حالت میں کئے جاتے تھے گو کہ بیماری میں وہ اعمال نہ کر سکے

پہلی حدیث

(مسلمانو! اللہ تعالیٰ کے عنایات اور سرفرازیاں جو تم پر ہیں ان کا اس سے اندازہ کرو)

61/3260۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کوئی مسلمان صحت اور تندرستی کے زمانے میں جو عبادات ادا کرتا تھا (نوافل اور وظائف پڑھا کرتا تھا بیماری کے زمانہ میں گو ان کو ادا نہیں کر سکتا۔ مگر صحت کے زمانے میں جو اوراد و وظائف پڑھے جاتے تھے) ان کا ثواب اس کو ضرور ملتا رہے گا (اس میں کچھ کمی نہیں ہوگی اگرچہ بیماری کی وجہ ان اوراد و وظائف کو جاری نہ رکھ سکا ہے) ایسا ہی وطن میں جب مقیم تھا اور جو عبادات (و وظائف اور نوافل پڑھا کرتا تھا سفر میں اتنا پڑھنا نہیں ہو سکتا ہے مگر اقامت کی حالت میں جو عبادات نوافل ادا کرتا تھا سفر میں ان سب کا ثواب اس کو ملتا رہے گا (اگرچہ وہ سفر کی حالت میں ہونے سے ان کو ادا نہیں کر سکتا (ایسا ہی جوانی کی حالت میں جو عبادات نوافل اور وظائف پڑھا کرتا تھا ضعیفی (مرقات میں یہ روایت مذکور ہے۔12) اور بڑھاپے میں اتنے عبادات اور وظائف نہیں ہو سکتے ہیں مگر جوانی میں عبادات اور وظائف پڑھنے کا جو ثواب ملتا ہے وہ برابر ملتا رہے گا، گو بڑھاپے میں ان کو ادا نہ کر سکے) اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔

دوسری حدیث

62/3261۔عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جب کوئی مسلمان صحت اور تندرستی کے زمانے میں عبادات (نوافل اور وظائف کا پابند تھا، پھر ہوگیا وہ بیمار (بیماری میں بیماری کی وجہ سے حسب عادات عبادت، نوافل اور وظائف ادا نہیں ہورہے ہیں، ان کا اس کو صدمہ ہے) نیکیوں کے لکھنے والے فرشتہ کو اللہ تعالیٰ حکم دیتے ہیں کہ میرا بندہ بیماری کی وجہ سے عبادات اور نوافل اور وظائف گو نہیں ادا کررہا ہے مگر تم اس کے نیک اعمال کے ثواب اسی طرح لکھا کرو جس طرح اس کی صحت کے زمانے میں نیک اعمال کے ثواب کو لکھا کرتے تھے، یہاں تک کہ میں اس کو صحت دیدوں یا موت دے کر اس کو اپنے پاس بلالوں۔ اس کی روایت شرح السنہ میں کی گئی ہے۔

تیسری حدیث

63/3262۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جب کسی مسلمان کے جسم میں کوئی مرض پیدا ہوجاتا ہے تو (اس کے نیکیاں لکھنے والے) فرشتہ کو حکم دیا جاتا ہے کہ (یہ مسلمان جواب بیمار ہوگیا ہے اس کے نامہ اعمال ہیں) وہ سب نیک اعمال جن کو وہ صحت کے زمانے میں کرتا تھا (گو ان کو اب نہیں کررہا ہے) تم برابر اس کے نیک اعمال کو لکھتے جاؤ پھر جب اس بیمار کو شفاء ہوجاتی ہے تو بیماری کی وجہ سے سارے گناہوں سے پاک وصاف کردیا جاتا ہے (پھر نیکیوں کا ثواب اس کو علحدہ ملتا رہتا ہے) اگر اس کو موت آگئی تو گناہوں سے اس کی مغفرت ہوجاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اس پر نازل ہوتی رہتی ہے (دیکھا آپ نے بیماری بھی اللہ تعالیٰ کا ایک فضل وکرم ہے بغیر کئے کہ نیک عمل ملے اور گناہ بھی معاف ہوگئے اور اللہ کی رحمت شامل حال رہی۔ یہ ہے بیماری جس کی یہ فضیلت ہے)

اس حدیث کی روایت شرح السنہ میں کی گئی ہے۔

چوتھی حدیث

64/3263 ۔شداد بن اوس اور صنابحی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ دونوں حضرات ایک بیمار کی بیمار پرسی کے لئے گئے تھے وہاں جاکر اس بیمار سے دریافت کئے کہو صاحب مزاج کیسا ہے تو بیمار نے کہا (الحمدللہ) خدا کے فضل و کرم سے اچھا ہوں (یہ سن کر) شداد رضی اللہ عنہ فرمائے سنو! تم کو ایک خوشخبری سناتا ہوں (باوجود بیمار ہونے کے تم جو اللہ تعالی کا شکر ادا کئے، اس سے) تمہارے گناہ مٹائے گئے اور (عبادات میں) تم سے جو کوتاہیاں (ہوئے تھے وہ سب) معاف کئے گئے (یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ) میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (یہ حدیث قدسی) سنا ہوں آپ ارشاد فرمارہے تھے کہ اللہ بزرگ و برتر کا ارشاد ہے کہ جب میں اپنے بندوں میں سے کسی بندۂ مومن کو کسی بیماری میں مبتلا کردیتا ہوں اور وہ (بجائے جزع و فزع اور شکوہ شکایت کرنے کے) میرا شکر ادا کرتا ہے تو جب وہ صحت یاب ہوکر اپنے بستر سے اٹھتا ہے تو گناہوں سے ایسا پاک وصاف ہوتا ہے جیسا کہ وہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے وقت گناہوں سے پاک وصاف تھا (صرف گناہ ہی نہیں مٹائے جاتے ہیں) بلکہ اللہ تعالی (اپنے فضل و کرم سے نیکیاں لکھنے والے فرشتے کو) حکم دیتے ہیں کہ میرے اس بندے کو میں نے ہی بیمار کیا تھا تم میرے بندے کے (نامہ اعمال میں اس کی صحت کے زمانہ میں جب وہ نیکیاں کرتا تھا نیکیاں لکھتے تھے، اب بیماری کے زمانے میں اس سے نیکیاں نہیں ہوسکتی ہیں تو بغیر نیکیاں کئے کہ) نیکیاں کرنے کا ثواب (بلاکسی کمی کے اس کے نامۂ اعمال میں) لکھتے جاؤ۔ (جب تک وہ تندرست ہوکر نیکیاں کرنا شروع نہ کردے)۔

اس حدیث کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

پانچویں حدیث

65/3264۔ شقیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (کے بڑھاپے کا زمانہ تھا ایسے وقت آپ) بیمار ہوئے ہم (کئی شخص ملکر حضرت ابن مسعود کی) بیمار پرسی کے لئے گئے (ہم حضرت ابن مسعود کو) دیکھے کہ آپ رو رہے ہیں (ہم سمجھے کہ بیماری کی تکلیف کی وجہ سے اور دنیا کے چھٹنے کے خیال سے آپ رو رہے ہے۔ آپ کے اس مرتبہ اور شان کے لحاظ سے آپ کا یہ رونا) ہم کو ناگوار گزرا (ہم عرض کئے حضرت بیماری کی وجہ سے اور دنیا چھٹنے کے خیال سے آپ بھی روتے ہیں۔ یہ آپ کی شان کے مناسب نہیں ہے) تو (حضرت ابن مسعود) فرمائے (نہیں) میں بیماری کی وجہ سے نہیں رو رہا ہوں (مرض کی وجہ سے کیسے روتا جب) خود میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سن چکا ہوں کہ بیماری (بیمار سے اس کے) سارے گناہوں کو مٹا دیتی ہے (اور اس کو گناہوں سے پاک وصاف کر دیتی ہے۔ حضور سے یہ سننے کے بعد میں کیسے اس بیماری کی وجہ سے روتا، سنو! (جب کوئی شخص صحت کے زمانہ میں جو نیک اعمال کیا کرتا ہے اور بیمار ہونے کی وجہ سے حسب عادت جو نیک عمل کیا کرتا تھا وہ اب بیماری میں نہیں کرسکتا تو اللہ تعالی اپنے فضل وکرم سے نیکیاں لکھنے والے فرشتے کو فرماتے ہیں کہ صحت کے زمانہ میں وہ جو نیک اعمال کیا کرتا تھا اور تم جو اس کا ثواب لکھا کرتے تھے اب اس بیماری میں بغیر اس کے نیک اعمال کئے کہ اس کے نامۂ اعمال میں وہی ثواب لکھو جس کو وہ صحت کے زمانے میں کیا کرتا تھا۔ گو اب وہ بیماری کی وجہ سے نیک اعمال نہیں کر رہا ہے، کیا کہوں میں اپنی جوانی میں کثرت سے نیک اعمال کیا کرتا تھا۔ اگر جوانی میں بیمار ہوتا تو بغیر نیک اعمال کئے کثرت سے نیک اعمال کرنے کا ثواب ملتا) میرے رونے کی وجہ یہ ہے کہ افسوس اب بیماری ضعیفی اور بڑھاپے کے زمانہ میں آئی ہے (بڑھاپے میں صحت کے زمانہ میں کثرت سے نیک اعمال نہیں

کرسکتا۔اب یہ بڑھاپے کی بیماری میں نیک اعمال کا ثواب بھی ویسا ہی کم ملے گا جیسا کہ بڑھاپے میں نیک اعمال کم کیا کرتا ہوں) جوانی کے زمانہ میں مجھے بیماری نہیں آئی (جوانی کے زمانہ کے کثرت سے نیک اعمال کرنے کا ثواب اب نہیں ملے گا اس کا مجھے بڑا محسوس ہے ان نیکیوں کے خسارے کی وجہ سے رورہا ہوں) اس لئے کہ بندہ جب بیمار ہوتا ہے تو اس کے لئے ان نیک اعمال کا ثواب لکھا جاتا ہے جو بیماری سے پہلے (یعنی صحت کے زمانہ میں) لکھا جاتا تھا اور بیماری نے اس کو ان اعمال سے روک دیا تھا۔اس کی روایت رزین نے کی ہے۔

طاعون سے مرنا شہادت ہے

پہلی حدیث

66/3265۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ طاعون سے جو مسلمان مرتے ہیں وہ شہید ہوتے ہیں (ان کو شہادت کا ثواب ملتا ہے) اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

دوسری حدیث

67/3266۔ایاض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ (طاعون سے جو لوگ مرتے ہیں ان کو شہید سمجھنا چاہئے یا ان کو ان لوگوں کی طرح سمجھنا چاہیئے جو اپنے اپنے گھروں میں بستروں پر مرتے ہوں (اس کا فیصلہ خود اللہ تعالی فرماتے ہیں) جب اللہ تعالی کے سامنے شہداء اپنا دعوی پیش کرینگے کہ طاعون سے مرنے والے ہم میں سے ہیں یعنے جیسے ہم زخمی ہوکر کفار کے ہاتھوں سے مارے گئے ویسے ہی یہ طاعون سے مرنے والے بھی جنات کے ہاتھ سے زخمی ہوکر مرے ہیں (اس لئے کہ طاعون کا زخم جنات کی وجہ سے ہوتا ہے)

اور جہاد میں گئے بغیر اپنے اپنے گھروں میں بستروں پر مرنے والی جماعت اللہ تعالی سے عرض کرے گی کہ یہ طاعون سے مرنے والے ہمارے جیسے گھروں میں بستروں پر مرے ہیں (اس لئے یہ طاعون سے مرنے والے لوگ ہمارے ساتھ شامل ہیں) اس پر رب عزوجل ارشاد فرمائیں گے کہ طاعون سے مرنے والوں کے زخموں کو دیکھو اگر ان کے زخم جہاد فی سبیل اللہ میں شہید ہونے والوں کے زخم کے مشابہ ہیں تو ان لوگوں کا شمار بھی جہاد میں مارے جانے والوں میں ہوگا اور یہ انہی کے جیسے سمجھے جائیں گے اور ان کو بھی شہیدوں کا ثواب دیا جائے گا، پھر جب طاعون سے مرنے والوں کے زخموں کو دیکھا جائے گا تو ان کے زخم بھی شہیدوں کے زخم کی طرح نظر آئیں گے (اس طرح طاعون سے مرنے والے شہید سمجھے جائیں گے اور شہیدوں کے ساتھ ہوں گے)۔

اس حدیث کی روایت امام احمد اور نسائی نے کی ہے۔

شہید پانچ قسم کے ہوتے ہیں

68/3267۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں شہید پانچ قسم کے ہیں (1) طاعون سے مرنے والا (2) پیٹ کی بیماری (جیسے پیچش، اسہال، استسقاء اور درد شکم) سے مرنے ولا (3) پانی میں ڈوب کر مرنے والا (اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ شخص ہے جو قصداً خودکشی کے لئے پانی میں گرا کر اپنے کو مارتا ہے ایسا شخص شہید نہیں ہے بلکہ اس کو ناجائز موت سے مرنے کی وجہ عذاب ہوگا۔ پانی میں ڈوب کر مرنے والے کی دوسری قسم یہ ہے کہ پانی میں گر کر مرنا نہیں چاہتا تھا بلکہ اتفاق سے پانی میں گرا اور مر گیا) (4) دیوار یا چھت کے گرنے سے (ان کے نیچے دب کر) مرنے والا (5) (جہاد ہو رہا ہو، اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے) خدا کے راستہ میں (کافروں سے) مارا جانے والا (یہ اصلی شہید ہے، ایسا ہی وہ شخص بھی شہید ہے جس کو ناحق ظلم سے اگر کسی نے مار دیا ہے) اس حدیث کی

روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

پیٹ کی بیماری سے مرنے والا عذاب قبر سے محفوظ رہے گا

69/3268۔ سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں جو مسلمان پیٹ کی بیماریوں (جیسے ہیضہ، پیچش، اسہال، استسقاء، قولنج اور درد شکم) سے مرجائے تو (قبر میں) قبر کے عذاب سے محفوظ رہے گا (اور آخرت میں شہیدوں کا ثواب پائے گا) اس حدیث کی روایت امام احمد اور ترمذی نے کی ہے۔

شہید سات قسم کے ہوتے ہیں

70/3269۔ جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں (حقیقی شہادت تو وہ ہے کہ کوئی شخص جہاد میں کافروں کے ہاتھ سے مارا جائے) اس شہادت فی سبیل اللہ کے سوا اور بھی سات قسم کی شہادتیں ہیں (1) طاعون سے مرنے والا شہید ہے (اور جو خودکشی کے لئے قصداً (پانی میں گر کر مر گیا تو یہ ناجائز موت ہے، ایسا شخص شہید نہیں ہوگا بلکہ) (2) وہ شخص (جو اتفاق سے) پانی میں گرا، (بچ نہ سکا اور مر گیا یہ شہید ہے (3) ذات الجنب یعنے نمونیہ کی بیماری سے مرنے والا بھی شہید ہے (4) اور پیٹ کی بیماریوں (جیسے ہیضہ، پیچش، اسہال، استسقاء، قولنج اور درد شکم) سے مرنے والا بھی شہید ہے (جو خودکشی کے لئے قصداً آگ میں جل کر مرے تو وہ شہید نہیں ہے وہ ناجائز موت سے مرنے والا سمجھا جائے گا بلکہ) (5) جو اتفاقاً جل کر مرے وہ شہید ہے (6) جو شخص کسی چیز کے نیچے دب کر مرجائے تو وہ بھی شہید ہے (7) جو عورت کہ اس کی زچگی ہو رہی تھی بچہ پیدا نہ ہوسکا اور پیٹ میں رہ گیا اور وہ عورت مر گئی۔ ایسی عورت شہید ہے (ایسے ہی وہ عورت جس کا بچہ تو پیدا ہوگیا مگر آنول نہ نکل سکی اور اس کا زہر چڑھ گیا اور وہ مرگئی تو وہ بھی شہید ہے ایسا ہی وہ عورت جو زچگی کے

بعد زچگی کی وجہ سے مرجائے وہ بھی شہید ہے ایسے ہی جو باکرہ عورت (جیسا کہ مرقات اوراشعۃ اللمعات میں مذکور ہے۔12) باکرہ ہی رہ کر یا کسی بھی بیماری سے مرجائے وہ بھی شہید ہے) اس حدیث کی روایت امام مالک، ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔

سفر کی حالت میں مرنے کی فضیلت

پہلی حدیث

71/3270۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ایک شخص کا انتقال ہوا وہ مدینہ منورہ ہی میں پیدا ہوا (مدینہ منورہ ہی ان کا وطن تھا اور مدینہ منورہ ہی ان کی پیدائش کی جگہ تھی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی نماز جنازہ پڑھائے اور ارشاد فرمائے کاش ان کو سفر میں غربت کی موت نصیب ہوتی (اپنی پیدائش کی جگہ سے دور کہیں سفر میں انتقال کرتے تو اچھا ہوتا) صحابہ عرض کئے! حضور ایسا کیوں ارشاد فرمارہے ہیں (حضور کے فرمانے کا مطلب ہمارے سمجھ میں نہیں آیا) حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ جب کوئی مسلمان سفر کی حالت میں غربت کی موت مرتا ہے تو (جیسے بعضوں کی قبر تنگ کی جاتی ہے جس سے اس کی پھسلیاں ادھر ادھر ہو جاتی ہیں برخلاف اس کے سفر کی حالت میں مرنے والے کی قبر (جیسا کہ مرقات، سندھی اوراشعۃ اللمعات میں مذکور ہے۔12) کو اتنی مسافت کی مقدار تک وسیع کرتے ہیں جتنی مسافت اس کی پیدائش کی جگہ سے سفر میں موت کے مقام تک ہوتی ہے (یہ ہے سفر کی حالت میں غربت کی موت مرنے والے کی فضیلت (اس حدیث کی روایت نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

دوسری حدیث

72/3271۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جو مسلمان سفر کی حالت میں پردیس میں مرتا ہے وہ شہید ہوتا ہے (کیوں کہ پردیس میں جب آدمی بیمار رہتا ہے تو اس کو بہت

تکلیف ہوتی ہے، عزیز واقرباء کی جدائی اور تنہائی بہت شاق ہوتی ہے، پس اگر ایسی حالت میں مرجائے تو مرتے وقت اس کو بہت رنج ہوتا ہے، اسی لئے اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے اپنی عنایت سے اس کا بدلہ یہ دیا ہے کہ اس کو شہادت کا ثواب عطا فرمایا)۔اس حدیث کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

صحیح اعتقاد کے ساتھ طاعون زدہ مقام سے نقلِ مکان کرنا جائز ہے

73/3272۔طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس حدیث سننے جایا کرتے تھے ایک دن انھوں نے ہم سے فرمایا کہ میرے گھر میں طاعون پھوٹ پڑا ہے اس لئے آپ لوگ میرے پاس نہ آیا کریں آپ لوگوں میں سے جو تبدیل آب وہوا کے لئے مقام بدلنا چاہیں وہ جاسکتے ہیں، مگر ایسا اعتقاد رکھ کر مقام نہ بدلیں کہ میں طاعون زدہ مقام سے نکل گیا تھا اس لئے طاعون سے بچ گیا اور فلاں صاحب طاعون زدہ مقام میں رہتے تھے اس لئے طاعون میں مبتلا ہوکر مرگئے۔اگر میں بھی طاعون زدہ مقام میں رہتا تو طاعون میں مبتلا ہوجاتا۔ ایسا ہی طاعون زدہ مقام میں جو رہ گیا تھا وہ طاعون میں مبتلا ہوکر یہ نہ کہے کہ میں بھی فلاں صاحب کی طرح طاعون زدہ مقام سے نکل جاتا تو میں بھی بچ جاتا۔اس طرح کا اعتقاد نہ جانے والے کو ہونا چاہئے نہ رہنے والے کو بلکہ دونوں یہ سمجھیں کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ارادے سے ہوتا ہے بچ گیا بھی تو اللہ تعالیٰ ہی کے ارادہ سے بچا اور اگر مبتلا ہوگیا بھی تو اللہ ہی کے ارادہ سے ہوا۔اس میں طاعون زدہ مقام کو چھوڑنے کا اثر ہے نہ اس مقام میں رہنے کا اثر ہے۔اس طرح سمجھنے والے کو طاعون زدہ مقام سے نقل مکان کرنا جائز ہے اور جانے سے بچنا اور رہنے سے مرنا سمجھنا یہ اعتقاد درست نہیں ہے اور ایسے اعتقاد رکھنے والے کو نقل مکان کرنا جائز نہیں ہے) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اس کے بعد فرمائے کہ میں تم کو حدیث سناتا ہوں جس سے معلوم ہوگا کہ طاعون

کے موقع پر لوگوں کو کیا کرنا چاہئے ۔ (ایک دفعہ) ملک شام میں طاعون پھوٹ پڑا تھا اور اس وقت میں ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملک شام کے جہاد میں شریک تھا (اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اس وقت فوج کے سپہ سالار تھے، ملک شام میں طاعون پھوٹ پڑنے کی اطلاع امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پہونچی تو) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا کہ آپ کو میرا یہ خط ملتے ہی آپ فوراً مدینہ منورہ آنے کے لئے روانہ ہوجائیں میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ اگر میرا یہ خط آپ کو صبح ملے تو آپ اسی وقت شام ہونے سے پہلے مدینہ منورہ آنے کے لئے روانہ ہوجائیں اور اگر آپ کو میرا یہ خط شام کے وقت ملے تو صبح ہونے کا انتظار نہ کرنا، اسی وقت مدینہ منورہ آنے کے لئے روانہ ہوجانا، اس لئے کہ مجھے ایک اہم ضرورت پیش آئی ہے اور اس میں آپ سے مشورہ لینا ہے اور یہ کام آپ کے مشورہ کے بغیر طے نہیں پاسکتا۔ جب ابوعبید رضی اللہ عنہ اس خط کو پڑھ چکے تو فرمایا کہ امیرالمومنین ایک ایسے شخص کو زندہ رکھنا چاہتے ہیں جس کی موت آ گئی ہے یہ کہہ کر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خط کا جواب اس طرح لکھا کہ امیرالمومنین جس ضرورت کے لئے مجھے بلا رہے ہیں میں اس کو معلوم کرلیا ہوں ضرور حاضر ہوتا لیکن میں اس وقت مسلمانوں کی فوج کا سپہ سالار ہوں مناسب نہیں سمجھتا ہوں کہ اپنی جان بچا کر چلے آؤں اور مسلمانوں کو موت کے منھ میں دیدوں (نہ وہاں آنے سے پہلے موت سے بچ سکتا نہ یہاں رہنے سے مرتا ہوں، اللہ تعالیٰ کا جو ارادہ ہے وہ پورا ہو کر رہتا ہے اس لئے مجھے مسلمانوں کے ساتھ ہی رہنے دیجئے) اور مجھے آنے کے لئے آپ جو قسم دیئے ہیں (وہ واقع میں قسم تو ہے نہیں، صرف تاکید کے لئے فرمایا گیا ہے) اس لئے مجھے اس کی پابندی سے معاف فرمایئے، جب یہ خط حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ملا تو آپ (خط دیکھ) کر رونے لگے (آپ کو روتے ہوئے دیکھ کر) لوگوں نے عرض کیا امیرالمومنین

آپ رو رہے ہیں کیا حضرت ابوعبیدہ کا انتقال ہوگیا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ارشاد فرمائے نہیں انتقال تو نہیں ہوا مگر ان کے طرز تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ انتقال ہونے والا ہے (حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو جو نقل مکان کروا رہے تھے اس سے معلوم ہوا کہ اعتقاد صحیح کے ساتھ طاعون میں نقل مکان کرنا جائز ہے باوجود اعتقاد صحیح کے اگر طاعون میں نقل مکان کرنا جائز نہ ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو ہرگز نہ بلاتے، اس کی تائید اس خط سے بھی ہوتی ہے جو اس خط سے پہلے حضرت ابوعبیدہ کو لکھا گیا تھا کہ فوج میں صحابہ کرام ہیں ان کا اعتقاد تو یہ نہیں ہوسکتا کہ نقل مکان کرنے سے طاعون میں مبتلا ہونے سے بچ جائیں گے۔ سب صحابہ کرام کا یہ اعتقاد تھا کہ جو کچھ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے ہوتا ہے نقل مکان کرنے کو اس میں کچھ دخل نہیں اس لئے) حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو لکھا جاتا ہے کہ اردن ایک پست نشیبی مقام ہے وہاں کی آب وہوا اچھی نہیں ہے، اس لئے سب فوجوں کو وہاں سے ہٹا کر مقام جابیہ میں لے جاؤ کہ وہ بلند مقام ہے وہاں کی آب وہوا بہت اچھی ہے، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان دیکھ کر مجھ سے ابوعبیدہؓ یہ فرمائے حضرت امیرالمومنین کے حکم کی تعمیل کرکے یہاں تمام فوجوں کو منتقل کرکے جابیہ لے جانے کا انتظام کرو تو حضرت ابوموسیٰ کہنے لگے میں آپ کے حکم کی ضرور تعمیل کرتا مگر میرے گھر میں خود طاعون ہوگیا ہے میں خود پریشان ہوں، اتنا بڑا انتظام (اس وقت) مجھ سے نہیں ہوسکتا۔ یہ سن کر حضرت ابوعبیدہ خود انتظام کرنے کا ارادہ کئے اور سوار ہونے لگے اور لوگ بھی جابیہ کی طرف کوچ کرنے لگے، ایسے میں حضرت ابوعبیدہ کو طاعون ہوگیا، اور طاعون ہی سے ان کا انتقال ہوگیا، اور ادھر طاعون بھی ختم ہوگیا۔ (اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی پہلے شخص ہیں کہ صحیح اعتقاد کے ساتھ طاعون میں نقل مکان کو جائز قرار دیتے ہیں) اس کی روایت امام

طحاوی نے کی ہے۔

74/3273 ۔ اور ایسا ہی ابن عساکر کی ایک روایت میں بھی اس طرح مروی ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو جو اس وقت شام کی فوج کے سپہ سالار تھے اس طرح لکھے کہ (فوج میں اکثر صحابہ کرام ہیں، ان کا اعتقاد تو یہ نہیں ہوسکتا کہ طاعون میں نقل مکان کرنے سے طاعون میں مبتلا ہونے سے بچ جائیں گے۔ سب صحابہ کرام کا یہ اعتقاد تھا کہ جو کچھ ہوتا ہے اللہ تعالی کے ارادے سے ہوتا ہے، نقل مکان کرنے کو اس میں کچھ دخل نہیں، اس لئے اردن میں طاعون پھیل گیا ہے اور اردن ایک وبائی اور نشیبی زمین ہے، وہاں کی آب و ہوا اچھی نہیں ہے اس کے برخلاف جابیہ بلند مقام ہے جہاں کی آب و ہوا بہت اچھی ہے اس لئے سب فوجوں کو اردن سے ہٹا کر جابیہ میں لے جاؤ۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کو پڑھ کر فرمایا کہ ہم امیر المومنین کے فرمان کی تعمیل کر کے جابیہ کی طرف فوجوں کو لے جاتے ہیں۔ ابوموسیٰ تم فوجوں کو لے کر جابیہ کی طرف چلو اور ان کو وہاں اتارنے کا انتظام کرو۔ ابوموسیٰ کہتے ہیں کہ ایسے میں میری بیوی طاعون میں مبتلا ہوگئیں۔ میں نے حضرت ابوعبیدہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس واقعہ سے اطلاع دی (اور اپنی مجبوری کا اظہار کیا) تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ خود فوجوں کو جابیہ لے جانے کا انتظام کرنے کا ارادہ کئے (ان کا ارادہ پورا نہ ہوا) خود حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ طاعون میں مبتلا ہو کر انتقال فرمائے اور ادھر طاعون بھی ختم ہوگیا۔

75/3274 ۔ اور سفیان بن عیینہ نے بھی اپنی جامع میں ابن عساکر کی روایت کی طرح روایت کی ہے لیکن وہ ابن عساکر کی روایت کے بہ نسبت مختصر ہے اور شرح معانی الآثار میں یہ بھی مذکور ہے کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں کہ جنھوں نے صحابہ کرام کو یہ حکم دیا کہ وہ طاعون زدہ مقام سے ہٹ کر دوسرے مقام میں منتقل

ہو جائیں اور وہاں اس وقت کثیر تعداد میں صحابہ کرام موجود تھے اور کسی صحابی نے بھی آپ کے حکم کے خلاف نہیں کیا بلکہ سب نے اس کی موافقت فرمائی اور ایسا مبارک زمانہ تھا کہ صحابہ اللہ ورسول اللہ کے حکم کے خلاف ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتے تھے فوراً اعتراض کردیتے تھے تمام صحابہ نے بغیر اعتراض کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم کو مان لیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طاعون میں نقل مقام کرنے کا حکم اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے خلاف نہیں تھا اور شرح معانی الآثار میں لکھا ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک حدیث روایت کی ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طاعون زدہ مقام سے ہٹ کر نقل مقام کرنے کے حکم سے موافقت رکھتی ہے اس سے بھی معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طاعون زدہ مقام سے ہٹ کر نقل مقام کرنے کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث سے بھی ثابت ہے اسی لئے صاحب درمختار نے مسائل شتی میں مجمع الفتاوی کے حوالہ سے لکھا ہے جب کسی شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ ہر چیز اللہ تعالی کے اردہ سے ہوتی ہے طاعون زدہ مقام سے نکلنے کو بچ جانے میں اور طاعون زدہ مقام میں جانے کو مر جانے میں کوئی دخل نہیں ہے، جب تک اللہ تعالی نہ چاہیں نہ کوئی مر سکتا ہے اور نہ کوئی بچ سکتا ہے ایسا صحیح اعتقاد رکھنے والا طاعون زدہ مقام سے نکل کر نقل مقام کرے، یا طاعون زدہ مقام میں داخل ہو تو اس کے لئے کوئی مضائقہ نہیں، ایسے شخص کو طاعون زدہ مقام سے نقل مکان کرنا جائز ہے، برخلاف اس کے اگر کسی شخص کا یہ خیال ہے کہ طاعون زدہ مقام میں جانے سے طاعون میں مبتلا ہو جائے گا، یا وہ سمجھتا ہے کہ طاعون زدہ مقام سے نکل جانے میں طاعون سے محفوظ رہے گا تو اس کا یہ اعتقاد غلط ہے اور جس کا ایسا اعتقاد ہے اس کو چاہئے کہ اپنا اعتقاد درست رکھنے کی خاطر نہ تو طاعون زدہ مقام سے نکلے اور نہ طاعون زدہ مقام میں

جائے اور جس حدیث شریف میں طاعون زدہ مقام سے نقل مقام کرنے کی ممانعت آئی ہے وہ ممانعت بھی مذکورہ اعتقاد رکھنے والوں سے ہی متعلق ہے اور جن کا یہ اعتقاد ہو کہ طاعون زدہ مقام سے نکل جانے کی وجہ سے بچ جائے گا تو ایسا غلط اعتقاد رکھنے والے شخص کو طاعون زدہ مقام سے نکلنا جائز نہیں ہے (درمختار کی عبارت یہاں ختم ہوئی) مذکورہ صحیح اعتقاد رکھنے والے کو طاعون زدہ مقام سے نقل مکان کرنا جائز ہونے کی تائید الاشباہ والنظائر کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے اس کو الاشباہ والنظائر نے بزازیہ سے نقل کی ہے کہ کوئی شخص اپنے گھر میں ہو اور اس وقت زلزلے کے آثار ظاہر ہو رہے ہوں تو ایسے شخص کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ اپنی جان بچانے کے لئے فوری کھلے میدان کی طرف بھاگ جائے، اللہ تعالی کا بھی ایسا ہی ارشاد ہے ''وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُکَةِ ''یعنی تم اپنی جانوں کو ہلاکت میں مت ڈالو، جہاں تک ہو سکے اپنی جانوں کو ہلاکت سے بچایا کرو، اس آیت سے بھی ثابت ہوا کہ زلزلہ کے وقت کھلے میدان کی طرف نکل جانا، اور طاعون زدہ مقام سے صحیح اعتقاد رکھ کر نقل مقام کرنا جائز ہے، ورنہ لازم آئے گا کہ زلزلہ سے بھاگ کر اور طاعون زدہ مقام سے نقل مکان نہ کر کے اپنے ہاتھوں سے خود کو ہلاکت میں ڈالا جو صریح آیت کے خلاف ہے، اس لئے صحیح اعتقاد کے ساتھ طاعون زدہ مقام سے نقل مکان کرنا جائز ہے اور ہلاکت کے موقعوں سے اپنے کو بچانا پیغمبروں کی سنت ہے (الاشباہ والنظائر کی عبارت یہاں ختم ہوئی)

صحیح اعتقاد کے ساتھ نقل مکان جائز ہے

پہلی حدیث

76/3275۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ ایک

شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم ایک مکان میں رہا کرتے تھے جہاں ہمارے بہت سے آدمی تھے اور مال بھی افراط سے تھا اس کے بعد ہم ایک دوسرے مکان میں جاکر رہے تو اس میں ہمارے آدمی بھی کم ہوگئے اور مال میں بھی کمی آگئی یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے یہ مکان اچھا نہیں ہے تم اس کو چھوڑ دو (اور دوسرے مکان میں منتقل ہو جاؤ) اس حدیث کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

دوسری حدیث

77/3276۔ ابوداؤد کی ایک دوسری حدیث میں اس طرح ہے جس کو یحیٰی بن عبداللہ بن بحیر رضی اللہ عنہ فروہ بن مسک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں فروہ بن مسک فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرے پاس ایک زمین ہے جس کو ابین کہتے ہیں وہ ہمارے کھیت کی ایسی زمین ہے جس میں زراعت بھی ہوتی ہے اور غلہ کا گودام بھی اسی میں ہے (معلوم نہیں کیا وجہ ہے کہ) وہ سخت وبائی زمین ہے یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے (جہاں کی آب وہوا خراب ہو) وہاں رہنا اچھا نہیں نقصان کا اندیشہ رہتا ہے تم اس زمین کو چھوڑ دو (اور دوسری جگہ منتقل ہو جاؤ) (صاجبو آپ نے ان دونوں حدیثوں کو سنا۔ اس میں طب کے ایک مسئلہ کو حل کیا گیا ہے کہ صحت کے لئے آب وہوا کا اچھا ہونا ضروری ہے اور جب آب وہوا خراب ہوجاتی ہے تو صحت بھی بگڑ جاتی ہے ان دونوں حدیثوں میں بہترین آب وہوا کے لئے نقل مکان کی اجازت دی گئی ہے ایسا ہی طاعون کی وجہ سے جب آب وہوا خراب ہوجائے تو صحت باقی رہنے کے لئے نقل مکان کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ایسا ہی فرمائے ہیں۔

صحیح اعتقاد کے ساتھ طاعون زدہ مقام سے نقل مکان کرنا جائز ہے

78/3277۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ طاعون ایک عذاب ہے جو تم سے پہلے کی گزری ہوئی قوموں پر (ان کے گناہوں کی وجہ سے) بھیجا گیا تھا (جب کبھی طاعون کسی مقام میں پھیل جائے تو تم اپنی حالت پر غور کرو اگر تمہارا یہ اعتقاد ہو کہ طاعون زدہ مقام میں چلے جانے سے طاعون میں مبتلا ہو جاؤ گے یا تم سمجھتے ہو کہ طاعون زدہ مقام سے نکل جانے میں طاعون سے بچ جاؤں گا تو تمہارا یہ اعتقاد غلط ہے اس لئے کہ عذاب توبہ واستغفار سے ٹل جاتا ہے، بھاگنے سے عذاب نہیں ٹلتا، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ ایسے شخص کو اپنا اعتقاد درست رکھنے کی خاطر) نہ تو طاعون زدہ مقام میں جانا چاہئے اور نہ طاعون زدہ مقام سے بھاگنا چاہئے (بخلاف اس کے اگر تمہارا یہ اعتقاد ہو کہ ہر چیز اللہ تعالی کے ارادے سے ہوتی ہے، طاعون زدہ مقام سے نکلنے کو بچ جانے میں اور طاعون زدہ مقام میں جانے کو مرنے میں کوئی دخل نہیں ہے۔ جب تک اللہ تعالی نہ چاہیں نہ تو کوئی مر سکتا ہے اور نہ کوئی بچ سکتا ہے تو تمہارا یہ اعتقاد درست ہے اور ایسا اعتقاد رکھنے والا طاعون زدہ مقام سے نکل کر نقل مکان کرے یا طاعون زدہ مقام میں داخل ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ ایسے شخص کا طاعون زدہ مقام سے نقل مکان کرنا جائز ہے)

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

صحیح اعتقاد کے ساتھ طاعون زدہ مقام میں ٹھہرنے کا ثواب

پہلی حدیث

79/3278۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت

ہے آپ فرماتی ہے کہ میں (ایک دفعہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کی حضور طاعون ایک عجیب بیماری ہے اللہ تعالی اس بیماری کو اپنے بندوں پر بھیجتے ہیں اس میں کیا حکمت ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے سنو عائشہ! (جب بندوں سے نافرمانیاں کثرت سے ہوتی ہیں تو) طاعون کو عذاب بنا کران پر بھیجتے ہیں تو (یہ طاعون) کافروں اور مسلمانوں دونوں پر آتا ہے عذاب ہوکر پھر مسلمانوں کے لئے رحمت بن جاتا ہے۔ جب کسی مسلمانوں کی بستی میں طاعون آجائے اور وہ اپنی بستی میں طاعون کے زمانہ میں صبر کیا ہوا ثواب کی نیت سے ٹھہرا رہے اور اس کو یہ یقین کامل ہے کہ مرنا اور جینا دونوں اللہ تعالی ہی کے ارادے سے ہوتے ہیں، (جب اللہ تعالی چاہتے ہیں تو لوگ طاعون میں رہ کر بچ جاتے ہیں اور جن کو اللہ تعالی موت دینا چاہتے ہیں تو وہ طاعون میں مبتلا ہوکر مر جاتے ہیں جو یہ صحیح اعتقاد رکھ کر طاعون زدہ بستی میں ٹھہرا رہے) تو ایسے شخص کو شہید کا ثواب ملے گا۔ اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

دوسری حدیث

80/3279۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جو شخص (طاعون زدہ مقام میں تھا وہ یہ سمجھا کہ اگر میں یہاں رہوں گا تو میں بھی طاعون میں مبتلا ہوکر ہلاک ہوجاؤں گا اور یہاں سے بھاگ گیا تو بچ جاؤں گا اس خیال سے وہ) طاعون زدہ مقام سے بھاگ کر دوسرے مقام میں چلا گیا تو وہ ایسا ہی کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوا، جیسے جہاد میں کفار کے مقابلے سے بھاگنے والا کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اور جو شخص (یہ سمجھے کہ اللہ تعالی کے ارادے کے بغیر کوئی نہیں مرتا اگر میں اس طاعون زدہ مقام میں رہا اور اللہ تعالی کا ارادہ نہ ہو تو میں نہیں مر سکتا اس خیال سے) صبر کیا ہوا طاعون زدہ

مقام میں رہے (وہ مرے یا نہ مرے ہر حال میں) اس کو (اس صحیح اعتقاد کی وجہ سے) شہید کا ثواب ضرور ملے گا۔ اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

نابینا ہونے پر راضی برضا رہنے کا ثواب

81/3280 ۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ حدیث قدسی ارشاد فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب میں کسی بندۂ مومن کی دو آنکھیں جو اس کے پاس نہایت پیاری اور محبوب ہیں چھین لے کر نابینا بنا دیتا ہوں تو وہ اس پر صبر کر کے (نہ زبان سے خلاف ادب کچھ کہتا ہے نہ دل سے ناراض ہوتا ہے بلکہ) راضی برضاء الٰہی رہتا ہے تو اس کو میں اس کے بدلے میں (ابتداء نجات پانے والوں میں شریک کر کے گناہوں کی سزا دیے بغیر پہلے پہل جنت میں داخل کروں گا) اور جنت میں نابیناؤں کے لئے جو خاص مقام رکھا ہوں، اس مقام پر اس کو پہونچاؤں گا۔ اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔

(2/74) باب تمنی الموتِ و ذکرہ

(اس باب میں موت کی آرزو کرنے کا اور موت کو یاد کرتے رہنے کی فضیلت کا بیان ہے)

موت کی آرزو نہ کرو

پہلی حدیث

1/3281 ۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ کوئی شخص (مصیبتوں کی یا بیماریوں کی وجہ سے زندگی سے تنگ آ کر) موت کی آرزو نہ کرے (تجھے کچھ خبر ہے کہ مرنے سے اعمال ختم ہو جاتے ہیں پھر تُو کچھ نہیں کر سکتا، زندگی کو غنیمت جان) اگر (تو نیک ہے تو) (تیری) نیکیوں میں اضافہ ہو جائے گا، اگر (تو) برا ہے تو شاید (تیرا) دل پلٹی کھائے اور (تو) توبہ کر کے نیکیاں کرنے لگے (مر جانے سے پھر یہ موقع کہاں ملتا ہے، اس لئے مرنے کی ہرگز آرزو نہ کرے) اگر ایسا ہی تجھ کو آرزو کرنا ہے تو ان الفاظ (یہ دعا ردالمختار سے لی گئی ہے اور بخاری نے بھی اس کی روایت کی۔12) سے موت کی آرزو کر۔

اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مَا کَانَتِ الْحَیَاۃُ خَیْرًا لِّیْ وَ تَوَفَّنِیْ اِذَا کَانَتِ الْوَفَاۃُ خَیْرًا لِّیْ

الٰہی! (میں نہیں جانتا کہ میرے لئے خیر کیا ہے۔ آپ ہی کو غیب کی سب خبر ہے اگر باوجود جو مصائب اور بیماریوں کے) میرا زندہ رہنا خیر ہے تو مجھے زندہ رکھ۔ اور اگر مرنا ہی خیر ہے تو مجھے خیر کے ساتھ موت دے۔ اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔

دوسری حدیث

2/3282۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں (مسلمانو!) تم میں سے کوئی (پریشانیوں کی وجہ سے گھبرا کر دل سے) موت آنے کی آرزو نہ کرے اور (نہ زبان سے) موت آنے کی دعا کرے (جب موت آنا ہے آئے گی) موت آنے سے پہلے (موت کی آرزو کرکے یا موت آنے کی دعا کرکے کیوں بے صبری کا اظہار کرتے ہو، اگر صبر کرتے تو تم کو اس کا ثواب ملتا تم کو کچھ خبر ہے) کہ مرنے سے نیک عمل کرنے کا موقع جاتا رہتا ہے بلکہ عمر (کے بڑھنے) سے مسلمان کے لئے نیکیوں کو بڑھانے کا موقع ملتا ہے مرنے کے بعد تم بہت آرزو کروگے مگر نیک عمل کرنے کا موقع نہیں ملے گا، زندگی کو غنیمت جانو جہاں تک ہوسکے نیک اعمال کرنے کی کوشش میں رہو، مسلمان کی زندگی بھی ایک نعمت الٰہی ہے، اس وقت اس کے لئے نیکیاں جمع ہوتی رہتی ہیں، تم موت کی آرزو اور دعا کرکے کیوں اس موقع کو کھونا چاہتے ہو؟ اس لئے موت کی آرزو یا دعا ہرگز نہ کرنا) اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

تیسری حدیث

3/3283۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ (مسلمانو! دنیا کی مصیبتوں اور تکلیفوں کی وجہ سے موت کی آرزو نہ کرو (دنیا کی مصیبتیں اور تکلیفیں مرنے کے بعد پیش آنے والی تکلیفوں کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہیں) موت کے بعد جو پیش آنے والے امور ہیں وہ بہت سخت ہیں (کیا تم ان کو آسان سمجھ گئے ہو؟ مرنے کے بعد کے مصائب کی ابتداء سکرات سے ہوتی ہے۔ پھر قبر میں منکر ونکیر کے سوال کے جواب دینا ہے۔ قبر کے

ہولناک امور قیامت کے ہیبت ناک واقعات یکے بعد دیگرے سب پیش آنے والے ہیں اس لئے موت کی آرزو کرنے یا موت آنے کی دعا کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ زندگی کو غنیمت سمجھو، آنے والے امور کی آسانی کے لئے دنیا کی زندگی ہی میں تیاری کرو۔ جو کچھ کرنا ہے دنیا ہی میں کرلو، مرنے کے بعد کچھ نہ کرسکو گے) بہت خوش نصیب ہے وہ مسلمان جس کی عمر دراز ہو اور اس کو خدا کی طرف رجوع ہونے کی توفیق ہوئی ہو (اور وہ اللہ تعالی کی اطاعت کر کے موت کے بعد آنے والے امور کی آسانی کے لئے تیاری کرلیا ہوں) اس حدیث کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

چوتھی حدیث

4/3284۔ ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں (ایک روز کا ذکر ہے) کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر تھے۔ حضور کا ہم کو وعظ نصیحت فرمارہے تھے۔ حضور نے ہم کو رقت پیدا ہونے والی باتیں فرمائیں یوں حضور کا وعظ ونصیحت ہمیشہ دل ہلانے والا ہوتا تھا۔ مگر اس وقت کا وعظ کیا کہوں کیسا تھا، ہمارے دلوں کی عجیب حالت تھی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آخرت کے سارے احوال اور قیامت کے ہولناک واقعات ہمارے سامنے ہیں، ہر شخص پر ایک رقت کا عالم طاری تھا۔ حضرت سعد بھی ہمارے ساتھ تھے۔ اس حالت سے متاثر ہوکر) حضرت سعد خوب رورہے تھے (بے سُدھ ہوکر) کہنے لگے، کاش میں (بچپن ہی میں) مرجاتا (تو گنہگار نہ ہوتا اور عذاب آخرت سے نجات پاجاتا یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے اے سعد! کیا تم میرے سامنے موت کی آرزو کرتے ہو (آخرت کی تمام نعمتوں سے میری صحبت بہترین نعمت ہے۔ میری صحبت میں رہنا کیا کم ہے کہ پھر تم کیوں میرے سامنے موت کی آرزو کررہے ہو) تین بار حضور ایسا ہی فرماتے رہے (قطع نظر میری صحبت کے تم کو تو جنت کی خوش خبری دی گئی ہے نا۔ اگر جنت کی خوش خبری

نہ بھی دی جاتی تو تم مسلمان تھے) اگر تمہارے مقدر میں جنت لکھی گئی ہوتی تو تمہاری عمر کا دراز ہونا اور نیکیاں کر کے جنت کے مراتب حاصل کرنا (بچپن میں مرجانے سے) بہت بہتر تھا (پھر اب تم بچپن میں مرنے کی آرزو کر رہے ہو، یہ تمہاری شان کے لائق نہیں ہے) اس حدیث کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

پانچویں حدیث

5/3285 ۔ حارثہ بن مضرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ خباب رضی اللہ تعالی عنہ (جو مشہور صحابی ہیں وہ بیمار تھے، میں اُن کی عیادت کے لئے ان) کے پاس گیا (کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت خباب سخت بیمار ہیں۔ ان کو علاج کے طور پر ایک دو جگہ نہیں بلکہ) سات جگہ داغ دیا گیا ہے (بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ داغ دے کر علاج نہ کیا جائے، وہ عام طور پر ممانعت نہیں ہے لوگوں کی عادت تھی کہ معمولی ضرورت پر بھی داغ دیا کرتے تھے، اس سے منع کیا گیا۔ اہم ضرورت ہو تو داغ دینا ممنوع نہیں ہے حضرت خباب جیسے صحابی ممنوع چیز ہرگز استعمال نہ کرتے، ایسی ہی اہم ضرورت تھی اسی وجہ سے حضرت خباب داغ دینے سے اپنا علاج کئے تھے۔ اہم ضرورت کا اس سے اندازہ کرو کہ وہ کیسی سخت بیماری ہوگی جس کی برداشت نہ کر کے) حضرت خباب فرما رہے ہیں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موت کی آرزو کرنے سے منع نہ فرماتے تو میں (اس سخت مرض کی برداشت نہ کر کے) موت کی آرزو کرتا (مگر میں حضور کے ارشاد کی تعمیل کر کے کیسا ہی مرض ہو، اس میں موت کی آرزو نہیں کرتا ہوں) (یہ بیماری کیا چیز ہے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی ایسے صحابی کو نہیں جانتا جس نے میرے برابر بلائیں اور مصیبتیں برداشت کی ہوں۔ ان مصیبتوں کے وقت کبھی بے صبری کا اظہار نہیں کیا ہوں اب اس بیماری میں بے صبری کر کے حضور کے ارشاد کے خلاف کر کے موت کی آرزو نہیں کرتا۔ دیکھو اس وقت) میری یہ حالت تھی

کہ ایک درہم بھی میرے پاس نہیں تھا (مگر کبھی میں نے بے صبری کا اظہار نہیں کیا) اور اب میرے گھر کے ایک کونے میں 40 ہزار درہم پڑے ہوئے ہیں (حارثہ) کہتے ہیں کہ پھر حضرت خباب کا کفن لایا گیا (جو بہت قیمتی تھا) جب (حضرت خباب) اس (کفن) کو دیکھے تو رونے لگے (روتے ہوئے) فرمائے (ایک کفن تو یہ ہے اور ایک کفن تو وہ تھا جو) حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو (دیا گیا، گنجائش نہ ہونے سے تین کپڑوں کی بجائے) ایک دھاری دار چادر ہی میں آپ کو کفنایا گیا (کیا کہوں وہ بھی اتنا چھوٹا کفن تھا کہ) سر کو ڈھانکتے تھے تو پاؤں کھل جاتے تھے اور اگر پاؤں کو ڈھانکتے تو سر کھل جاتا تھا (مجبور ہو کر) اسی کفن سے سر کو ڈھانکے پاؤں جو کھلے ہوئے تھے ان کو اذخر نامی خوشبو دار گھاس سے ڈھانکے (اور اسی حالت میں حضرت حمزہ دفن کیے گئے۔ صاحبو! آپ نے دیکھا اس وقت کی زندگی کیسی تکلیف کی زندگی تھی، باوجود اس تکلیف کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو حکم تھا کہ تکلیف کی وجہ سے موت کی آرزو نہ کریں۔ اس لئے باوجود تکلیف کے کوئی صحابی نہ موت کی آرزو کیے نہ موت آنے کی دعا کیے۔ مسلمانو! تم بھی کیسی ہی تم پر پریشانی آئے حضور کے حکم کی تعمیل کر کے کبھی موت کی آرزو نہ کرنا اور نہ موت آنے کی دعا کرنا۔ صبر کیے ہوئے صبر کا ثواب حاصل کرتے رہو) اس حدیث کی روایت امام احمد نے کی ہے۔ اور ترمذی نے بھی اسی کے قریب قریب روایت کی ہے۔

اگر موت کی آرزو کرنا ہو تو ان الفاظ سے کی جائے

6/3286۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائیں ہیں کہ کوئی شخص (بدنی یا مالی) مصیبت کی وجہ سے (زندگی سے تنگ آ کر) ہرگز موت کی آرزو نہ کرے۔ اگر تم کو ایسا ہی موت کی آرزو کرنا ہے تو (اپنے الفاظ میں ہرگز نہ کرنا، تم اللہ تعالی کی شان کے خلاف کچھ کہہ دو گے، بہتر یہ ہے کہ حدیث کے) ان الفاظ سے موت کی آرزو کرنا (وہ الفاظ یہ ہیں):۔

اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِىْ مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِّىْ وَتَوَفَّنِىْ اِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّىْ ط

الٰہی (میں نہیں جانتا کہ میرے لئے خیر کیا ہے، آپ ہی کو غیب کی سب خبر ہے، اگر باوجود مصائب اور بیماریوں کے) میرا زندہ رہنا خیر ہے تو مجھے زندہ رکھئے اور اگر میرا مرنا ہی خیر ہو تو مجھے خیر کے ساتھ موت دیجئے۔

جو اللہ تعالیٰ سے ملنے کو پسند کرتے ہیں اللہ تعالیٰ بھی ان سے ملنے کو پسند فرماتے ہیں

7-8/3287-3288۔ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہیں آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملنا پسند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا پسند کرتے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملنا پسند نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا پسند نہیں کرتے (یہ سن کر) ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عرض کیں یا رسول اللہ (اللہ تعالیٰ سے ملنے سے مراد اگر موت ہو تو موت کو تو کوئی بھی پسند نہیں کرتا، پھر حضور کا یہ فرمانا کہ بعض موت کو پسند کرتے ہیں اور بعض موت کو نہیں پسند کرتے اس کا کیا مطلب ہے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے۔ عائشہ! (تم خدا کے ملنے کو اور موت کو ایک ہی سمجھ رہی ہو) ایسا نہیں ہے (انسانی فطرت کے لحاظ سے تو موت کو کوئی بھی پسند نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ سے ملنا اور موت ایک چیز نہیں ہے بلکہ) جب مسلمان کو موت آتی ہے تو (چوں کہ وہ توحید اور رسالت کا قائل ہو کر اللہ تعالیٰ کو راضی کر لیا ہے) اس کے سامنے فرشتے آکر خوش خبری سناتے ہیں (کہ چلو اللہ سے ملو اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہے۔ تمہارے لئے راحت و آرام اور باغ و بہار تیار کیا ہے) اس وقت مسلمان کے سامنے اللہ تعالیٰ سے ملنے سے بڑھ کر کوئی چیز محبوب نہیں ہوتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے ملنے کو پسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی (چوں کہ اس

سے راضی ہیں) اس لئے اس سے ملنے کو پسند فرماتے ہیں ۔ (اس کے برخلاف) جب کافر کو موت آتی ہے تو (چوں کہ توحید اور رسالت کا انکار کر کے وہ اللہ تعالی کو ناراض کر رکھا ہے اس لئے) فرشتے اس کے سامنے آ کر کہتے ہیں (کہ تم خدا سے مل کر کیا کرو گے خدا تم سے ناراض ہے) تمہارے لئے طرح طرح کے عذاب اور مصائب تیار کر رکھا ہے، تو اس وقت کافر کے سامنے اللہ تعالی سے ملنے سے بڑھ کر کوئی چیز ناگوار نہیں ہوتی اس لئے وہ اللہ تعالی سے ملنے کو پسند نہیں کرتا اور اللہ تعالی بھی (چونکہ اس پر غضب ناک ہیں) اس لئے وہ اس سے ملنے کو پسند نہیں فرماتے ۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے ۔

قیامت میں مسلمان سے اللہ تعالی کیا پہلا سوال کریں گے

9/3289 ۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ایک ضروری بات سنانا چاہتے تھے خاص توجہ کے ساتھ اس کو سننے کے لئے بہ طور تمہید ارشاد فرمائے) (مسلمانو!) تم کو کچھ معلوم ہے کہ قیامت میں اللہ تعالی مسلمانوں سے پہلی بات کیا کریں گے ۔ ایسے ہی اس دن مسلمانوں کی پہلی بات اللہ تعالی سے کیا ہوگی اگر تم چاہتے ہو تو میں تمہیں اس کو سناتا ہوں ۔ یہ سن کر صحابہ عرض کئے، حضور ضرور سنائیے (ہم اس کو سننے کے لئے خاص توجہ کے ساتھ تیار ہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے سنو! اللہ تعالی کی (پہلی) بات (مسلمانوں سے متوجہ ہوکر) یہ ہوگی کہ کیا تم کو یقین تھا کہ (ہم کو آخرت میں ایک دن آنا ہے اور) اللہ تعالی سے ملنا ہے تو مسلمان عرض کریں گے ہاں اے ہمارے مالک (ہم یقین سے ایسا ہی سمجھے ہوئے تھے) تو اللہ تعالی ارشاد فرمائیں گے (جب تم کو مجھ سے ملنے کا یقین تھا پھر تم گناہ کیسے کئے ۔ مسلمان عرض کریں گے الٰہی! (ہم نادم اور شرمندہ ہیں، ہم کو گناہ نہیں کرنا چاہئے تھا مگر) آپ کا کرم ۔ آپ کا رحم ۔ آپ کا حلم ۔ ہم کو جرأت دلایا (ہم یہ سمجھے ہوئے تھے کہ آپ کی مغفرت ہمارے گناہوں سے زیادہ وسیع ہے ۔ آپ کی

مغفرت کے سامنے ہمارے گناہ کیا چیز ہیں۔ ہم بڑی امید آپ سے کئے اس لئے گناہ کرنا تھا کئے) تو اللہ تعالی ارشاد فرمائیں گے۔ (بندہ جیسے میری نسبت خیال کرتا ہے میں ویسا ہی اس کے ساتھ برتاؤ کرتا ہوں۔ جب تمہارا میرے ساتھ ایسا خیال تھا تو) میں تمہارے سب گناہوں کو بخش دیا۔ اس کی روایت امام بغوی نے شرح السنہ میں کی ہے اور ابونعیم نے بھی حلیہ میں اس کی روایت کی ہے۔

موت کے وقت امید اور خوف کی حالت رکھنا چاہئے

10/3290۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک نوجوان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور اس کو ملاحظہ فرمائے کہ سکرات کی حالت میں ہے۔ حضور ان سے دریافت فرمائے (اس وقت تمہارے دل کی) کیا حالت ہے (تمہارے دل میں اس وقت کیا خیالات آرہے ہیں) اس نوجوان نے عرض کیا حضور! گناہوں کی وجہ سے خدائے تعالی سے ڈر رہا ہوں (کہ میرے ساتھ معلوم نہیں کیا برتاؤ کیا جاتا ہے اور ادھر اللہ تعالی کی رحمت اور اس کی مغفرت کا خیال آتا ہے تو) بڑی امید بھی ہوتی ہے (کہ اللہ تعالی کی مغفرت کے سامنے میرے گناہ کیا چیز ہیں ضرور اللہ تعالی اپنی رحمت سے میرے گناہ معاف فرمائیں گے اور مجھے مرنے کے بعد راحت وآرام نصیب ہوگا۔ اس وقت اس کشمکش میں میرا دل پھنسا ہوا ہے) یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے (سنو! اے نوجوان یوں تو ہر وقت مسلمان کو اللہ تعالی سے خوف کرتے ہوئے اور اس سے امید رکھتے ہوئے رہنا چاہئے خاص کر) ایسے سکرات کے وقت میں (جس شخص کے دل میں اپنے گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالی سے خوف ہو اور اللہ تعالی کی شان رحمت اس کے پیش نظر ہو جس کی وجہ سے وہ بڑی بڑی امیدیں لگایا ہوا ہے، اللہ کی رحمت ہمیشہ اس کے غضب پر غالب رہتی ہے، ایسے بندہ کی حالت اللہ تعالی کو بہت پسند آتی ہے) تو وہ بندہ جس چیز سے ڈر رہا ہے اس کو اس سے بچالیتے ہیں اور جس چیز کی امید لگایا ہوا ہے اس کو عطا فرما کر امن اور

راحت میں رکھتے ہیں۔اس کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

موت کے وقت مسلمان اللہ تعالی سے حسن ظن رکھے

11/3291۔جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (مجھے خوب یاد ہے) خود میں نے سنا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے وفات شریف سے تین دن پہلے اس طرح ارشاد فرمائے ہیں تم میں سے ہر ایک کی موت ایسی حالت میں ہو کہ وہ اللہ تعالی سے حسن ظن رکھتا ہو۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف:اس حدیث کی تفصیل یہ ہے کہ مسلمان کے دو بازو ہیں جن کے ذریعہ سے اللہ تعالی کی طرف جانے کا راستہ بہت آسانی سے طئے ہوتا ہے۔ایک بازو تو یہ ہے کہ اللہ تعالی کا خوف رہے جس کی وجہ سے وہ گناہوں سے بچتا رہتا ہے اور دوسرا بازو یہ ہے کہ وہ اللہ تعالی سے امید رکھے جس کی وجہ سے مسلمان اللہ تعالی سے مغفرت کی امید رکھتا ہے۔حالت صحت اور زندگی میں خوفِ خدا کو غالب رکھے تاکہ گناہوں سے بچتا رہے اور مرنے کے وقت خوف کی ضرورت نہیں رہی۔اس لئے کہ وہ وقت گناہ کرنے کا نہیں ہے بلکہ موت کے وقت خدا کو رحیم، کریم، ستار، غفار جان کر مغفرت کی امید دل میں لیا ہوا رہے۔تاکہ خوش خوش خدا کے پاس جانے کے لئے تیار رہے۔مرنے سے جی نہ چرائے۔یعنی مرنے کے وقت اگر خوف کی حالت رہی تو خدا کے سامنے ایسا جائے گا جیسے مالک کے سامنے بھاگا ہوا غلام ڈرتا ہوا جاتا ہے اس لئے زندگی میں حتی الامکان نیکیاں کرتے رہے اور مرتے وقت دل میں سچی امید مغفرت کی لیا ہوا رہے گا تو اللہ تعالی کے سامنے ایسا جائے گا جیسے کوئی غلام مالک کے حکم کی تعمیل کر کے مالک کے سامنے بڑی بڑی امیدیں لگائے ہوئے خوش خوش جاتا ہے۔

مومن موت سے راحت پاتا ہے اور دنیا کو فاجر کی موت سے راحت ملتی ہے

12/3292۔ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ

(ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے آپ کے سامنے سے ایک جنازہ گزرا۔ آپ اس جنازہ کو دیکھ کر فرمائے یا تو اس کو راحت ہوگئی یا اس سے راحت ہوگئی۔ صحابہ نے عرض کیا حضور آپ جو ارشاد فرمائے ہیں ہم اس کا مطلب نہیں سمجھتے، اس سے کیا مراد ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے سنو (میں نے جو کہا ''اس کو راحت ہوگئی'' اس سے مراد یہ ہے) کہ مسلمان بندہ دنیا میں طرح طرح کی مصیبتیں اٹھاتا رہتا ہے۔ مرنے کی وجہ سے وہ ان تمام مصیبتوں سے چھوٹ جاتا ہے اور چونکہ وہ نیکیاں کرتا رہا، اس لئے اللہ تعالی اس پر مہربان ہیں (مرنے سے) وہ رحمت الٰہی میں پہنچ جاتا ہے اور راحت وآرام پاتا ہے۔ حضور فرمائے (کہ میں نے ''اس سے راحت ہوگئی'' جو کہا اس کا مطلب یہ ہے) کہ جو ظالم بندہ (کہ جس کے ظلم سے سب تنگ تھے طرح طرح سے لوگوں کو ایذا پہونچ رہی تھی، اس کے مرنے کی وجہ سے سب کو راحت مل جاتی ہے) انسان تو انسان بلکہ شہر، درخت اور جانور اس کے مرنے سے سب کو راحت ہو جاتی ہے (اس لئے کہ اس کے ظلم کی وجہ سے سارے عالم میں فساد پھیل گیا تھا اور اللہ تعالی اس پر غضب ناک تھے اس کے ظلم اور گناہوں کی وجہ سے بارش رک گئی تھی، طرح طرح سے عالم میں خرابیاں ہو رہی تھیں، اس کے مرنے کی وجہ سے یہ ساری خرابیاں دور ہوگئیں۔ بارش کی وجہ سے زمین سر سبز ہوگئی اور زمین پر رہنے والوں کو آرام نصیب ہو گیا اس لئے میں نے اس جنازہ کو دیکھ کر کہا کہ اس کو آرام مل گیا یا اس سے سب کو آرام مل گیا) اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

دنیا میں مسافر کی طرح رہو

13/3293۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (خاص توجہ سننے کے لئے) میرے دونوں مونڈھے پکڑ کر ارشاد فرمائے ابن عمر سنو! (دنیا کو اپنا گھر نہ سمجھنا) تم دنیا میں ایسے رہو جیسے مسافر (منزل

میں) رہتا ہے (کسی چیز سے دل نہ لگاؤ اس لئے کہ ایک دن اس کو چھوڑنا ہے۔ یہاں کی لذتوں سے نفع لینے کی عادت نہ ڈالو۔ لوگوں سے گہرا تعلق (جیسا کہ مرقات میں مذکور ہے۔12) پیدا نہ کرو، ایک دن ان کو چھوڑنا ہے۔ ہاں خدا و رسول کے حکم کے موافق ان کے حقوق ادا کرتے رہو۔ ابن عمر! تم یہ نہ سمجھنا کہ میں یہاں ہمیشہ رہنے کے واسطے آیا ہوں، تم ایسے رہو جیسے مسافر کہ وہ کسی سے گہرے تعلق پیدا نہیں کرتا۔ مسافر کے جیسے مشاغل ہوتے ہیں ایسے مشاغل رکھو۔ ہمیشہ رہنے والے کے جیسے مشاغل نہ پیدا کرو، تم مسافر ہو، آخرت تمہارا اصلی وطن ہے۔ اصلی وطن میں رہنے کے لئے یہاں سے سامان تیار کر کے چلو، سنو ابن عمر! مسافر منزل میں ایک دو روز تو بھی قیام کرتا ہے لیکن تم کو یہاں ایک دو روز بھی قیام کرنے کی امید نہیں) بلکہ تم اپنے کو سمجھو کہ میں مسافر ہوں راستہ چل رہا ہوں (مجھے یہاں دنیا میں ایک دن بھی رہنے کی امید نہیں ہے، کیا معلوم کب وقت آتا ہے اور کب چلنا پڑتا ہے اگر شام ہو تو صبح کا انتظار مت کرو (کیا معلوم تم صبح تک زندہ رہتے بھی ہو یا نہیں) اور ایسا ہی جب (جیسا کہ مرقات میں مذکور ہے۔12) صبح ہو تو شام کا انتظار مت کرو (کیا معلوم کہ تم شام تک زندہ رہتے ہو یا نہیں۔ ابن عمر! تم موت کی تیاری میں رہو) جو وقت ملے اس کو غنیمت سمجھو۔ صحت کے زمانہ میں جہاں تک ہوسکے اعمال نیک کرتے رہو) جب بیمار ہو جاؤ گے تو تم اعمال نیک کرنا چاہو گے نہیں کرسکو گے) ایسا ہی زندگی کو غنیمت جانو۔ جہاں تک ہوسکے اعمال نیک کرتے رہو (موت کے بعد کا زمانہ جزاء ملنے کا زمانہ ہے۔ عمل کرنے کا زمانہ نہیں ہے۔ ہزار تم عمل کرنا چاہو گے مگر عمل نہیں کرسکو گے)۔ اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔

موت کو کثرت سے یاد کیا کرو

14/3294۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں (مسلمانو! کب تک غفلت میں رہو گے

غفلت دور کرنے کے لئے) لذتوں کے مٹانے والی کو کثرت سے یاد کیا کرو (کچھ سمجھے کہ لذتوں کو مٹانے والی کون چیز ہے؟ سنو) وہ موت ہے (موت بھولنے سے غفلت میں پڑے ہوئے ہو، جب موت تمہارے سامنے رہے گی تو تم سفر آخرت کی تیاری میں لگ جاؤگے اور اعمال نیک کر کے خدا کے سامنے سُرخرو جانے کے لئے ہمیشہ کوشش کروگے)۔ اس حدیث کی روایت ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

موت کو یاد کرتے رہنا اطاعت الٰہی کا سبب بنتا ہے

15/3295 ۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ (ایک روز) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام سے مخاطب ہوکر ارشاد فرمائے صاحبو! اللہ تعالی سے ایسا شرماؤ جیسے اس سے شرمانا چاہئے (صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منشاء کو سمجھ گئے کہ حضور یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ اللہ کی نعمتوں کو حاصل کر کے اس کے احسانات میں رہ کر پھر اس کی نافرمانی کرنا بڑی بے حیائی اور بے شرمی کی بات ہے اس لئے) صحابہ عرض کئے حضور! اللہ کی نعمتیں اور اس کے احسانات ہم کو یاد ہیں الحمدللہ ہم اس کی فرمانبرداری کئے جارہے ہیں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے اللہ تعالی کی بے گنتی نعمتوں کے اور کثرت سے احسانات کے مقابلہ میں تمہاری فرمانبرداری کچھ بھی نہیں، اس لئے کہتا ہوں) اس طرح کی فرمانبرداری سے جیسا شرمانا چاہئے ویسا شرمانے کا حق ادا نہیں ہوتا۔ (جیسے میں کہتا ہوں اس طرح کرو تو کسی قدر شرمانے کا حق ادا ہوجائے گا۔ صاحبو! سونچو) تم کو اللہ تعالی نے جو سر دیا ہے اس سے تم کو جو نعمتیں مل رہی ہیں ان نعمتوں کو یاد کرو اس کا شکر یہ ہے کہ غیر خدا کے آگے سر نہ جھکانا جس نے سر دیا ہے اس کے سامنے سر جھکانا چاہئے۔ تکبر اور غرور سے سر نہ اکڑانا اور سر میں بُرے خیالات اور عقائدِ باطلہ نہ جمع کرنا سر میں تمہارے زبان دیا ہے، آنکھیں دی ہیں اور کان دئے ہیں ان میں سے ایک ایک کیا کہوں کیسی نعمت ہے۔ اگر کسی میں بیاری

سے نقصان آجائے اس وقت اس نعمت کی قدر ہوتی ہے اس لئے تم ان نعمتوں کو زبان آنکھ اور کان کو خدا کی نافرمانی میں صرف نہ کرنا جس نے یہ نعمتیں دی ہیں اسی کی اطاعت میں رکھنا مثلاً کان سے غیبت، جھوٹ اور فحش باتیں نہ سننا اور آنکھ سے نامحرم کی طرف نہ دیکھنا اور زبان سے جھوٹ غیبت اور بری باتیں نہ کہنا۔ صاحبو! پھر سونچو) تم کو اللہ تعالی نے جو پیٹ دیا ہے وہ کیسی بڑی نعمت ہے اس سے تم کو کیا کیا فائدے مل رہے ہیں۔ اس کا شکر یہ ہے کہ پیٹ کو حرام غذا سے بچاؤ (اور پیٹ کے متعلقات میں دل ہے اس میں علم دین اور معرفت حق جمع کرو۔ اور دل کو ماسوائے اللہ کی محبت سے دور رکھو، سب سے زیادہ اللہ تعالی کی محبت پیدا کرو اور پیٹ کے متعلقات میں شرمگاہ ہے۔ ہاتھ پاؤں ہیں ان سے اللہ تعالی کی نافرمانی نہ کرو، ان سب کو اللہ کی خوشنودی اور اس کی رضامندی کے کاموں میں لگائے رکھو، خلاصہ یہ ہے کہ جسم کو اور سارے اعضاء کو اللہ تعالی کی اطاعت اور فرماں برداری میں رکھنے سے سمجھا جائے گا کہ تم اللہ تعالی سے ایسا شرمارہے ہو جیسا کہ شرمانا چاہئے۔ جسم کو اور سارے اعضاء کو اللہ تعالی کی اطاعت اور فرمانبرداری میں رکھنے کے دو علاج بتاتا ہوں سنو! ایک تو یہ ہے کہ) ہمیشہ موت کو یاد کرتے رہو اور (موت کے بعد قبر میں جسم کے سڑنے گلنے کو بھی سونچتے رہو (تو تمہارے دل میں رقبت پیدا ہوگی، جس کے سبب سے تم جسم کو اور تمام اعضاء کو اللہ تعالی کی اطاعت اور فرماں برداری میں رکھو گے۔ اور دوسرا علاج یہ ہے کہ دنیا اور دنیا کی زیب وزینت جن کے پیش نظر رہتی ہے وہ جسم کو اور تمام اعضاء کو اللہ تعالی کی اطاعت اور فرماں برداری نہیں رکھ سکتے ہیں اس لئے تم خوب سونچو کہ تم کو دنیا میں ہمیشہ رہنا نہیں ہے ایک دن دنیا چھوڑ کر اللہ تعالی کے سامنے جانا ہے اس لئے) دنیا اور دنیا کی زینت کو چھوڑ دو (دنیا میں زاہدانہ زندگی بسر کرو تو تم جسم کو اور تمام اعضاء کو اللہ تعالی کی اطاعت میں رکھ سکو گے تو) سمجھا جائے گا کہ اللہ تعالی سے جیسا شرمانا چاہئے ویسا شرما رہے ہیں۔

اس حدیث کی روایت امام احمد اور ترمذی نے کی ہے۔

تمہید

اللہ تعالی کا ارشاد ہے ''یُحِبُّھُمْ وَ یُحِبُّوْنَہٗ'' (اللہ تعالی مسلمانوں سے محبت رکھتے ہیں اور مسلمان بھی اللہ تعالی سے محبت رکھتے ہیں) ایک اور جگہ ارشاد ہوا ہے ''وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ (مسلمان سب سے زیادہ اللہ سے محبت رکھتے ہیں) اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو اللہ تعالی سے اور اللہ تعالی کو مسلمانوں سے محبت کا تعلق ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ دوست دوست کے ساتھ مہربانیاں اور سرفرازیاں کرنا چاہتا ہے بعض موانعات کی وجہ سے سرفرازی نہیں کرسکتا ہے، جب موانعات اٹھ جاتے ہیں تو دوست کو سرفراز کرنے کا موقع ملتا ہے۔ ایسا ہی اللہ تعالی کو خاص طور پر مسلمانوں سے مہربانی کرنے کا اور ان کو سرفراز کرنے کا دنیا میں رہنے کی وجہ سے موقع نہیں مل رہا ہے گو دنیا میں بھی ان پر مہربان ہے اور ان کو سرفراز کر رہا ہے مگر آخرت میں جو مہربانیاں اور سرفرازیاں ہوں گی مسلمان کو دنیا میں رہنے کی وجہ سے اللہ تعالی نہیں دے رہا ہے) مسلمانوں کو دنیا چھوڑ کر خاص مہربانیاں اور سرفرازیاں حاصل کرنے کے لئے آخرت میں جانا ضروری ہے، اس لئے اللہ تعالی موت جو مثل ایک تحفہ اور ہدیہ کے ہے اس کو بھیج کر مسلمان کو سرفراز کرنے کے لئے آخرت میں بلاتے ہیں اس لئے:۔

موت مومن کے لئے تحفہ ہے

16/3296 ۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ مسلمان کے لئے موت مثل تحفہ اور ہدیہ کے خوش گوار ہے (کہ اس کے ذریعہ سے اللہ تعالی کا قرب نصیب ہوگا۔ طرح طرح کی نعمتیں اور راحت و آرام ملے گا) اس حدیث کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

مومن کا خاتمہ بالخیر ہونے کی ایک علامت

17/3297۔ بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ مسلمان (جب اس کا خاتمہ بالخیر ہوتا ہے تو) مرتے وقت اس کی پیشانی پر پسینہ آتا ہے (اس لئے کہ خاتمہ بالخیر ہونے کی یہ بھی ایک علامت ہے) اس حدیث کی روایت ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

ناگہانی موت مومن کے لئے رحمت اور کافر کے لئے غضب ہے

18/3298۔ ابوداؤد کی روایت میں عبید اللہ بن خالد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ یکایک اور اچانک مرجانا اللہ تعالی کے غضب کی علامت ہے (کس کے لئے؟ کافر کے لئے، اس وجہ سے کہ بیہقی اور رزین دونوں نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ یکایک مرجانا کافر کے حق میں غضب الٰہی کی علامت ہے اور مسلمان کے لئے یکایک مرنا رحمتِ الٰہی کی علامت ہے۔

(3/75)باب مایُقالُ عند من حضرہ الموت

(جس شخص پر موت کے آثار وعلامات ظاہر ہوگئے ہیں اور یقین ہوگیا ہو کہ یہ شخص مرنے والا ہے اور اس پر سکرات کا عالم ہو ایسے وقت اس شخص کے پاس کیا کہا جائے اور کیا پڑھا جائے، اس باب میں اس کا بیان ہے)

ف: موت قریب ہونے کے آثار وعلامات یہ ہیں۔ سانس اکھڑ جائے اور جلدی جلدی چلنے لگے، ٹانگیں ڈھیلی پڑ جائیں کہ ٹانگوں کو کھڑا کیا جائے تو کھڑے نہ ہوسکیں، ناک ٹیڑھی ہوجائے اور کنپٹیاں بیٹھ جائیں جب یہ آثار وعلامت ظاہر ہوجائیں تو اس کے سامنے بیٹھ کر زور زور سے کلمہ پڑھو تا کہ تم کو پڑھتے سن کر وہ خود بھی کلمہ پڑھنے لگے اور اس کو کلمہ پڑھنے کا حکم نہ کرو، کیونکہ وہ وقت بڑا مشکل ہے، نہ معلوم اس کے منھ سے کیا نکل جاوے اور اس کے پاس بیٹھ کر سورۂ یٰسین اس طرح پڑھو کہ وہ سن سکے۔ سورہ یٰسین پڑھنے سے سکرات کی سختی کم ہوتی ہے اور اس وقت اس کے سامنے ایسی باتیں نہ کرو کہ اس کا دل دنیا کی طرف مائل ہوجائے۔ (اشعۃ اللمعات)12

وقول اللہ عزوجل ''وَلَوْ تَرٰی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ بَاسِطُوْٓا اَیْدِیْھِمْ ج اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَکُمْ ط اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْھُوْنِ ط'' اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے (سورہ انعام پ 7 ع 11 میں) (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کفار بڑے ظالم ہیں۔ ان ظالموں کا یہ حال ہے کہ) اگر آپ ان کو اس وقت دیکھیں (تو بڑا

ہولناک منظر دکھائی دے گا) جب کہ یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں گرفتار ہوں گے اور موت کے فرشتے ان کی روح نکالنے کے واسطے اپنے ہاتھ بڑھارہے ہوں گے اور ان پر سختی کرنے کے لئے کہتے جاتے ہوں گے کہ ہم کو تمہاری جانیں جلدی نکالنے دو (کہاں بچائے پھرتے تھے) دیکھو آج تم کو ذلت کی سزادی جائے گی (جس میں تکلیف جسمانی بھی ہوگی اور ذلت روحانی بھی) بیان القرآن)

وقولہ ''اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْھَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا ج '' اللہ تعالی کا ارشاد ہے (سورہ مومن پ 24 ع 5 میں) کافروں کو قبر کے عذاب کے سوا یہ بھی عذاب دیا جائے گا کہ) ان کو قبر میں صبح وشام دوزخ کے سامنے لایا جاتا ہے (ان کو بتلایا جاتا ہے کہ تم قیامت کے روز اس ہولناک عذاب میں داخل کیے جاؤ گے، اگر ایک ہی وقت ان کو دوزخ میں داخل کیا جاتا تو یہ اچھا تھا، اس سے کہ بار بار ان کو دکھایا جائے کہ دوزخ میں ان کا یہ مقام ہے، کیونکہ جو پریشانی اور تکلیف اس سے ہوتی ہے وہ ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے)

وقولہ ''کَذٰلِکَ یَجْزِی اللّٰہُ الْمُتَّقِیْنَ o الَّذِیْنَ تَتَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ طَیِّبِیْنَ لا یَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَیْکُمُ لا ادْخُلُوا الْجَنَّۃَ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ o '' اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے (سورہ نحل پ 14 ع 4 میں) اللہ تعالی متقیوں کو ان کے تقوی کا یہ عوض دے گا (کہ جب ان کے سکرات کا وقت ہوگا تو) فرشتے ان سے کہیں گے کہ ماشاء اللہ تم بہت پاک زندگی بسر کئے ہو، اس کے عوض خدا کا سلام تم پر نازل ہو رہا ہے، اب چلو جنت میں داخل ہو جاؤ۔ دنیا میں تم جو نیک کام کئے تھے اس کا بدلہ اب تم کو مل رہا ہے (مرنے والے کو یہ خوشخبری سن کر بہت بڑا آرام اور راحت ملے گی اور وہ خوش خوش موت کے فرشتوں کو اپنی جان دیدے گا)

تلقین میت کا بیان

1/3299 ۔ ابوسعید اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما ان دونوں حضرات سے روایت ہے، یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں

کہ جس شخص کی موت قریب آ گئی ہے (اور سکرات شروع ہو گئی ہو تو) اس کے سامنے آواز سے کلمہ توحید "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" (اس طرح) پڑھے (کہ مرنے والا اس کو سنے اور کلمہ توحید اسے یاد آ جائے اور وہ زبان یا دل سے کلمہ توحید پڑھے اور کلمہ توحید پر ہی اس کا خاتمہ ہو جائے) اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ف: درمختار میں مذکور ہے کہ اس طرح تلقین کرنا مستحب ہے اور بعضوں نے اس کو واجب بھی قرار دیا ہے، مرنے والے کو کلمہ توحید پڑھنے کا حکم نہ کرے کہ وہ سکرات کی تکلیف کی وجہ سے کہیں انکار نہ کر دے، اگر مرنے والا ایک دفعہ کلمہ توحید پڑھ لے تو دوبارہ اس کو کلمہ توحید پڑھنے پر اصرار نہ کرے ہاں اگر وہ کلمۂ توحید پڑھنے کے بعد دنیا کی کوئی بات کیا ہو تو اس کے سامنے پھر کلمۂ توحید پڑھے تا کہ وہ اس کو سن کر خود بھی کلمۂ توحید پڑھے اور اس کا آخر کلام "لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" ہو ایسا ہی دفن کے بعد بھی قبر کے پاس بیٹھ کر کلمہ توحید لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰـهِ آواز سے پڑھنا اہل السنت والجماعت کے پاس جائز ہے جیسا کہ جوہرہ میں مذکور ہے، اس لئے کہ مردہ اس کو سنتا ہے اور اس کو فرشتوں کے سوال و جواب دینے میں سہولت ہوتی ہے۔ قبر کے پاس بیٹھ کر تلقین ان الفاظ سے کی جائے:۔

يَا فُلَانُ يَا ابْنَ فُلَانٍ اُذْكُرْ مَا كُنْتَ عَلَيْهِ وَ قُلْ رَّضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّ بِسَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا

یعنی مردہ کا نام اور اس کے باپ کا نام لے کر یہ کہے کہ دنیا میں جیسے تو توحید اور رسالت کا اقرار کیا کرتا تھا۔ اب بھی فرشتوں کے سامنے توحید و رسالت کا اقرار کر (ڈرنا نہیں، کچھ غمزدہ نہیں ہونا اسی طرح کہنا کہ میں دل سے راضی ہوں کہ اللہ میرا رب ہے اور دین میرا اسلام ہے اور رسول میرے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

تلقین کرنے والے سے جب مردہ یہ سنتا ہے اور یہی فرشتوں کو جواب دینا چاہتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں اس کے بھائی نے اس کو سکھا دیا ہے، اب اس سے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ ایسا درمختار میں مذکور ہے اور امام سیوطی نے اپنے رسالہ میں ایسی ہی تصریح کی ہے اور جوہرہ میں یہ بھی

مذکور ہے کہ قبر میں جن سے سوال نہیں ہوتا ہے ان کو تلقین نہیں کرنا چاہئے اور شرح سنیہ میں لکھا ہے کہ جن سے قبر میں سوال نہیں ہوتا وہ آٹھ لوگ ہیں :۔

(1) ایک اللہ کی راہ میں کافروں کے مقابلہ میں لڑکر شہید ہونے والا۔ (2) دوسرا وہ شخص ہے جو سرحد اسلام پر سرحد کی حفاظت کررہا ہے اور وہ اپنی موت سے مرگیا تو اس سے بھی قبر میں سوال نہیں ہوتا ہے (3) تیسرا شخص جس سے قبر میں سوال نہیں ہوتا وہ ہے جو طاعون میں مبتلا ہوکر مرے (4) چوتھا وہ شخص جس سے قبر میں سوال نہیں ہوتا ہے وہ ہے جو طاعون کے زمانہ میں کسی دوسری بیماری میں مبتلا ہوکر مرے بشرطیکہ وہ اس پر صابر اور طالب ثواب رہا ہو (5) پانچویں وہ لوگ جن سے قبر میں سوال نہیں ہوتا وہ صدیق ہیں جو انبیاء کرام کی امت میں سب سے زیادہ رتبہ کے ہوتے ہیں، جن میں کمال باطنی بھی ہوتا ہے اور جن کو عرف میں اولیاء کہا جاتا ہے (6) چھٹے نابالغ بچے ہیں جن سے قبر میں سوال نہیں ہوتا ہے (7) ساتویں وہ لوگ ہیں جو جمعہ کے دن یا شب جمعہ مرے ہوں، ان سے قبر میں سوال نہیں ہوتا (8) آٹھواں وہ شخص جس سے قبر میں سوال نہیں ہوتا وہ ہے جو ہر رات میں سونے سے پہلے سورۃ الملک (سورۃ تبارک الذی) پڑھ کر سوتا ہو اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ وہ شخص جو اپنے مرض الموت میں سورہ قل ھو اللہ احد پڑھا ہو، اس سے بھی قبر میں سوال نہیں ہوتا ہے۔ 12

کلمۂ طیبہ پر خاتمہ کی فضیلت

2/3300۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ موت کے وقت جس کا آخری کلام لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ جس کا آخری کلام ہو، وہ جنت میں داخل ہوگا۔ مراد لَا الٰہ اللہ سے پورا کلمۂ طیبہ یعنی لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہے، یہ ایسا ہی ہے جیسے جُز کہہ کر کُل مراد لیتے ہیں۔ مثلاً کوئی کہے کہ قل ھو اللہ پڑھنے کا یہ ثواب ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ پورا سورہ قل ھو اللہ پڑھنے پر یہ ثواب ملتا ہے ایسا ہی لا الٰہ الا اللہ پڑھنے کا جو

حکم ہورہا ہے، جز کہا گیا ہے مراد پورا کلمہ پڑھنا ہے یعنی جس کا آخری کلام لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہو وہ جنت میں داخل ہوگا، اوراس حدیث شریف میں یہ بھی اشارہ ہے کہ مرنے والے کے سامنے لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ آواز سے پڑھ کر تلقین کی جائے تاکہ مرنے والا بھی زبان سے یا دل میں لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھے اوراس کلمۂ طیبہ پراس کا خاتمہ ہو اور وہ جنت میں داخل ہوجائے۔12

تلقین میت کی ایک دعا

3/3301۔ عبداللہ بن جعفر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جس شخص کی موت قریب آ گئی ہو (یعنی سکرات شروع ہوگئی ہوتو) اس کو ذیل کے الفاظ کی تلقین کرو (تاکہ وہ اللہ تعالی کے ذیل کے صفات سنے اوراس کے ذہن میں وہ صفات موجود ہوں اوراسی پراس کا خاتمہ ہوجائے اوراس کواللہ تعالی کے ساتھ حسن ظن پیدا ہواور وہ اللہ تعالی سے بڑی بڑی امیدیں لگائے ہوئے دنیا سے چل بسے، وہ الفاظ یہ ہیں):۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ

تم (اب ایسی مبارک ذات کے سامنے جارہے ہو) جو وہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں (تم جواس کی عبادت کیے ہو وہ عبادت کو قبول کر کے سرفراز فرمائے گا) وہ بڑے حلم والے ہیں (زندگی میں تم جو کوئی قصور کیے ہوتو اس نے تم کو اپنے حلم کی وجہ سے سزا نہیں دی، اب مرنے کے بعد بھی ایسا ہی حلم کی وجہ سے وہ تمہارے گناہوں کو درگذر فرمائے گا) اور وہ کریم بھی ہے (بے مانگے عطا فرماتا ہے۔ زندگی میں تم کو بڑی بڑی نعمتیں دیا تھا، ایسا ہی مرنے کے بعد بھی اُخروی نعمت عطا فرمائے گا)۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ

(کیا کہوں وہ کیسی عظمت والا ہے) اس کی جو عظمت تمہارے ذہن میں آئے، اس سے وہ پاک ہے اور اس سے زیادہ عظمت والا ہے۔ عرش عظیم کا وہ مالک ہے (جس کی یہ شان ہو، اس کے سامنے تمہارے گناہ کیا چیز ہیں، تم ڈرومت اس کی رحمت کی امید کئے ہوئے، اس کے سامنے جاؤ وہ تم پر تمہاری امید سے زیادہ رحمت نازل کرے گا۔ جب تم اس کو اپنے اوپر اس طرح فضل وکرم کرتا ہوا دیکھو گے تو بے اختیار تمہارے منھ سے نکلے گا)۔ اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

الحمدللہ رب العالمین (اے اللہ ایک مجھ پر ہی کیا آپ کا فضل وکرم ہورہا ہے) آپ رب العالمین ہیں (سارے عالم پر آپ کا فضل وکرم ہے، ایسے فضل وکرم والے سے ایسی ہی فضل وکرم کی امید لئے ہوئے آیا ہو)۔

یہ سن کر صحابہ عرض کئے کہ حضور یہ دعا اللہ تعالی کے فضل وکرم کی امیدوار بناتی ہے، زندوں کو بھی تو اللہ کے فضل وکرم کی ضرورت ہے اگر ہم یہ دعا زندوں کو سکھائیں تو کیسا ہے حضور فرمائے بہت بہتر ہے! بہت بہتر ہے (زندوں کو بھی تو زندگی میں اللہ تعالی کے فضل وکرم کا امیدوار رہنا چاہئے ضرور یہ دعا زندوں کو بھی سکھایئے) اس حدیث کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

سکرات کے وقت سورۂ یٰسین پڑھنے کا حکم

4/3302۔ مَعْقِلُ بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جس شخص کی موت قریب آگئی ہو (اور اس کو سکرات شروع ہوگئی ہو) تو (اس کے نزدیک بیٹھ کر) اس کے سامنے سورۂ یٰسین پڑھا کرو (اس سے مرنے والے پر سکرات آسان ہوتی ہے۔ دوسری حدیث سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے)

اس حدیث کی روایت امام احمد، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔ 12

مرنے والے کے ذریعہ حضور اقدس کی خدمت میں سلام بھیجنے کا بیان

5/3303 ۔ محمد بن المنکدر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی خدمت میں ایسے وقت حاضر ہوا کہ وہ سکرات کی حالت میں تھے میں نے ان سے عرض کیا کہ حضرت آپ اب دنیا سے جارہے ہیں (اور عالم برزخ میں سب سے پہلا کام آپ کا یہ ہوگا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شرف ملاقات حاصل کریں گے۔ تو میرا سلام بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہونچایئے۔ اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

ف: محبان رسول کے لئے یہ حدیث شریف بڑی تسلی دلاتی ہے، اگر ابھی وقت نہیں آیا ہو کہ تم حضور کی خدمت اقدس میں پہونچ سکو تو کیا ہوا تمہارا سلام تو مرنے والے کے ذریعہ سے بھی دربارِ نبوت میں پہونچ جاتا ہے، اس لئے کہ تم اپنے اس سلام کو جس مرنے والے کو پہونچانے کے لئے کہتے ہیں، اس پر تمہارے سلام کو حضور کی خدمت میں پہونچانا ضروری ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی ردالمختار میں شرنبلالی کے حوالہ سے کہا ہے۔12

مرنے والے کے ذریعہ آگے گئے ہوؤں کو سلام پہونچانے کا بیان

6/3304 ۔ عبدالرحمٰن بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور وہ اپنے والد حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت کعب کی وفات کا وقت قریب آیا تو ان کے پاس امّ بشر بنت براء بن معرور آئیں اور کہیں کعب! (اب تم دوسرے عالم میں جارہے ہو، تم جانتے ہو کہ میرے فرزند بشر کا انتقال (مرقات میں ابن ابی الدنیا کے حوالہ سے ایسا لکھا ہے۔12) ہو چکا ہے، مجھے ان کی جدائی کا بڑا صدمہ ہے اپنی تسلی کے لئے کہتی ہوں کہ) اگر بشر سے تمہاری ملاقات ہو جائے تو ان کو میرا سلام پہونچایئے۔ کعب فرمائے امّ بشر تم کیا

کہہ رہی ہو۔ معلوم نہیں وہاں کیا پیش آتا ہے۔ ہم اپنی حالت میں پریشان رہیں گے (لوگوں کو سلام پہونچانے کا کیسا موقع آئے گا) امّ بشر کہنے لگیں کعب تم یہ کیا کہہ رہے کو (مسلمان کو وہاں پریشانی نہیں ہے بلکہ امن چین ہے) تم بھی سنے ہوں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا فرمائے ہیں؟ حضور کا ارشاد ہے جس کا مفہوم ہے کہ (جیسے سمجھو! آج کل کی دنیا میں ہوائی جہاز میں لوگ بیٹھتے ہوئے سیر کرتے ہیں ایسے ہی) مسلمانوں کے روحیں سبز پرندوں کے خول میں بیٹھے ہوئے جنت کے درختوں میں میوہ خوری کرتے پھریں گے حضرت کعب فرمائے ہاں میں نے بھی حضور کو ایسا ہی فرماتے سنا ہے پھر امّ بشر فرمائیں کہ آپ بھی جنت میں ایسے ہی سیر کرتے پھریں گے (وہاں پریشانی کا کیا ذکر ہے بلکہ وہاں آپس میں ملاقات ہوتی رہے گی، اس لئے کہتی ہوں کہ تم میرے فرزند بشر کو میرا سلام پہونچا دیجئے) اس حدیث کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے اور بیہقی نے بھی اس کی روایت کتاب البعث والنّشور میں کی ہے۔

میت کو بوسہ دینے کا بیان

پہلی حدیث

7/3305۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ فرماتی ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ (جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رضائی بھائی تھے) کے مرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روتے ہوئے ان کا بوسہ لئے اور) (اس وقت) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اس قدر رو رہے تھے کہ آپ کے) آنسو حضرت عثمان بن مظعون کے چہرہ پر بہہ رہے تھے۔ اس کی روایت ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

ف: البحر الرائق میں مجتبی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ میت کو بوسہ دینا جائز ہے۔ اور عمدۃ القاری میں

بھی ایسا ہی مذکور ہے اور مرقات میں لکھا ہے کہ مردہ پر بغیر آواز کے آنسوؤں سے رونا جائز ہے۔12

دوسری حدیث

8/3306 ۔ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو محبت تھی وہ سب کو معلوم ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد (جو صدمہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہوا ہوگا وہ حضرت صدیق کا ہی دل جانتا ہے، مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قلب مبارک میں برداشت کی جو قوت تھی وہ اوروں کے قلب میں ایسی نہیں تھی۔ اس لئے حضرت ابوبکر صدیق خود بھی برداشت کر رہے تھے اور بڑے بڑے صحابہ کرام کو تسلی بھی دے رہے تھے۔ اپنی تسلی کے لئے فرطِ محبت سے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی مبارک پر (کئی مرتبہ) بوسہ دئے (اور بار بار کہتے تھے **واخَلِیْلَاہ! واصفیّاہ! ونبیّاہ!** میرے دلی دوست آپ کے بعد مجھے کیسی تسلی آئے گی۔ بجز حضور کی یاد کے کوئی چیز سے تسلی نہیں ہوگی۔ بالآخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا غم حضرت ابوبکر صدیق کی وفات کا سبب بنا) اس حدیث کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

مرنے والے کے پاس دعاء خیر کرنے کا بیان

9/3307 ۔امّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں جب تم کسی بیمار کے پاس (عیادت کے لئے) جاؤ (گو مریض کی کیسی ہی مایوس کن حالت میں ہو مگر تم تو) اس کے لئے دعا خیر کرو (اور اس کی شفاء کے لئے دعا کرو، فرشتے اس وقت حاضر رہتے ہیں اور تم جو کچھ کہو گے اس پر آمین کہتے ہیں۔ مریض کے لئے اچھی دعا کرو تا کہ تمہاری دعاء فرشتوں کے آمین کہنے سے قبول ہو جائے) اور اس کو شفاء ہو جائے ایسا ہی اگر تم کسی ایسے شخص کے پاس جاؤ کہ

جس کی موت قریب آ گئی ہے اور وہ سکرات میں مبتلا ہے تو اس کے لئے بھی دعائے خیر کرو (اور اس کی شفاء کی بھی دعا کرو اور اس کے سامنے مایوسی کے الفاظ نہ کہو) فرشتے اس وقت حاضر رہتے ہیں، تم جو دعاء کروگے اسی پر وہ آمین کہیں گے (ایسا ہی جب کوئی شخص مرجائے اور تم اس کے ورثاء کو پرسہ دینے کے لئے جاؤ تو مرنے والا گو کیسا ہی برا ہو، اس وقت اس کی برائیاں ظاہر مت کرو۔ مرنے والے کے لئے مغفرت کی دعا کرو۔ فرشتے اس وقت حاضر رہتے ہیں تم جو کچھ کہو گے اس پر آمین کہتے ہیں۔ تمہاری مغفرت کی دعاء سے شاید اللہ تعالی اس پر رحم کرے اور اس کی مغفرت ہو جائے)۔ اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

مرنے کے بعد مرنے والے کی آنکھیں بند کرنے کا حکم

10/3308۔ امّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوسلمہ کے انتقال کے بعد ابوسلمہ کے گھر تشریف لائے اور ملاحظہ فرمائے کہ ابوسلمہ کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں تو آپ نے ان کی آنکھیں بند کیں اور فرمائے (جب روح نکالنے کے لئے فرشتے آتے ہیں تو مرنے والا یہ سماں دیکھتا رہتا ہے اور روح نکل جانے سے بینائی بھی اس کے ساتھ چلی جاتی ہے (اور اس میں آنکھ بند کرنے کی قوت باقی نہیں رہتی۔ اس لئے آنکھ کھلے کے کھلے رہ جاتے ہیں۔ اس لئے حضور ابو سلمہ کی آنکھیں بند کردئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مردے کی آنکھیں بند کردیا کریں) حضور کے یہ الفاظ سن کر گھر والے سمجھے کہ ابوسلمہ کا انتقال ہوگیا ہے۔ اس لئے رونا اور چیخنا شروع کئے (جب غم زیادہ ہوتا ہے تو اپنے کو کوسنے لگتے ہیں اور ابوسلمہ کے گھر میں بھی یہی ہو رہا تھا اس لئے) حضور فرمائے (چیخنا۔ چلانا بے صبری کی علامت ہے ایسا نہ کرنا چاہئے اور اپنے کو کوس لینا بھی نہیں چاہئے اس لئے کہ) اس وقت فرشتے موجود رہتے ہیں اور جو کچھ تم کہتے ہیں اسی پر آمین کہتے رہتے ہیں (جب تم اپنے کو کوسنے لگو گے

تو فرشتوں کے آمین کہنے سے وہ بد دعا تمہارے حق میں بھی قبول ہو جائے گی اس لئے کوسنے سے بچو) پھر اس کے بعد حضور ابو سلمہ کے لئے اس طرح دعاء کرنے لگے:۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَبِیْ سَلَمَۃَ وَارْفَعْ دَرَجَتَہٗ فِی الْمَھْدِیِّیْنَ وَاخْلُفْہُ فِیْ عَقِبِہٖ فِی الْغَابِرِیْنَ وَاغْفِرْلَنَا وَلَہٗ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ وَافْسَحْ لَہٗ فِیْ قَبْرِہٖ وَ نَوِّرْ لَہٗ فِیْہِ

الٰہی! ابو سلمہ کی مغفرت فرمایئے اور ہدایت یافتہ لوگوں میں سب سے زیادہ ان کا درجہ بڑھایئے۔ الٰہی! باقی ماندہ لوگوں کو سنبھالنے والا چلا گیا۔ آپ ابو سلمہ کے خلیفہ ہو کر سب کو سنبھالئے اور ہماری بھی مغفرت فرما اور ان کی بھی مغفرت فرمایئے، اے تمام عالم کے پروردگار! اور ان کی قبر کو کشادہ کر دے اور ان کی قبر میں نور بھر دے۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

مصیبت کے وقت پڑھی جانے والی دعاء

11/3309۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ اگر کسی مسلمان پر کوئی مصیبت آئے اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ "(ہم تو اللہ ہی کے ہیں۔ ہم ہمارا مال اور ہمارے اہل وعیال سب اللہ ہی کے ملک ہیں، وہ ہم کو جس حال میں رکھے اس کو اختیار ہے اور وہ جو تصرف چاہے کر سکتے ہیں۔ یہ تصرف ایسا ہی ہے جیسے مالک کو اپنے مِلک میں تصرف کرنے کا حق ہوتا ہے۔ اگر کوئی نقصان پہنچے تو ہم کو اس نقصان کی وجہ سے نہ کسی شکایت کا حق ہے اور نہ رنج کرنے کا اور پھر پہلے اور بعد کا فرق ہے وہ چیز پہلے گئی ہے اور ہم کو بھی ایسے ہی اس کے بعد اللہ ہی کی طرف جانا ہے، اس لئے کوئی رنج کا موقع نہیں) یہ مذکورہ آیت پڑھ کر اس طرح کرے:۔

اَللّٰھُمَّ اُجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاخْلُفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْھَا

الٰہی ! (مجھ پر نا قابل برداشت مصیبت آئی ہے میں اس مصیبت پر آپ کے لئے صبر کرتا ہوں) مجھے اس مصیبت پر صبر کرنے کا اجر وثواب دیجئے اور جو چیز مجھ سے جدا ہوگئی ہے مجھے اس کا نعم البدل عطا فرمایئے ۔ (اس سے بہتر نعمت عطا کیجئے)

تو اللہ تعالیٰ مصیبت پر اس کو ثواب دیتے ہیں اور جو چیز جدا ہوگئی ہے اس کا نعم البدل بھی ضرور عطا فرماتے ہیں (ام المومنین فرماتی ہیں کہ یہ حدیث مجھے یاد تھی اور) جب (میرے شوہر) ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا (کیا کہوں اس وقت مجھ پر کیسی مصیبت ٹوٹ پڑی ایسے وقت مجھے یہ حدیث مذکور یاد آ گئی ۔ میں چاہتی تھی کہ اس حدیث میں جو دعا مذکور ہے وہ دعا کروں لیکن میرے دل میں پھر خیال آیا کہ ابوسلمہ بہترین مسلمان تھے ان کا کوئی نظیر نہیں) سب سے پہلے یہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے اب ان کا نعم البدل مجھے کون ملے گا پھر خدائے تعالیٰ مجھے اس مذکورہ دعا کرنے کے ارادہ پر عزم عطاء فرمایا ۔ اور میں مذکور الصدر دعاء کی (کہ الٰہی) میں آپ کے نبی کے حکم کی تعمیل کرتی ہوں میرے شوہر کے انتقال کرنے سے مجھ پر جو مصیبت آئی ہے مجھے اس کا ثواب دیجئے اور میرے شوہر کا نعم البدل عطاء فرمایئے) زمیں انتظار کر رہی تھی میرے شوہر کا نعم البدل مجھے کون ملے گا نہ شان نہ گمان کہ) اللہ تعالیٰ نے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا نعم البدل (مجھے اس طرح) عطاء فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے پیام بھیجا اور مجھ سے نکاح کرلیا ۔

اس کی روایت مسلم نے کی ہے ۔

روح نکلنے کے بعد میت پر چادر اڑھانے کا بیان

12/3310 ۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد جسم مطہر پر ایک یمنی دھاری دار چادر اڑھادی گئی تھی ۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے ۔

تجہیز وتکفین میں جلدی کرنا چاہئے

13/3311 ۔ حصین بن وحوح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ طلحہ

بن براء رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے ان کی عیادت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمائے مجھے ایسا معلوم ہورہا ہے کہ طلحہ کا انتقال ہوجائے گا جب ان کا انتقال ہوجائے تو تم (ان کے انتقال کی) مجھے خبر دینا (میں ان کی نماز جنازہ میں شریک رہوں گا) اوران کی تجہیز وتکفین میں جلدی کرنا کیونکہ مسلمان کی نعش کو گھر والوں کے سامنے زیادہ دیر تک نہیں رکھنا چاہئے۔اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

مومن کی روح اور کافر کی روح کے قبض کرنے کی کیفیت

14/3312 ۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کسی کی موت کا وقت آگیا ہو (اور سکرات شروع ہوگئی ہو) تو اس کے پاس فرشتے آجاتے ہیں۔دیکھتے ہیں کہ مرنے والا مسلمان ہے اوراس کی زندگی اکثر نیکیاں کرتے ہوئے گزری ہے تو اس سے فرشتے کہتے ہیں اے پاک روح (توحید رسالت کے قائل ہونے سے اور نیکیاں کرنے کی وجہ سے تیرا جسم بھی پاک تھا) اپنے پاک جسم سے باہر نکل آ۔(دنیا میں بھی تو نیک نام رہی اور فرشتوں میں بھی تیری تعریف ہورہی ہے) تجھے خوش خبری دی جاتی ہے کہ (تو نے دنیا میں جو پاک زندگی بسر کی ہے۔اس کی وجہ سے عالم برزخ میں راحت وآرام کا سامان مہیا ہے۔جنت میں جو تجھے ملے گا، اس کو کچھ نہ پوچھو طرح طرح کی نعمتیں اور) گل وریحان تیرے لئے تیار ہیں (سب نعمتوں سے بڑھ کر یہ ہے کہ) اللہ تعالی تجھ سے راضی اور خوش ہیں اور تجھ سے ناراض نہیں ہیں۔(جب تو اللہ تعالی سے ملاقات کرے گی اور اللہ تعالی کو اپنے سے راضی اور خوش دیکھے گی تو اس نعمت کے مقابلہ میں ساری نعمتوں کو بھول جائے گی) مرنے والے کی روح کو اس طرح کی خوش خبریاں سنائی جاتی رہتی ہیں اور روح (یہ خوش خبریاں سن سن کر بہت خوش اور فرحان) جسم کو چھوڑ باہر نکل آتی ہے۔پھر فرشتے اس نیک روح کو لے کر آسمان دنیا کی طرف چڑھتے ہیں، پھر آسمان دنیا

کا دروازہ کھلایا جاتا ہے تو آسمان کے دربان پوچھتے ہیں کہ تمہارے ساتھ یہ کون ہے؟ روح لے جانے والے فرشتے کہتے ہیں کہ فلاں نیک شخص کی روح ہمارے ساتھ ہے (دربان اس کو پہنچان لیتے ہیں اور) خوش آمدید کہتے ہیں (اور آسمان اول کا دروازہ کھول دیتے ہیں، اور یہ کہتے ہیں) مرحبا مرحبا! اے پاک روح (جب تک) تو پاک جسم میں تھی (اللہ تعالی کی مطیع اور فرمانبردار رہی اسی کے صلہ میں تیری یہ عزت ہورہی ہے) اور یہاں فرشتوں میں تیری تعریف ہورہی ہے، آ تجھے خوش خبری دی جاتی ہے کہ طرح طرح کی نعمتیں اور گل وریحان تیرے لئے تیار ہیں (اور سب نعمتوں سے بڑھ کر یہ ہے کہ) اللہ تعالی تجھ سے راضی اور خوش ہیں اور تجھ سے ناراض نہیں ہیں۔ ہر آسمان میں اس روح کی اسی طرح آؤ بھگت ہوتی رہتی ہے، یہاں تک کہ یہ نیک روح اس آسمان تک پہونچتی ہے جہاں اللہ تعالی کے خاص تجلیات ہوتے رہتے ہیں اور جب کوئی برا آدمی (جو نہ توحید کا قائل تھا اور نہ رسالت کا، جب اس کو سکرات شروع ہوجاتی ہے تو فرشتے اس کے پاس آجاتے ہیں) اور اس مرنے والے سے یہ کہتے ہیں کہ (کفر اور شرک کے عقائد کی وجہ سے) تیری روح نجس تھی اور (کفر وشرک کے اعمال کرنے کی وجہ سے) جسم بھی نجس تھا تو اے نجس روح نجس جسم سے باہر نکل آ دیکھ تجھے (فرشتوں میں) کیسا برا سمجھا جارہا ہے اور تیرے لئے گرم کھولتا پانی اور پیپ ولہو قسم کے عذاب تیار ہیں، اسی طرح سے عذاب کی خبریں جسم سے نکلنے تک یہ خبیث روح کو سنائی جاتی ہیں۔ خبیث روح اپنے جسم سے نکلنا تو نہیں چاہتی ہے۔ زبردستی فرشتے اس کو جسم سے نکال کر لئے ہوئے آسمان کی طرف جاتے ہیں اور آسمان کے دروازے پر پہونچ کر آسمان کا دروازہ کھلوانا چاہتے ہیں۔ دربان پوچھتے ہیں کہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ کس کو تم اندر لانا چاہتے ہو تو روح لے جانے والے فرشتے اس بری روح کا نام اور پتہ بتاتے ہیں تو دربان کہتے ہیں کہ ایسی نجس اور خبیث روح کا آسمانوں میں کیا کام ہے؟ (کفر وشرک کی وجہ سے یہ بدنام ہے، سب فرشتوں میں اس پر لعنت کی جارہی ہے) ایسی نجس

اور خبیث روح کے لئے آسمان کا دروازہ نہیں کھولا جاتا تو پھر اس کو آسمان پر سے پھینک دیا جاتا ہے اور وہ اپنی قبر کی طرف آ جاتی ہے، (اور قبر کا عذاب بھگتتی رہتی ہے۔ اس حدیث کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

روح نکلنے کے بعد مومن اور کافر کی روحوں کے ساتھ جو معاملہ پیش آتا ہے اس کا بیان

پہلی حدیث

15/3313۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جب مسلمان کی روح اس کے جسم سے نکلتی ہے تو دو فرشتے اس روح کو لے کر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں (اور کئی فرشتے بھی اس روح کے ساتھ رہتے ہیں) اس حدیث کی راوی جو حضرت حماد ہیں وہ اپنی روایت میں ذکر کیے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ مسلمان کی روح میں خوشبو رہتی ہے، اور مشک کی طرح سے وہ مہکتی رہتی ہے۔ اس روح کو لے جانے والے فرشتے جب اس کو آسمانوں میں لے جاتے ہیں تو ہر آسمان کے فرشتے کہتے ہیں کہ زمین سے آئی ہوئی اس پاک روح میں ماشاء اللہ کیا خوشبو ہے۔ اے روح تجھ پر اور تیرے اس جسم پر کہ جس میں تو تھی اللہ تعالی کی رحمتیں نازل ہوں! (دنیا میں تو نے خدا کی اطاعت کرتے ہوئے کیسی اچھی زندگی بسر کی ہے) پھر اس کے بعد فرشتے اس روح کو اللہ کے سامنے پیش کرتے ہیں (تو اللہ تعالی کی طرف سے اس پر رحمتیں نازل ہوتی ہیں) پھر اللہ تعالی کا ارشاد ہوتا ہے کہ اس پاک روح کو برزخ کی مدت پوری ہونے تک عِلِّيِّينْ میں رکھو (تاکہ وہاں راحت وآرام پاتی رہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بھی ارشاد فرمائے ہیں کہ جب کافر کی روح اس کے جسم سے نکلتی ہے، حضرت حماد جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ اپنی روایت میں ذکر کیے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ارشاد فرمائے ہیں کہ کافر کی روح میں (کفر وشرک کی وجہ سے) بدبو رہتی ہے (اور اس پر لعنت برستی رہتی ہے، اس روح کو لے جانے والے فرشتے جب اس کو آسمان دنیا کے دروازے تک لے جاتے ہیں تو آسمان کے فرشتے کہتے ہیں کہ زمین سے آئی ہوئی اس خبیث روح میں (کفر وشرک کی وجہ سے) نعوذ باللہ کیا بدبو ہے (اللہ تعالی اس روح پر ایسے غضبناک رہیں گے کہ خود کچھ ارشاد نہیں فرمائیں گے، فرشتوں کے ذریعہ سے کہا جائے گا اس خبیث روح کو برزخ کی مدت پوری ہونے تک سجّین میں رکھو (تاکہ وہاں قبر کے عذاب میں مبتلا رہے) (راوی کہتے ہیں) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرمائے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کافر کی روح کی بدبو کا ذکر فرمائے (تو آپ پر کشف ہوگیا اور کافر کے روح کی بدبو آپ کو آنے لگی اس لئے) آپ اپنی مبارک ناک پر کپڑا رکھ لئے اور حضرت ابوہریرہ بھی اسی طرح اپنی ناک پر کپڑا رکھ کر (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناک پر کپڑا رکھنے کو) بتلائے اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔12

دوسری حدیث

16/3314۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جب کسی مسلمان کی موت کا وقت قریب آجاتا ہے (اور سکرات شروع ہوجاتی ہے تو اس وقت مسلمان کی جو عزت ہوتی ہے وہ سننے کے قابل ہے، جسم تو دنیوی کفن میں لپٹا ہوا قبر میں رہتا ہے اور روح کے لئے خاص اہتمام کیا جاتا ہے وہ اس طرح کہ) رحمت کے فرشتے سفید ریشمی لباس لئے ہوئے آکر مرنے والے کے پاس بیٹھتے ہیں اور بڑے ادب سے کہتے ہیں (اے پاک روح دنیا میں چند روز اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کرتی رہی۔آج اس کا تجھے صلہ مل رہا ہے) اللہ سے تو راضی اور تجھ سے اللہ راضی! تیرے لئے رحمت کے سامان مہیا ہیں، طرح طرح کی نعمتیں اور گل وریحان تیار ہیں۔دنیا کے مصیبت کدہ کو چھوڑ کر ان نعمتوں کی

طرف چلی آ (دیکھ تیرے لئے کیا کیا آؤ بھگت کئے جارہے ہیں اور سب سے بڑی نعمت تو تیرے لئے یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی اور خوش ہیں، ناراض نہیں ہیں (یہ خوش خبری سن کر) جب روح جسم سے نکلتی ہے تو مشک کی طرح عجیب خوشبو اس کی روح سے نکل کر پھیلتی ہے، فرشتے (بڑی تعظیم کے ساتھ) ہاتھوں ہاتھ مسلمان کی روح کو لئے ہوئے یکے بعد دیگرے آسمانوں کے دروازوں تک پہونچتے ہیں (آسمانوں پر اس کی جو عزت ہوتی ہے وہ بھی قابل دید ہے) ہر آسمان کے فرشتے (اس کی روح کی خوشبو کو دیکھ کر بڑے تعجب سے) کہتے ہیں ماشاء اللہ کیا خوشبودار روح ہے جو زمین کی طرف سے آئی ہے۔ پھر (اللہ تعالیٰ کے حکم سے علیّین میں۔ جہاں مسلمانوں کی روحیں جمع ہیں اس نئی آئی ہوئی روح کو لے جاتے ہیں جیسے تم لوگوں سے ایک زمانہ کا بچھڑا ہوا شخص واپس آ کر ملتا ہے تو تم اس کی ملاقات سے کس قدر خوش اور شاداں ہوتے ہو، ویسے ہی (علیین میں جہاں مسلمان روحیں تھیں) یہ نئی روح آ کر ملنے سے وہ سب ایسے ہی بے حد خوش ہوتے ہیں اور اس آئی ہوئی روح کو پہلے کی روحیں گھیر لیتی ہیں، اور دنیا میں جن جن کو وہ چھوڑ کر گئے ہیں، ان سب کے احوال پوچھتے ہیں، ان ہی میں کی بعض روحیں کہتی ہیں (اجی نئی روح دنیا چھوڑ کر) سکرات کی تکلیف اٹھا کر ابھی آئی ہے، اس کو آرام لینے دو۔ پہلے کی روحیں پھر اس نئی آئی ہوئی روح سے پوچھتی ہیں، اچھا یہ تو بتاؤ کہ فلاں شخص کو ہم چھوڑ کر آئے تھے وہ کیسا ہے، یہ روح کہتی ہے وہ تو میرے سے پہلے ہی مر گیا ہے کیا وہ نہیں آیا تو وہ روحیں کہتی ہیں افسوس ایسا معلوم ہوتا ہے کہ (بری روحوں کو رکھنے کا جو مقام ہے جیسے دوزخ کو ہاویہ کہتے ہیں ایسے ہی برزخ میں بری روحوں کے رکھنے کی جگہ کو بھی ہاویہ کہتے ہیں) برزخ کے اس ہاویہ میں اس کو پہونچا دیا گیا ہے، اس لئے وہ ہمارے پاس نہیں آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بعد ارشاد فرمائے ہیں کہ جب کافر کی موت آجاتی ہے (اور سکرات شروع ہوتی ہے تو اس کی اہانت اور ذلت کا سامان اس طرح مہیا کیا جاتا ہے کہ) عذاب کے فرشتے ٹاٹ لئے ہوئے

پہونچتے ہیں تاکہ اس کی روح کو ٹاٹ میں لپیٹ کرلے جائیں، پھر فرشتے کافر کی روح سے اس طرح کہتے ہیں (تو نے دنیا میں کفروشرک کی وجہ سے اللہ تعالی کو ناراض کر رکھا تھا تو تیرے لئے عالم برزخ میں عذاب مہیا کیا گیا ہے اور تجھے عذاب کی طرف آنا ناگوار ہوگا) کچھ بھی ہو تجھے عذاب کی طرف آنا ہی پڑے گا، آ دیکھ اللہ تعالی تجھ پر کس قدر غضب ناک ہیں (یہ سن کر) کافر کی روح چار و نا چار جسم سے نکلتی ہے اور اس وقت کافر کی روح میں مردار کی بدبو سے زیادہ بدبو ہوتی ہے (پھر اس روح کو فرشتے آسمان دنیا کے دروازہ تک لے جاتے ہیں۔ اس کے لئے آسمان کا دروازہ نہیں کھلتا ہے اس لئے) زمین پر واپس لاتے ہیں (اس کی بدبو سے) فرشتے (تنگ آ کر) کہتے ہیں (اس بدنصیب روح میں نعوذ باللہ) کس قدر بو ہے، پھر اس کو سجین کی طرف لے جاتے ہیں، جہاں کافروں کی ارواح جمع ہیں (اور سجین میں اس کو رکھتے ہیں جہاں وہ برزخ کے عذاب میں مبتلا رہتی ہے) اس حدیث کی روایت امام احمد اور نسائی نے کی ہے۔

تیسری حدیث

17/3315۔ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ ایک انصاری کے جنازہ کے ساتھ گئے اور قبر تک پہونچے۔ ابھی قبر کھد کر تیار نہیں ہوئی تھی (قبر تیار ہونے کا انتظار تھا) اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہوگئے اور ہم بھی آپ کے اطراف (انتہائی ادب اور سکون سے) بیٹھ گئے (کیا کہوں اس وقت صحابہ کی کیا حالت تھی، رعب و ہیبت سب پر چھائی ہوئی تھی، سب کے سب سر جھکائے ہوئے تھے۔ کوئی ادھر ادھر نہیں دیکھ رہا تھا، ایسے بے حس وحرکت تھے) معلوم ہو رہا تھا کہ سب کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں (پرندے کی عادت ہے کہ وہ متحرک چیز پر نہیں بیٹھا ہے۔ صحابہ بھی ایسے ہی بے حس وحرکت بیٹھے ہوئے تھے۔ صحابہ کرام کی تو یہ حالت تھی، اور حضور کی حالت مبارک کیا کہوں؟ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ انتہا درجہ کی فکر میں ہیں، جیسے متفکر شخص زمین کریدتا ہے ایسے ہی)

حضور کے دست مبارک میں بھی ایک لکڑی تھی، اور آپ اس لکڑی سے زمین کرید رہے تھے، پھر سر مبارک کو اٹھائے (اور صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہوکر) دو یا تین بار فرمائے صاحبو! عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگو (یہ قبر کسی کے لئے جنت کی کیاری ہے تو کسی کے لئے دوزخ کا گڑھا) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے جب مسلمان دنیا سے جارہا ہو، اور آخرت اس کے سامنے ہوگئی ہو تو (اس کی شان اور عزت ظاہر کرنے کے لئے) آسمان سے ایسے فرشتے آتے ہیں جن کے چہرے نورانی ہوتے ہیں، اور جو آفتاب کی طرح چمکتے رہتے ہیں اور ان فرشتوں کے ساتھ جنت کا ریشمی کفن ہوتا ہے اور وہ جنت کی خوشبودار چیزیں بھی لاتے ہیں (تاکہ اس کو خشبو میں بسائیں) پھر یہ فرشتے (کمال ادب سے) کسی قدر فاصلہ سے اس کے قریب بیٹھ جاتے ہیں (اور اس کی روح کے نکلنے کا انتظار کرتے ہیں) پھر ملک الموت اس مرنے والے کے سرہانے آکر بیٹھتے ہیں، اور (بہت نرمی سے اس مرنے والے کی روح سے) کہتے ہیں، اے پاک روح (دنیا میں تو اللہ کی فرمانبردار رہی) اب نکل آ (دیکھ اس کا صلہ تجھے یہ ملتا ہے کہ) اللہ تعالی تجھ سے راضی ہیں (اور طرح طرح کی نعمتیں تیرے لئے تیار ہیں) اور اللہ تعالی نے تیری مغفرت فرمادی ہے (جب سکرات شروع ہوئی تھی تو اس وقت سکرات کی تکلیف اور شدت رہی تا کہ روح پاک وصاف ہوجائے پھر ملک الموت سے یہ خوش خبری سن کر) روح خوش خوش جسم سے ایسے جلد نکلتی ہے جیسے مشکیزہ سے پانی کا قطرہ آسانی سے نکلتا ہے۔ جسم سے نکلی ہوئی یہ روح ملک الموت کے ہاتھ میں بہت دیر تک نہیں رہتی ہے، آسمان سے آئے ہوئے فرشتے (جو اس روح کے اشتیاق میں تھے) پلک جھپکنے تک اس روح کو لے کر (نہایت ادب سے) جنت کا کفن پہناتے ہیں اور جنت کی خوشبو لگاتے ہیں۔ پھر اس روح سے ایسی خوشبو مہکتی ہے کہ زمین پر تو ایسی خوشبو کبھی نہیں پائی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر ارشاد فرمائے کہ پھر فرشتے اس روح کو لئے آسمان کی طرف چڑھتے ہیں راستے میں فرشتوں کی جس جماعت پر سے اس روح کو لے کر یہ فرشتے گزرتے ہیں تو وہ فرشتے پوچھتے ہیں کہ یہ کس شخص کی پاک روح ہے تو ساتھ والے فرشتے (بڑی تعظیم سے) جواب دیتے ہیں اور

جس نام اور جس صفت سے دنیا میں یہ تعظیم سے پکارا جاتا تھا اس نام اور اس صفت کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں کہ یہ فلاں بن فلاں ہیں پھر (اسی تعظیم کے ساتھ) روح کو لے جانے والے فرشتے اس روح کو لئے ہوئے آسمان دنیا تک پہونچتے ہیں اور اس روح کے لئے آسمان کا دروازہ کھلواتے ہیں تو آسمان دنیا کے دروازے کے دربان اس دنیا سے آئی ہوئی روح اور اس کے ساتھ والے فرشتوں کے لئے دروازہ کھول دیتے ہیں (اسی عزت کے ساتھ) اس کو ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک پہونچاتے ہیں۔ ہر آسمان کے مقرب فرشتے اس کے ساتھ ساتھ جلو میں چلتے ہیں (تا کہ اس کی شان وشوکت کا اظہار ہوتا رہے) اسی طرح سارے آسمانوں سے گزرتے ہوئے اس روح کو ساتویں آسمان تک پہونچاتے ہیں (ساتویں آسمان میں اللہ تعالی کی خاص تجلیات ہوتی رہتی ہیں، ان تجلیات سے) ارشاد ہوتا ہے اس (فرماں بردار مسلمان) کی روح کو علیین میں لے جاؤ۔ علیین میں اس کا نامۂ اعمال رکھو اور اس روح کا اصلی مقام علیین کو بناؤ اور اس روح کا تعلق قبر سے اور اس کے جسم سے (ایسا) رکھو (جیسے آفتاب آسمانوں میں ہے اور اس کا تعلق زمین سے اس طرح ہے کہ زمین پر روشنی اور گرمی پہونچاتا ہے۔ یا یوں سمجھئے کہ سونے والے کی روح جسم میں ہے اور ہر جگہ سیر کر آتی ہے۔ ایسے ہی مسلمان کی روح رہتی تو علیین میں ہے مگر اس کا تعلق قبر سے اور جسم سے ایسا ہوتا ہے کہ قبر پر آنے والے کو یہ روح پہچان لیتی ہے، قبر سے اور جسم سے ایسا تعلق اس لئے رکھو) کہ میں انسان کو خاک سے پیدا کیا ہوں اور انسان کے جسم کو اگرچیکہ خاک میں ملایا ہوں پھر خاک ہی سے قیامت کے دن اس کو اٹھاؤں گا (کیوں کہ جب میں انسان کو خاک سے پیدا کر کے اس کی روح کا تعلق خاک سے رکھ کر اس کو چلتا پھرتا انسان بنایا تھا اور جیسا کہ قیامت میں اس کی روح کا خاکی جسم سے تعلق رکھ کر اس کو میدان قیامت میں لا کھڑا کروں گا، ایسا ہی قبر میں بھی) اس کے خاکی جسم کے ساتھ روح کا تعلق رکھو (تا کہ قبر پر آنے والوں کو پہچان سکے اور منکر ونکیر جب آئیں تو ان کو جواب دے سکے) جب اللہ تعالی کے اس حکم کی تعمیل ہو جائے گی اور خاکی جسم سے روح کا تعلق ہو جائے گا تو منکر ونکیر دو فرشتے اس کو آ کر بیٹھائیں گے اور اس سے

دریافت کریں گے مَنْ رَبُّکَ؟ اچھا یہ تو بتاؤ کہ تمہارا رب کون ہے؟ تو وہ کہے گا میرا رب اللہ تعالیٰ ہے، اس کے سوائے میرا کوئی رب نہیں ہے۔ پھر منکر ونکیر دریافت کریں گے کہ تمہارا دین کیا ہے؟ (تم کس دین پر رہے ہوتو) یہ کہے گا کہ اللہ کا دین یعنی اسلام میرا دین تھا اور میں اسلام پر رہا تھا پھر اس کی قبر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف تک ایک راستہ ہوجائے گا پھر اس سے منکر ونکیر دریافت کریں گے اچھا کہو یہ صاحب کون ہیں، کیا یہ وہی ہیں جو تمہارے پاس پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے؟ (تو اس شخص پر نور ایمان سے واضح ہوجائے گا اور) وہ کہے گا (روحی فداہ! میری جان آپ پر سے قربان) یہی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، یہی میرے رسول اور نبی ہیں۔ پھر منکر ونکیر اس سے دریافت کریں گے کیسے تم کو معلوم ہوا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول اور نبی ہیں؟ تو مسلمان مردہ جواب دے گا۔ آفتاب آمد، دلیل آفتاب۔ آفتاب کے ہونے پر خود آفتاب دلیل ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نبی اور رسول ہونا آفتاب کی طرح بالکل واضح اور ظاہر ہے اور رسول اور نبیوں کے نبی ہونے پر جو پاکیزہ اوصاف دلیل تھے وہ سب پاکیزہ اوصاف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پائے گئے۔ اس عقلی دلیل سے مجھے یقین ہوگیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسول اور نبی ہیں اور پیغمبروں کو معجزات دئے گئے۔ کسی کو دو اور کسی کو چار، حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسے جلیل القدر نبی کو نو معجزات دئے گئے تھے، اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساڑھے چار ہزار معجزے دئے گئے تھے، اس سے بھی ثابت ہوا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسول اور نبی ہیں یہ دوسری عقلی دلیل ہے۔ ایسا ہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رسول اور نبی ہونے پر نقلی دلیل بھی ہے) ہم مسلمانوں کو قرآن دیا گیا (اور بہت تاکید سے فرمایا گیا کہ اگر کسی سے ہوسکے تو اس کی چھوٹی سورۃ کے جیسا بنا کر لاؤ۔ باوجود عرب فصیح اور بلیغ ہونے کے قرآن کے چھوٹے سورہ کے جیسا سورۃ بنانے سے عاجز ہوگئے۔ کوئی نہ بنا سکا) اس سے میں سمجھا کہ قرآن اللہ کا کلام ہے) کسی بشر کا کلام نہیں اور قرآن میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول اور نبی کہا گیا ہے، اس نقلی دلیل سے) میں سمجھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقیناً نبی اور

رسول ہیں پھر (جب مسلمان مردہ یہ کہہ چکے گا تو اللہ تعالی اس کی اس طرح قدر افزائی کریں گے کہ اللہ تعالی کی طرف سے) اس طرح ندا کی جائے گی کہ میرا بندہ سچ کہا اس کا صلہ اس کو دیا جائے (کہ عالم برزخ میں جہاں اس کا مقام ہے) وہاں جنت کا اس کے لئے فرش بچھایا جائے اور اس کو جنت کا لباس پہنایا جائے کہ وہ جنت میں جانے سے پہلے جنت کی نعمتوں کا لطف اٹھاتا رہے اور جنت کی طرف سے اس کے لئے ایک دروازہ کھولا جائے (تا کہ وہ جنت میں اپنے مقام کو دیکھ کر بیحد مسرور رہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بھی ارشاد فرمائے ہیں۔ کہ جنت کی طرف سے دروازہ کھلنے سے جنت کی ہوا اور جنت کی خوشبو اس کو آتی رہے گی۔ جس سے یہ بے حد محظوظ ہوتا رہے گا۔ تنگی مقام بھی ایک قسم کی تکلیف کا باعث ہوتا ہے) مسلمان مردے کے لئے (جب ہر طرح کا قبر میں آرام اور راحت جمع کردی گئی ہے تو جہاں تک) اس کی نگاہ پہونچتی ہے، قبر میں (وہاں تک) اس کا مقام وسیع کر دیا جاتا ہے (تا کہ وسعتِ مقام کی وجہ سے وہ راحت حاصل کرتا رہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم یہ بھی ارشاد فرمائے ہیں کہ مسلمان مردہ پھر کیا دیکھتا ہے کہ اس کے پاس ایک شخص آرہا ہے، کیا کہوں اس کا چہرہ کیسا ہوتا ہے، ایسا حسین کہ کہیں دیکھنے میں نہیں آیا اور اس کا لباس بھی نہایت پاکیزہ اور صاف وستھرا رہے گا اور اس سے نہایت خوشبو مہک رہی ہوگی۔ ایسا شخص آکر مسلمان مردہ سے کہے گا۔ تم کو خوش خبری دیتا ہوں کہ تمہارے لئے ہر قسم کی راحت اور نعمت تیار ہے جس سے تم نہایت مسرور ہوں گے۔ کچھ تم کو خبر بھی ہے۔ یہ وہی دن ہے جس کی تم کو دنیا میں خبر دی گئی تھی، مسلمان مردہ اس آنے والے خوبصورت شخص سے پوچھے گا۔ صاحب! تم کون ہو؟ کیا چہرہ ہے تمہارا! جس سے بے حد مسرت حاصل ہورہی ہے تم کو دیکھنے ہی سے طرح طرح کے خیر و برکات حاصل ہورہے ہیں، وہ خوبصورت شخص جواب دے گا۔ (تم مجھے نہیں پہچانتے؟) میں تمہارا نیک عمل ہوں (اس صورت میں متمثل ہوکر آیا ہوں تا کہ تم کو خوش خبری دوں) مسلمان مردہ جب سنے کہ یہ خود اس کے ہی نیک عمل ہیں (تو اس کو ایک

امید بندھے گی اور اس کو یاد آجائے گا کہ نیک اعمال سے جنت ملتی ہے۔ میرے نیک اعمال جب ایسے ہیں تو اب مجھے امید ہو رہی ہے جنت ملنے کی۔ اس لئے) دعا کرے گا، الٰہی! جلدی قیامت قائم کیجئے تاکہ مجھے میرے نیک اعمال کا بدلہ جنت ملے اور مجھے میرے اہل یعنی حور و غلمان ملیں اور مال یعنی جنت کے راحت و آرام کا سامان ملے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بھی ارشاد فرمائے ہیں کہ جب کافر کے لئے دنیا چھوڑنے کا اور آخرت کی طرف چلنے کا وقت آتا ہے (اور سکرات شروع ہو جاتی ہے) تو اس کے پاس آسمان سے (عذاب کے) فرشتے آتے ہیں، ان کے سیاہ چہروں سے ہیبت اور خوف طاری ہوتا ہے اور یہ اپنے ساتھ ٹاٹ لیتے ہوئے آتے ہیں (اس مرنے والے کافر پر اللہ تعالی بہت غضبناک رہتے ہیں۔ اس لئے فرشتوں کو اس سے نفرت رہتی ہے اور) اسی لئے آکر وہ دور بیٹھے رہتے ہیں (اور اس کی روح نکلنے کا انتظار کرتے رہتے ہیں) پھر ملک الموت آجاتے ہیں اور اس کے سرہانے بیٹھ کر یہ کہتے ہیں (کہ تو کفر و شرک کرکے دنیا میں کیا بری زندگی کیا۔ اس کے اثر سے تیری روح نجس ہوگئی ہے اب) اپنے جسم سے نکل (اے نجس روح) دیکھ کہ اللہ تعالی تجھ پر کس قدر غضبناک ہیں۔ اس بری خبر کے سننے سے روح کو جسم سے نکلنا بہت ناگوار ہوتا ہے۔ وہ جسم سے نکلنا نہیں چاہتی ہے اور جسم میں چھپتی پھرتی ہے تو) ملک الموت اس روح کو جسم سے بہت سختی کے ساتھ اس طرح کھینچ کر نکالتے ہیں جیسے کانٹے دار چیز کو تر کپڑے سے نکالا جائے تو کپڑا تار تار ہو جاتا ہے (ایسے ہی روح کو سختی کے ساتھ نکالنے کی وجہ سے جسم کو ناقابل برداشت تکلیف ہوتی ہے) جو فرشتے روح نکلنے کے منتظر تھے وہ ملک الموت کے ہاتھ میں اس روح کو ایک پلک مارنے کے برابر (تھوڑی دیر) بھی نہیں رہنے دیتے ہیں، فوراً ملک الموت کے ہاتھ سے لے کر (ذلت و اہانت ظاہر کرنے کے لئے) ٹاٹ میں لپٹتے ہیں، اس وقت اس روح سے ایسی بدبو پھیلتی ہے جیسے سڑے ہوئے مردار سے بدبو نکل کر دماغ کو پریشان کردیتی ہے روئے زمین پر ایسی بدبو کسی میں نہیں ہوگی۔ جیسی بدبو اس

روح میں ہوتی ہے اس بدبودار روح کو لئے ہوئے فرشتے آسمان پر چڑھتے ہیں۔ زمین و آسمان کے بیچ میں جہاں جہاں فرشتوں کی جماعت ملتی ہے، اس نجس روح کی بدبو سے متاثر ہوکر یہ کہتے ہیں کہ یہ کس خبیث کی روح ہے؟ تو ساتھ والے فرشتے اس کافر کا نام بہت بری صفت کے ساتھ اس طرح لیتے ہیں جیسے دنیا میں کسی برے آدمی کا ذکر لوگ بری صفت سے کرتے ہیں۔ اور فرشتے کہتے ہیں کہ یہ فلاں بن فلاں ہے (کہ جس نے اپنی ساری عمر کفر و شرک میں گزاری ہے) اس ذلت اور اہانت کے ساتھ) یہ روح ہر مقام سے گزرتی ہوئی آسمان دنیا تک پہونچائی جاتی ہے آسمان دنیا کا دروازہ کھلایا جاتا ہے مگر آسمان کے دروازے کے دربان دروازہ نہیں کھولتے ہیں (یہ اس روح کی انتہائی ذلت اور اہانت کا سبب ہوتا ہے) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ارشاد فرما کر اس کی تائید میں یہ آیت تلاوت فرمائے:۔

لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَ لَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِىْ سَمِّ الْخِيَاطِ ط (سورہ اعراف پ 8 ع 5)

کفار کے لئے آسمان کا دروازہ نہیں کھولا جائے گا اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے۔ کفار کا جنت میں جانا ایسے ہی محال (ناممکن) ہے جیسے اونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے گزرنا (نہ تو اونٹ سوئی کے ناکہ میں گزر سکتا ہے اور نہ کفار جنت میں داخل ہوسکتے ہیں)

پھر اللہ تعالی کا ارشاد ہوگا کہ اس خبیث کا نامۂ اعمال سجین میں رکھو اور سجین ہی کو اس خبیث روح کا مقام بناؤ جو زمین کے سب سے نچلے طبقہ میں ہے (تا کہ وہ وہاں طرح طرح کے عذاب بھگتتی رہے) اس حکم کی تعمیل میں آسمان کے دروازے کے پاس سے اس کافر کی روح کو (نہایت ذلت کے ساتھ زمین کی طرف) پھینک دیا جائے گا (اور سجین میں اس کا اصلی مقام بنا کر اس کافر کی روح کا تعلق قبر سے یا اس کے جسم کے کسی حصہ سے جہاں کہیں ہو۔ کر دیا جائے گا، تا کہ منکر ونکیر اس سے سوال کرسکیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ارشاد فرما کر اس کی تائید میں یہ آیت تلاوت فرمائے:۔

وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ (سورۂ حج پ 17 ع 4)

شرک بہت بری بلا ہے، آسمان کا دروازہ مشرک کے لئے نہ کھلنا کیا کم ذلت ہے، پھر زمین کی طرف پھینک دیا جانا، اس سے بڑھ کر اور کیا ذلت ہوگی۔ راستہ میں فرشتوں سے طرح طرح کی اذیت اٹھاتے ہوئے سجین میں جا گرنا اور وہاں طرح طرح کی ایذاء اٹھاتے رہنا یہ انتہائی ذلت ہے۔

اللہ تعالی کے حکم کی تعمیل کی جائے گی۔ اس کافر کی روح کا تعلق اس کے جسد سے یا جسم کے کسی حصہ سے کردیا جائے گا، پھر منکر ونکیر اس کے پاس موجود ہوں گے اور بٹھا کر سوال کریں گے۔ بتا تیرا رب کون ہے؟ تو وہ کافر (حیران ہوگا کہ کیا جواب دوں۔ جب تک میں دنیا میں رہا، مسلمان جس ذات مبارک کو رب مانتے تھے، میں ان کو جھٹلاتا رہا اب میں کس کو رب کہوں۔ یہاں بھی اسی طرح کہتا ہوں) میں نہیں جانتا کہ رب کون ہے! پھر منکر ونکیر دریافت کریں گے اچھا یہ بتا کہ تیرا دین کیا تھا (تو یہ کافر مردہ سمجھے گا میرا دین تو کفر وشرک سے بھرا ہوا تھا اگر میں اپنے دین کا نام لوں تو اپنے آپ کو اپنی زبان سے مجرم ٹھیرانا پڑے گا اس لئے) کافر مردہ کہے گا مجھے نہیں معلوم کہ میرا دین کیا تھا۔ پھر منکر ونکیر دریافت کریں گے کہ تو دنیا میں سنا ہوگا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسول ہوکر آئے تھے ان کی نسبت تیرا کیا خیال تھا (تو کافر مردہ خیال کرے گا کہ عالم برزخ میں تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بول بالا ہے اگر میں ان کی رسالت کا انکار کروں تو اپنے منھ سے آپ ملزم ٹھیرتا ہوں اس لئے) کہے گا میں نہیں جانتا کہ وہ کون تھے؟ یہ جواب ختم ہوتے ہی اللہ تعالی کی طرف سے کوئی پکارے گا کہ اس خبیث کافر کو دنیا میں سب کچھ معلوم تھا۔ جھٹلاتا ہی رہا۔ اب بھی باوجود معلوم ہونے کے جھوٹ کہہ رہا ہے۔ اس جھوٹ کے لئے آگ کا بچھونا بچھاؤ (تا کہ اس کو ایک آن بھی آرام نہ ملے) اور دوزخ کی طرف سے ایک دروازہ کھول دو۔ (تاکہ وہ دوزخ میں اپنا مقام دیکھتا رہے تاکہ یہ بھی اس کے لئے تکلیف کا باعث ہوتا

رہے اور دوزخ کی طرف سے) دروازہ کھلنے سے ناقابل برداشت حرارت اور دوزخ کی آگ کی لو (اور دوزخ کی بدبو) اس کو پہونچتی رہے (تاکہ قبر کے عذاب پر یہ عذاب زیادہ ہوجائے) پھر اس کافر کی قبر ایسی تنگ کی جائے گی کہ جس کے دبوچنے سے کافر کی پھسلیاں اِدھر کی اُدھر اور اُدھر کی اِدھر ہوجائیں گی (کافر کے لئے بجائے خود یہ بھی ایک عذاب ہوگا) پھر کافر کیا دیکھے گا کہ اس کے پاس ایک شخص آرہا ہے نہایت بدشکل (کہ جس کا دیکھنا ہی بجائے خود عذاب ہے) کپڑے بھی اس کے (اس کی صورت کے جیسے) بدنما رہیں گے۔ اور بدبو اس سے اس قدر آرہی ہوگی (کہ جس سے دماغ پھٹا جارہا ہو) ایسا بدشکل شخص آکر کافر مردہ سے کہے گا طرح طرح کے عذاب کی تجھے خبر دی جاتی ہے (دنیا میں) جس دن سے تجھے ڈرایا جاتا تھا (اور جس کا تو انکار کرتا تھا) دیکھ آج یہ وہی دن ہے۔ کافر مردہ کہے گا (کہ میں خود عذاب میں ہوں تُو اور عذاب کی خبر دینے آیا ہے) تو کون ہے؟ تیری کیا منحوس صورت ہے کہ تیری صورت دیکھنا ہی عذاب معلوم ہوتا ہے، تو وہ بدشکل آنے والا کہے گا تو مجھے نہیں پہچانا، میں تیرا برا عمل ہوں (کم بخت تو نے دنیا میں کیا کیا کفروشرک میں رہا ہمیشہ اللہ تعالی کی نافرمانی کرتا رہا۔ اگر کوئی کہے کہ تجھے یہ دن دیکھنا ہوگا تو تُو اس کو مذاق میں اڑاتا رہا۔ کبھی اس کو غصہ سے جھڑکتا رہا۔ کافر مردہ سمجھے گا کہ میرے اعمال مجھے دکھائے گئے ہیں۔ برے اعمال سے دوزخ ملتی ہے) خدا کرے کہ قیامت نہ آئے (تاکہ بُرے اعمال کے بدلہ میں دوزخ میں جانا نہ پڑے) ایک روایت تو یہاں ختم ہوئی۔

18/3316 ۔ اور دوسری روایت بھی ایسی ہی ہے اور دوسری روایت میں اس طرح زیادہ ہے کہ جب مسلمان کی روح (اس کے جسم سے) نکلتی ہے تو آسمان اور زمین کے درمیان میں جو ملائکہ ہیں وہ سب اس مسلمان مردہ کے لئے رحمت نازل ہونے کی دعا کرتے ہیں اور (جیسے جیسے مسلمان کی روح آسمانوں کی طرف چڑھتی جاتی ہے آسمانوں کے دروازے (اس کی شان وشوکت دکھانے کے لئے جلدی جلدی) کھلتے جاتے ہیں (اور مسلمان کی روح تمام آسمانوں سے گزر جاتی ہے) (اس مسلمان کی

روح کو فرشتے ایسی متبرک سمجھتے ہیں کہ) ہر آسمان کے دروازوں کے فرشتے دعا کرتے ہیں کہ اس متبرک روح کو ہمارے دروازہ سے گزاریئے (تاکہ ہم اس روح سے برکت حاصل کریں) اور کافر مردہ کی روح کو (عالم ملکوت سے کچھ تعلق ہی نہیں تھا۔ دنیا ہی میں رات دن پھنسی ہوئی تھی تو اس کو دنیا چھوڑنا بڑا دشوار ہوگا۔ اس لئے روح تو جسم میں رہنا چاہے گی اور فرشتے اس کو کھینچنا چاہیں گے اس کشاکشی میں) فرشتے (اس سختی کے ساتھ اس روح کو کھینچیں گے کہ جسم کی رگیں تارتار ہوجائیں گی (یہ بھی اس کافر کی روح کے لئے ایک عذاب بنے گا) جب اس سختی سے روح نکالی جاتی ہے تو زمین اور آسمان کے درمیان میں جو فرشتے ہیں وہ سب اس کافر کی روح پر لعنت بھیجتے ہیں اور آسمان دنیا کے ہر دروازہ کے فرشتے لعنت بھیجتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ الٰہی! اس خبیث روح کو ہمارے پاس سے نہ گزاریئے (تاکہ اس کی خباثت ہم پر اثر نہ کرے، فرشتوں کی دعا قبول ہوتی ہے اور) اس کے لئے آسمان دنیا کے تمام دروازے بند کردیئے جاتے ہیں۔

اس کی روایت امام احمد نے کی ہے اور اس کی روایت ابوداؤد نے اپنی سنن میں اور حاکم نے اپنی مستدرک میں ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں اور بیہقی نے کتاب عذاب القبر میں اور طیالسی نے اپنی مسند میں اور عبید بن حمید نے اپنی مسند میں اور ہناد بن السری نے کتاب الزہد میں اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے صحیح طرق سے اس کی روایت کی ہے اور میرک نے کہا ہے کہ امام احمد کی حدیث حسن ہے۔

تمہید

مومن کی روح جنت میں سیر کرتی رہے گی

روح انسانی عالم ملکوت کی رہنے والی مثل فرشتوں کے ہے جیسے فرشتے ایک ہی وقت میں کئی جگہ دکھائی دے سکتے ہیں اور جیسے ملک الموت ہر مرنے والے کے پاس دکھائی دیتے

ہیں، ایسا ہی روح انسانی بھی کئی جگہ دکھائی دے سکتی ہے، مگر جب جسم انسانی میں روح مقید ہوتی ہے تو اس سے یہ صفت نکل جاتی ہے۔ کئی جگہ نظر نہیں آسکتی ہے مگر اولیاء اللہ کے جسم میں جو روح ہوتی ہے اس روح میں اس کی اصلی صفت پائی جاتی ہے کہ باوجود جسم میں ہونے کے ایک وقت میں کئی جگہ نظر آسکتی ہے۔ جیسے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ایک ہی وقت میں سات دعوتوں میں نظر آئے۔ جسم سے نکلنے کے بعد روح میں اس کی اصلی صفت لوٹ آتی ہے۔ کچھ اولیاء اللہ کی تخصیص نہیں بلکہ ہر مسلمان کی روح ایک وقت میں کئی جگہ رہ سکتی ہے، اسی لئے روح کا اصلی مقام علیین ہے قبر سے بھی اس کا تعلق رہتا ہے، قبر پر آنے والوں کو پہچانتی اور ان کے سلام کا جواب دیتی ہے۔ اس جسم خاکی کے ساتھ روح جنت میں نہیں جاسکتی۔ ہاں قیامت کے بعد جسم خاکی میں ہوکر روح جنت میں داخل ہوگی۔ بغیر جسم خاکی کے اب بھی روح جنت میں جاسکتی ہے۔ جیسے اس حدیث میں:۔

19/3317 ۔ عبدالرحمٰن بن کعب رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت کعب سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد حضرت کعب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہوا ہے کہ مسلمان کی روح پرندے کے خول میں (ایسا ہی) بیٹھ کر (جیسا ہم ہوائی جہاز میں بیٹھ کر سیر کرتے ہیں) جنت میں سیر کرے گی اور وہاں میوہ خوری کرے گی (علیین میں بھی رہے گی اور قبر سے بھی اس کا تعلق رہے گا (پھر جب قیامت قائم ہوگی تو یہی روح انسانی جسم خاکی میں ہوکر جسم خاکی کے ساتھ جنت میں جائے گی۔ اس کی روایت امام مالک اور نسائی نے کی ہے اور بیہقی نے بھی اس کی روایت کتاب البعث والنشور میں کی ہے۔

(4/76)باب غسل المیّت و تَکفِینِہٖ

(اس باب میں میت کو غسل دینے کا اور کفن پہنانے کا بیان ہے)

ف: میت کو غسل دینے کا طریقہ

جب قبر تیار ہو رہی ہو اور کفن آ گیا ہو تو پہلے کسی تخت یا کسی بڑے تختہ کو لوبان یا اگربتی وغیرہ خوشبودار چیز کی دھونی دیدو۔ تین دفعہ یا پانچ دفعہ یا سات دفعہ چاروں طرف دھونی دے کر مردہ کو اس پر لٹا دو اور کرتہ چاک کر کے نکال لو اور کوئی کپڑا ناف سے لے کر گھٹنے کے نیچے تک ڈال دو، اس لئے کہ ناف سے لے کر گھٹنے تک جسم کا حصہ چاہے مردہ ہو یا زندہ کا دیکھنا حرام ہے۔ اور پائجامہ وغیرہ اس طرح نکال لو کہ ناف سے گھٹنے تک ڈالا ہوا کپڑا سرک نہ سکے۔ اگر نہلانے کی کوئی الگ جگہ ہے کہ وہاں سے پانی بہہ کر باہر نکل جاوے گا تو خیر ورنہ تخت کے نیچے گڑھا کھدوالو کہ سارا پانی اسی میں جمع رہے۔ اگر گڑھا نہ کھدوایا اور پانی سارے گھر میں پھیلا تب بھی کوئی گناہ نہیں۔ اس سے صرف غرض یہ ہے کہ پانی کے پھیلنے سے آنے جانے میں کسی کو تکلیف نہ ہو۔

میت کو نہلانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے مردہ کے پیشاب اور پاخانہ کی جگہ اس طرح دھولو کہ رانوں اور پیشاب پاخانہ کی جگہ اپنا ہاتھ نہ لگاؤ اور اس پر نگاہ بھی نہ ڈالو بلکہ اپنے ہاتھ پر کوئی کپڑا لپیٹ لو اور جو کپڑا میت کی ناف سے لے کر گھٹنوں تک پڑا ہے۔ اس کے اندر کپڑا لپٹا ہوا اپنا ہاتھ ڈال کر دھودو، پھر اس کو وضوء کرادو۔ لیکن نہ کلّی کراؤ نہ ناک میں پانی ڈالو اور نہ پہونچوں تک ہاتھ دھلاؤ بلکہ صرف وضوء کے فرائض ادا کردو، یعنی پورا چہرہ دھلاؤ۔ پھر دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت پھر سر کا مسح کراؤ، پھر دونوں پیر دھلادو، ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ مردہ کو بجائے کلی کرانے اور ناک میں پانی ڈالنے

کے مردہ کو غسل دینے والا شخص باریک کپڑے کو تر کر کے اپنی انگلی پر لپیٹ کر کپڑے کو تر کرتا جائے اور مردہ کے دانتوں اور مسوڑھوں پر پھیرتا جائے اور اسی طرح ناک کے دونوں سوراخوں میں تر کپڑا لپیٹی ہوئی انگلی پھیرے تو یہ جائز ہے۔ ضروری نہیں ہے اور اگر مردہ کو نہانے کی ضرورت تھی یا مردہ حیض ونفاس کی حالت میں مرجائے تو غسل دینے والا باریک کپڑے کو تر کر کے اپنی انگلی پر لپیٹ کر کپڑے کو تر کرنا چاہئے اور مردہ کے دانتوں اور مسوڑھوں پر پھیرتا جائے اور اسی طرح ناک کے دونوں سوراخوں میں تر کپڑا لپیٹی ہوئی انگلی پھیرے اور یہ ضروری ہے کہ کلی کرنا اور ناک میں پانی لینا جو جنابت اور حیض ونفاس کے غسل میں فرض ہے، یہ فرض تر کپڑا لپیٹی ہوئی انگلی دانتوں اور مسوڑھوں پر اور ناک میں پھیرنے سے ادا ہوجاتا ہے۔ اس طرح وضو کرانے کے بعد مردہ کے ناک، منھ اور کانوں میں روئی بھر دو تاکہ نہلاتے وقت ناک، منھ اور کانوں میں پانی نہ جائے۔ پھر مردہ کے سر کو گل خیرو سے یا کسی اور چیز جیسے صابن سے ملکر سر کو دھودو۔ پھر مردہ کو بائیں کروٹ پر لٹا کر بیری کے پتے ڈالکر گرم کیا ہوا نیم گرم پانی تین دفعہ سر سے پیر تک ڈالو۔ یہاں تک کہ پانی بائیں کروٹ تک جو تختہ سے ملی ہوئی ہے وہاں تک پہونچ جائے۔ پھر مردہ کو سیدھی کروٹ پر لٹاؤ اور اسی طرح سر سے پیر تک اتنا پانی ڈالو یہاں تک کہ پانی سیدھی کروٹ تک جو تختہ سے ملی ہوئی ہے پہونچ جائے اس کے بعد مردہ کو اپنے بدن کی ٹیک لگا کر ذرا بٹھاؤ اور اس کے پیٹ کو آہستہ آہستہ ملو اور دباؤ۔ اگر کچھ پاخانہ نکلے تو اس کو پونچھ کر دھوڈالو۔ پاخانہ نکلنے سے وضو اور غسل میں کوئی نقصان نہیں آتا۔ وضوء اور غسل نہ دہراؤ۔ اس لئے کہ پیشاب یا پاخانہ کی جگہ سے کسی چیز کے نکلنے سے زندوں کا وضو یا غسل ٹوٹتا ہے مردہ کا نہیں ٹوٹتا۔ پھر مردہ کو دوبارہ بائیں کروٹ پر لٹاؤ اور کافور ملایا ہوا نیم گرم پانی سر سے پیر تک تین دفعہ ڈالو۔ مردہ پر تین دفعہ پانی ڈالنے کا جو ذکر آیا ہے وہ مسنون طریقہ ہے۔ صرف ایک دفعہ پانی ڈالنا واجب ہے، اگر تین دفعہ پانی ڈالنے سے بھی طہارت پوری نہ ہو تو پانچ دفعہ پانی ڈال سکتے ہیں اور اگر ضرورت ہو تو سات دفعہ تک بھی پانی مردہ پر ڈال سکتے ہیں۔ سات دفعہ سے زیادہ پانی کا ڈالنا جائز نہیں ہے۔ پھر سارا بدن کسی کپڑے سے پونچھ دو۔

میت کو کفنانے کا طریقہ

جب مردہ کو کفن پر رکھو تو سر پر عطر لگا دو اور مرد ہو تو ڈاڑھی پر بھی عطر لگا دو، پھر سجدہ کے وقت جو اعضاء زمین پر ٹکتے ہیں، یعنی پیشانی، ناک، دونوں ہاتھوں کی انگلیاں اور ہتھیلیاں اور دونوں گھٹنے اور پیران سب پر کافور مل دو اور جو لوگ کفن میں عطر لگاتے ہیں یا عطر کا پھایا کان میں رکھ دیتے ہیں یہ سب جہالت (ردالمحتار میں ایسا ہی مذکور ہے۔12) ہے۔ جتنا شرع میں آیا ہے، اس سے زائد مت کرو اور بالوں میں کنگھی مت کرو اور ناخن بھی نہ کترو اور کہیں کے بال بھی نہ نکالو، سب اسی طرح رہنے دو۔ بہتر یہ ہے کہ مردہ کے قریبی رشتہ دار مردہ کو نہلائیں۔ اگر وہ نہ نہلا سکیں تو کوئی دین دار نہلائے، اگر نہلاتے وقت مردہ میں کوئی عیب دیکھے تو کسی سے نہ کہے۔ اگر خدانخواستہ مردہ کا چہرہ بگڑ گیا ہو اور کالا ہو گیا ہو تو یہ بھی نہ کہے اور بالکل اس کا چرچا نہ کرے، یہ سب ناجائز ہے۔ عالمگیری، درمختار، ردالمحتار، عمدۃ الرعایہ، ملتقی اور مرقات۔

میت اگر مرد ہو تو اس کے کفن کے کپڑوں کی تعداد

مرد کو تین کپڑوں میں کفنانا سنت ہے۔ ایک ازار۔ دوسرے قمیص یعنی کفنی۔ تیسرے لفافہ یعنی چادر۔ ازار سے مراد وہ چادر ہے جو مردہ کے سر سے لے کر پیر تک لانبی ہو۔ اور لفافہ سے مراد بھی ایسی چادر ہے جو مردہ کے سر سے لے کر پیر تک لانبی ہو۔ مگر لفافہ ازار سے سر اور پیر دونوں جانب اس قدر زیادہ طویل ہو کہ ہر دو جانب دھجی سے باندھ دیا جا سکے اور قمیص یعنی کفنی جو بغیر کلی اور آستین کے ہوتی ہے اور جو مردہ کے کندھے سے لے کر اس کے قدم تک لانبی ہوا کرتی ہے، اس کفنی کے سامنے والا حصہ سینہ سے لے کر قدم تک پہونچتا ہے اور نچلا حصہ گردن اور پیٹھ سے ہوتا ہوا قدموں تک پہونچتا ہے اس کفنی کے بیچ میں سے اتنا حصہ چاک کر دو کہ جس میں سے مردہ کا سر باہر نکل سکے۔

مردہ اگر عورت ہو تو اس کے کفن کے کپڑوں کی تعداد

عورت کو پانچ کپڑوں میں کفنانا سنت ہے تین کپڑے تو وہی ہیں جن کا ذکر اوپر مرد کے لئے ہو چکا ہے، یعنی ازار، قمیص یعنی کفنی اور لفافہ اس کے علاوہ عورت کے لئے دو اور کپڑے زیادہ ہیں۔ سینہ بند اور سر بند۔ یعنی اوڑھنی۔ سینہ بند وہ کپڑا ہے جو بغل کے نیچے سے لے کر رانوں تک پہنچتا ہے جس میں پستان، پیٹ اور پیٹھ لپیٹی جاتی ہے۔ اور سر بند وہ کپڑا ہے جو تین ہاتھ لانبا ہو، جو سر پر سے ہوتے ہوئے سینہ پر ڈالا جاتا ہے۔

مردہ مرد ہو تو کفنانے کا طریقہ

جب مردہ کو غسل دے چکو اور اس کا جسم کسی کپڑے سے پونچھ دو تو مردہ کے ستر پر سے بھیگا تہہ بند نکال کر ایک دوسرا سوکھا تہہ بند لپیٹ دو اور مردہ کو تختہ سے آہستہ اٹھا کر اس تختہ پر لٹا دو۔ جس پر کفن پہلے ہی سے بچھا دیا گیا ہو۔ کفن بچھانے سے پہلے کفن کو تین یا پانچ دفعہ لوبان یا عود سے دھونی دے دو۔ کفن بچھانے کا طریقہ یہ ہے کہ مردہ کو لٹانے سے پہلے تخت پر اول لفافہ بچھا دو، پھر ازار اور ازار کے اوپر کفنی کا نچلا حصہ بچھا کر کفنی کے بالائی حصہ کو سمیٹ کر سرہانے کی طرف رکھ دو، اس کے بعد مردہ کو تختہ سے اٹھا کر کفن بچھے ہوئے تخت پر لٹاؤ اور کفنی کے بالائی حصہ کو جس کو چاک کر کے سر کی طرف لپیٹ کر رکھا گیا ہے۔ اس کو کھول کر سرہانے کی طرف سے اس طرح گلے میں ڈالو کہ کفنی پیروں تک آجائے اور مردہ کا سر کفنی کے چاک کئے ہوئے حصہ سے باہر نکل جائے اور مردہ کے ستر کو ڈھانکنے کے لئے جو دوسرا سوکھا تہہ بند ڈالا گیا تھا، اس کو اب اس طرح نکال دو کہ ستر کھلنے نہ پائے، اس کے بعد ازار کا بایاں کنارہ مردہ کے سیدھے طرف ڈال دو اور ازار کا سیدھا کنارہ مردہ کے بائیں طرف ڈال دو، تا کہ سیدھا کنارہ اوپر آجائے۔ ایسا ہی لفافہ کا بھی بایاں کنارہ مردہ کے سیدھے طرف ڈال دو اور لفافہ کا سیدھا کنارہ بائیں طرف ڈال دو اور تین دھجیاں لو۔ ایک دھجی تو میت کے سر کی طرف جو لفافہ کچھ زاید ہے، اس پر باندھ دو اور دوسری دھجی سے پیروں کی طرف جو لفافہ زاید ہے، اس کو باندھ دو اور

تیسری دھجی کمر پر باندھ دو، تاکہ راستہ میں کفن کھل نہ جائے۔

میت عورت ہو تو اس کو کفنانے کا طریقہ

عورت کو کفنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے لفافہ بچھا دو۔ پھر ازار، اس کے اوپر قمیص، پھر مردے کو اس کے اوپر لے جاکر رکھو۔ پہلے مردہ کو قمیص اس طرح پہناؤ کہ قمیص کے چاک کئے ہوئے حصہ سے سر باہر آجائے اور قمیص کے اوپر کا حصہ قدموں تک چلا جائے۔ اس کے بعد سر کے بالوں کے دو حصہ کر کے سینہ پر اس طرح ڈالو کہ ایک حصہ سینہ کے دائیں طرف اور دوسرا حصہ سینہ کے بائیں طرف آجائے۔ اس کے بعد سر بند سر پر اور بالوں پر ڈالو۔ اور سر بند کو نہ تو لپیٹو اور نہ باندھو۔ پھر سینہ بند قمیص کے اوپر سے لپیٹ دو پھر ازار کا بایاں کنارہ لے کر مردے کے سیدھے طرف ڈالو اور ازار کا سیدھا کنارہ لے کر مردہ کے بائیں طرف ڈالو۔ تاکہ سیدھا کنارہ اوپر کی طرف آجائے ایسا ہی لفافہ کا بھی بایاں کنارہ مردے کے سیدھے طرف ڈالو۔ اور لفافہ کا سیدھا کنارہ مردہ کے بائیں طرف ڈالو۔ اور تین دھجیاں لو۔ ایک دھجی تو میت کے سر کی طرف جو لفافہ کچھ زائد ہے اس کو باندھ دو اور دوسری دھجی سے پیروں کی طرف جو لفافہ زائد ہے اس کو باندھو۔ اور تیسری دھجی کمر پر باندھ دو تاکہ راستہ میں کفن کھل نہ جائے۔

میت عورت ہو تو اس کو غسل دینے کا طریقہ

1-2/3318-3319 ۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک صاحبزادی کا انتقال ہوگیا۔ ہم چند عورتیں ان کو غسل دے رہے تھے۔ ایسے وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمائے کہ ان کو تین بار یا پانچ بار اور مناسب سمجھو تو زیادہ سے زیادہ (سات بار) بیری کے پتے ڈال کر پکایا ہوا نیم گرم پانی سے غسل دینا اور آخری مرتبہ کافور ملے ہوئے پانی سے نہلانا۔ جب تم غسل دینے سے فارغ ہوجاؤ تو غسل

سے فارغ ہونے کی مجھے اطلاع دینا (حضور کے حکم کی تعمیل کرکے) غسل سے فارغ ہونے کی ہم حضور کو اطلاع کردئے تو حضور اپنا تہہ بند ہماری طرف پھینک کر فرمائے کہ (عورتوں کے کفن کے پانچ کپڑے ہوتے ہیں، جن میں سے ایک ازار بھی ہوتی ہے) میرے اس تہہ بند کو ازار کے طور پر استعمال کرو تاکہ میرا یہ تہہ بند ان کے جسم کو لگا ہوا رہے اور اس کی برکت (جیسا کہ عمدۃ القاری میں مذکور ہے۔12) شامل حال رہے۔ بزرگوں کی عادت یہ ہے کہ ایک داوٗنی (اوڑھنی) دیتے ہیں کہ اس کو رکھ چھوڑیں اور کفن میں اس کا استعمال کریں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسی فعل سے ماخوذ ہے۔ اس لئے مریدنیوں کو داوٗنی دینا درست ہے) اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

3/3320 ۔ اور عبدالرزاق کی روایت میں اس طرح ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ملاحظہ فرمائیں کہ چند عورتیں ایک عورت کو غسل دے رہی تھیں اور اس کے سر میں کنگھی کررہی تھیں تو ام المومنین ان عورتوں سے ارشاد فرمائیں کہ تم اس مردہ کو جو کنگھی کررہی ہو (تمہارے پاس پاس اس کا کیا ثبوت ہے) کس بناء پر تم کنگھی کررہی ہو۔ جب تک ثابت نہ ہو تم کو کنگھی کرنا جائز نہیں تھا)۔

4/3321 ۔ اور ہمارے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایسا ہی مروی ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ملاحظہ فرمائیں کہ چند عورتیں ایک عورت کو غسل دے رہی تھیں اور اس کے سر میں کنگھی کررہی تھیں تو ام المومنین ان عورتوں سے ارشاد فرمائیں کہ تم اس عورت کو کیوں کنگھی کررہی ہو۔ تمہارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے جب تک ثابت نہ ہو تم کو کنگھی کرنا جائز نہیں تھا)۔

ف: ان دونوں مذکورہ حدیثوں سے ثابت ہوا کہ میت کے بالوں میں کنگھی نہ کی جائے۔ اس لئے کہ بالوں میں کنگھی کرنا زینت کے لئے ہوا کرتا ہے اور میت کو زینت کی ضرورت نہیں یہ عمدۃ القاری میں مذکور ہے اور مذہب حنفی بھی یہی ہے۔12

مردہ کو تین کپڑوں میں کفنانا چاہئے

پہلی حدیث

5/3322۔ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کتنے کپڑوں میں کفنایا گیا تھا تو ام المومنین فرمائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفنایا گیا تھا۔ اور یہ کپڑے سحولی تھے یعنی دھلے ہوئے تھے۔ (اس سے ثابت ہوا کہ مرد کو تین کپڑوں میں کفنانا سنت ہے) اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔12

دوسری حدیث

6/3323۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفنایا گیا تھا جو یمن کے مقام بخران کے تھے منجملہ تین کپڑوں کے ایک حلہ تھا (حلہ سے مراد دو کپڑے ہیں، ایک چادر اور دوسرے ازار) اور تیسرا کپڑا قمیص تھا جس میں آپ انتقال فرمائے تھے اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے اور اس پر سکوت اختیار کیا ہے اور ابوداؤد نے کی ہے اور اس پر سکوت اختیار کیا ہے اور ابوداؤد کا سکوت حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔

برکت کے لئے میت کو متبرک چیز دینے کا بیان

7/3324 ۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی (جو منافقوں کا سردار تھا) جب اس کی نعش قبر میں رکھ دی گئی (تو عبداللہ بن ابی کے فرزند جو سچے مسلمان تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کئے حضور میرے والد عبداللہ بن ابی دفن کئے جارہے ہیں، حضور تشریف لے چلیں تاکہ آپ کی برکت سے اس کی مغفرت ہوجائے۔ عبداللہ بن ابی کے فرزند کے کہنے سے) حضور عبداللہ بن ابی کی

قبر پر تشریف لے گئے۔ عبداللہ بن ابی کو قبر کے گڑھے میں ڈالدیا گیا تھا۔ حضور کے حکم سے پھر باہر نکالا گیا تو حضور اپنے گھٹنوں کا ٹیکہ دے کر اس کو بٹھائے اور اپنا مبارک تھوک اس کے منھ میں ڈالے (تاکہ منکر ونکیر کے سوال کے وقت آسانی ہو) پھر عبداللہ بن ابی کو اپنا قمیص پہنائے (تاکہ قمیص کی برکت سے عذاب قبر سے محفوظ رہے۔ قمیص دینے میں ایک یہ بھی حکمت تھی کہ جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ غزوہ و بدر کے بعد سب کافروں کے ساتھ قید ہوکر مدینہ منورہ میں لائے گئے تو حضرت عباس کے جسم پر کرتہ نہیں تھا۔ حضرت عباس طویل القامت تھے کسی کا کرتہ حضرت عباس کو نہیں آیا۔ عبداللہ بن ابی بھی طویل القامت تھے اس کا کرتہ عباس کو آیا اس لئے) عبداللہ بن ابی نے اپنا کرتہ حضرت عباس کو پہنایا تھا (عبداللہ بن ابی کو آپ کا یہ احسان حضرت کو یاد تھا۔ اس کا احسان اتارنے کے لئے اپنا کرتہ عبداللہ بن ابی کو پہنائے۔ اس سے یہ بھی مقصود تھا کہ عبداللہ عبداللہ بن ابی کے فرزند جو سچے مسلمان تھے خوش ہوجائیں یہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق حسنہ سخت دشمن کے ساتھ بھی آپ کا یہ کریمانہ اخلاق اور کریمانہ برتاؤ تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا ہے ''اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ'' بے شک اے رسول آپ بڑے حسن واخلاق والے ہیں۔ اس کو کریمانہ اخلاق کا یہ اثر ہوا کہ ایک ہزار کافر اس کریمانہ برتاؤ کو دیکھ کر مسلمان ہوگئے) اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

مرد کو تین کپڑوں میں کفنانا چاہیے

پہلی حدیث

8/3325 ۔ سماک رضی اللہ عنہ جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفنایا گیا تھا اور وہ تین کپڑے یہ تھے ایک 1 قمیص، دوسرے 2 ازار، اور تیسرے 3 لفافہ۔ اس کی روایت ابن عدی نے کامل میں کی ہے۔

دوسری حدیث

9/3326 ۔ ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفنایا گیا تھا منجملہ ان تین کپڑوں کے ایک حلہ تھا جو یمن کا تھا۔ (حلہ سے مراد وہ کپڑے ہیں ایک چادر یعنی لفافہ اور دوسرے ازار) اور تیسرا کپڑا قمیص تھا اس کی روایت امام محمد نے کتاب الآ ثار میں مرسلاً کی ہے اور عبدالرزاق نے بھی اس کی روایت اسی طرح اپنی مصنف میں کی ہے۔

ف: ان مذکورہ احادیث سے ثابت ہوا کہ مرد کو تین کپڑوں میں کفنانا سنت ہے۔ جن میں کا ایک کپڑا قمیص ہونا چاہئے اور مذہب حنفی بھی یہی ہے۔ 12

میت کو کیسا کفن دینا چاہئے

پہلی حدیث

10/3327 ۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جب تم اپنے مسلمان بھائی کو کفن دو تو (وہ کفن نہ تو بالکل گھٹیا ہو، اور نہ ریشم اور زر کا ہو بلکہ سوت کا) پاک وصاف سفید اور خوشنما ہو، اور سنت طریقہ کے موافق پورا پورا ہو۔ (جیسے آج کل ہر ک دیا جارہا ہے جو کفن کے لئے اچھا اور بہتر کپڑا ہے) اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

دوسری حدیث

11/3328 ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ مردہ کے لئے قیمتی کفن نہ دیا کرو، کیونکہ کفن جلد خراب ہوجاتا ہے (پھر قیمتی کپڑا لے کر مال کے اسراف کرنے سے کیا فائدہ اور کفن سے غرض تو مردہ کا ستر ڈھانکنا ہے اور یہ غرض متوسط درجہ کے کفن سے بھی پوری ہوجاتی ہے) اس حدیث کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔ 12

تیسری حدیث

12/3329۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ مسلمان (مردوں) کو چاہئے کہ وہ سفید لباس پہنا کریں (اس لئے کہ سفید لباس میں ایک قسم کی وجاہت ہونے سے) یہ بہترین لباس ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفید لباس پسند کرنے سے سفید لباس پہننا مستحب ہے اور اس میں ثواب بھی ہے) اور مردوں کو کفن بھی سفید ہی دیا کرو، اور اثمد جو سرمہ ہے بہترین سرمہ ہے (رات کو سوتے وقت اس سرمہ کی تین تین سلائیاں ہر آنکھ میں لگایا کرو۔ اس طرح سرمہ لگانا سنت ہے) اس سے پلک کے بال جمتے ہیں، اور بینائی بھی تیز ہوتی ہے۔ اس کی روایت ابوداؤد اور ترمذی نے کی ہے اور ابن ماجہ نے صرف مردوں کو کفن دیا کرو تک روایت کی ہے۔

مرتے وقت مرنے والے کے کپڑے پاک وصاف ہونا چاہئے

13/3330۔ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے انتقال کا جب وقت آیا تو وہ نئے کپڑے (جو پاک وصاف ستھرے اور خوشنما تھے) منگوا کر پہن لئے (اس لئے کہ ظاہر کا اثر باطن پر پڑتا ہے۔ ظاہرہ نئے ستھرے کپڑے پہننے سے باطن کی بھی طہارت اور صفائی ہوجاتی ہے۔ اسی لئے حضرت ابوسعید خدری آخر وقت میں ظاہر کی صفائی سے باطن کی صفائی کا ارادہ فرمائے۔ حضرت ابوسعید خدری جو کپڑے پہنے یہ ان کا کفن نہیں تھا۔ انتقال کے بعد یہ کپڑے اتار کر کفن پہنایا گیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جو ارشاد ہوا ہے کہ مردوں کے لئے پرانے کپڑے کافی ہیں اور نئے کپڑے زندوں کے لئے ہیں۔ یہ ارشاد کفن کے متعلق ہے۔ حضرت ابوسعید کا نئے کپڑے پہننا کفن نہیں تھا اس لئے دونوں حدیثوں میں تعارض نہ رہا) حضرت ابوسعید خدری انتقال کے وقت نئے کپڑے پہن کر یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہوا ہے کہ میدان حشر میں جب لوگ آئیں گے تو

مرتے وقت جن کپڑوں میں تھے وہی کپڑے پہنے ہوئے آئیں گے۔(اسی لئے میں نئے اور صاف ستھرے کپڑے پہن رہاہوں، اب رہی دوسری حدیث میں جس میں مردوں کا قبروں سے برہنہ اٹھنے کا ذکر ہے،تو یہ قبروں سے اٹھنے کے وقت کا واقعہ ہے لیکن جب میدان حشر میں آئیں گے تو انہی کپڑوں میں ہونگے جن کو مرتے وقت پہنے تھے، اسی طرح ان دونوں حدیثوں میں تعارض نہ رہا) اس حدیث کی روایت ابوداؤد نے کی ہے،اور ابوداؤد نے اس حدیث سے جو مسئلہ استنباط کیا ہے اس کو اس حدیث کے باب کے عنوان میں اس طرح لکھا ہے، مرتے وقت مرنے والے کے کپڑے پاک وصاف ہونا چاہیے۔

مرد کے لئے دو کپڑوں کا کفن بھی کافی ہے اور یہ کفن کفایہ ہے

14/3331۔ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سکرات شروع ہوتی تو میں (اس وقت کی حالت کے لحاظ سے عام لوگوں کے احوال کے اعتبار سے آپ کے سامنے) یہ شعر پڑھی:

أَحَاذِلُ مَا يُغْنِيُ الشَّرَاءُ عَنِ الْفَتٰى إِذَا حَشْرَجَتْ يَوْمًا وَضَاقَبِهَا الصَّدْرُ

اے ملامت کرنے والے (یہ وقت نہ نصیحت کرنے کا ہے نہ ملامت کرنے کا) مال ودولت کچھ کام نہیں آتا ہے جب سکرات شروع ہوتی ہے اور دم گھٹنے لگتا ہے)۔

یہ شعر سن کر حضرت ابوبکر صدیق ارشاد فرمائے بیٹی عائشہ!(یہ شعر مرے حال کے مناسب نہیں ہے میرے پاس مال ودولت ہی نہیں، پھر یہ کہنا کہ سکرات کے وقت مال ودولت کام نہیں آتا ہے بے موقع ہے) میرے مناسب تو یہ آیت ہے اس کو پڑھو(سورہ ق پ26ع2)

وَجَاءَ تْ سَكْرَتُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ط ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ٥

(انسان کی فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ) سکرات سے بچے رہنا چاہتا ہے (یہ خیال کچھ کام نہیں آیا) آخر سکرات کا وقت آپہونچا۔

پھر آپ نے فرمایا کہ (ہمیشہ میری زاہدانہ زندگی رہی ہے، اب بھی میں زاہدانہ حالت کے ساتھ قبر میں جانا چاہتا ہوں) نئے کپڑے تو زندوں کے واسطے ہیں (مردہ کو اپنا ستر چھپا کر قبر میں جانا ہے، گو مرد کے کفن کے لئے تین کپڑوں کی ضرورت ہے مگر میری زاہدانہ حالت کے لحاظ سے یہ مناسب ہے کہ) میرے انہی دو کپڑوں کو ذرا دھولو انہی دو کپڑوں کا مجھے کفن دیدو (یہ کفن کفایہ ہے کہ کفن کے لئے دو کپڑے بھی کافی ہو سکتے ہیں) اس حدیث کی روایت امام احمد نے کتاب الزھد میں کی ہے، اور عبدالرزاق نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

تمہید

محرم اگر احرام کی حالت میں مرجائے تو وہ آخرت کے لحاظ سے محرم رہے گا اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہوا ہے کہ احرام کی حالت میں مرنے والے محرم قیامت کے دن لبیک کہتے ہوئے اپنی قبروں سے اٹھیں گے۔ مگر ایسے محرم کا احرام دنیوی احکام کے لحاظ سے ختم ہوجاتا ہے وہ مثل دوسرے مردوں کے بن جاتا ہے۔ یہی مذہب حنفی ہے۔ محرم کا احرام کی حالت میں مرنے سے دنیوی لحاظ سے اس کا جو احرام ختم ہوجاتا ہے، اس پر کئی دلائل ہیں۔ پہلی دلیل وہ حدیث ہے جس کو بخاری اور مسلم نے روایت کی ہے کہ:۔

محرِم کے کفن کا بیان

15/3332۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ احرام کی حالت میں تھا، اونٹنی نے اس کو گرادیا جس سے اس کی گردن ٹوٹ گئی اور اس کا انتقال ہوگیا۔ اس کے لئے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ بیری کے پتے میں گرم کئے ہوئے پانی سے نہلاؤ،

اور اسی کے دو کپڑوں میں اس کو کفن دو۔ (یہ اس کے لئے کفن کفایہ ہے، اس حدیث میں حضور کا ارشاد ہوا ہے بیری کے پتے میں گرم کئے ہوئے پانی سے اس کو نہلاؤ۔ محرم ایسی چیز کا استعمال نہیں کرسکتا کہ جس سے میل کچیل دور ہو۔ بیری کے پتے میں گرم کئے ہوئے پانی سے بھی میل کچیل دور ہوجاتا ہے۔ اگر احرام کی حالت میں مرنے والے کا احرام باقی رہتا تو حضور اس کو بیری کے پتے میں گرم کئے ہوئے پانی سے نہلانے کا حکم نہیں دیتے۔ جب آپ حکم دیئے ہیں تو معلوم ہوا کہ اس کا احرام باقی نہ رہا۔ (محرم کے حالت احرام میں مرجانے سے اس کے احرام کے ختم جانے پر دوسری دلیل)

16/3333 ۔ سرفی درا قطنی کی وہ حدیث ہے جس کو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ محرم اگر حالت احرام میں مرجائے تو (مثل دوسرے مردوں کے) اس محرم کے سر اور چہرہ کو ڈھانکو اور اس کو یہود کے مردوں کے مشابہ مت بناؤ (اس لئے کہ یہود اپنے مردوں کے چہرہ اور منھ کو کھلا رکھتے ہیں۔ اس حدیث میں حالت احرام میں مرنے والے محرم کے سر اور چہرہ کو ڈھانکنے کا جو حکم ہوا ہے اس سے معلوم ہوا ہے کہ اس کا احرام ختم ہوگیا اگر احرام باقی رہتا تو اس کے سر اور چہرہ کو ڈھانکنے کا حکم نہ دیا جاتا۔ اس لئے کہ محرم کا سر اور چہرہ نہیں ڈھانکا جاتا ہے۔

محرم کے حالت احرام میں مرجانے سے اس کا احرام ختم ہوجانے پر تیسری دلیل

17/3334 ۔ امام مالک کی وہ حدیث ہے جو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے آپ فرماتی ہیں کہ محرم اگر احرام کی حالت میں مرجائے تو (اس کو محرم مت سمجھو اس کا احرام ختم ہوگیا ہے) دوسرے مردے جو محرم نہیں ہیں ان کو کفناتے وقت جیسے ان کا سر ڈھانکتے ہیں اور خشبو لگاتے ہیں ایسا ہی محرم مردہ کا بھی سر

ڈھانکو اور اس کو خوشبو لگاؤ۔

محرم کے حالت احرام میں مرجانے سے اس کے احرام کے ختم ہونے پر چوتھی دلیل

18/3335۔ امام مالک ہی کی وہ حدیث ہے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان کے فرزند واقد کا جب حالت احرام میں انتقال ہوا تو حضرت ابن عمر اپنے فرزند واقد کو کفناتے وقت ان کے چہرہ اور سر کو ڈھانکے اور فرمائے کہ اگر ہم حالت احرام میں نہ ہوتے تو اے واقد تم کو خوشبو بھی لگاتے (اس لئے کہ تمہارا احرام ختم ہوگیا ہے اور تم اب محرم نہیں رہے)۔

محرم کے حالت احرام میں مرجانے سے اس کا احرام ختم ہونے پر پانچویں دلیل

19/3336۔ وہ حدیث ہے جس کو ابن ماجہ نے روایت کی ہے کہ انسان جب مرتا ہے تو تین چیزوں کے سوا اس کے تمام اعمال ختم ہوجاتے ہیں (مثلاً اگر وہ محرم ہے تو اس کا احرام مرنے سے ختم ہوجاتا ہے۔ اس لئے اور مردوں کی طرح کفناتے وقت اس کے سر اور چہرہ کو ڈھانکنا چاہئے اور اس کو خوشبو بھی لگانا چاہئے) وہ تین اعمال جو مرنے سے ختم نہیں ہوتے بلکہ باقی رہ جاتے ہیں وہ یہ ہیں۔

ایک صدقہ جاریہ (جیسے رفاہ عام کے لئے مسجد، مدرسہ، مسافر خانہ اور پل وغیرہ بنایا۔ اس صدقہ جاریہ کا ثواب منقطع نہیں ہوتا، اس کو ملتا رہتا ہے) دوسرے علم دین، (لوگوں کو سکھایا، یا تصنیف و تالیف کیا) جس سے لوگ نفع اٹھائے رہتے ہیں۔ اس کا ثواب بھی منقطع نہیں ہوتا (اس کو ملتا رہتا ہے) تیسرے نیک اولاد جو اس کے لئے دعا خیر کرتے رہتے ہیں (اور اس کو ثواب ملتا رہتا ہے، یہ ثواب بھی منقطع نہیں ہوتا ہمیشہ باقی رہتا ہے)۔

کفن کفایہ کا بیان

20/3337۔ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں (کہ ضرورت اور مجبوری کی وجہ سے مرد کو ایک کپڑے میں بھی کفنایا جاسکتا ہے مگر ایک کپڑے سے) بہتر کفن حلہ ہے (اور حلہ دو کپڑوں کو کہتے ہیں۔ ایک چادر اور دوسرے تہہ بند۔ یہ بھی کفن کفایہ ہوگا پوری سنت کی ادائی کے لئے تین کپڑے کفن میں ہونا چاہئیے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بھی ارشاد فرمائے ہیں کہ (یوں تو قربانی ہر اس بکرے کی ہوسکتی ہے جو قربانی کی شرط کے موافق ہو) مگر قربانی کے لئے بہتر سینگ مڑا ہوا مینڈھا ہے (اس لئے کہ گوشت اس میں زیادہ ہوتا ہے) اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے

21/3338۔ اور ترمذی اور ابن ماجہ نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

کفن کی ضرورت کا بیان

پہلی حدیث

22/3339۔ خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم محض اللہ تعالی کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے (وطن چھوڑ کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہجرت کر کے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ آئے تو ہماری ہجرت رائیگاں نہیں گئی۔ اللہ تعالی اپنے فضل وکرم سے ہم کو (دنیا اور آخرت میں) ہجرت کا اجر دینا اپنے ذمہ لے لئے ہم میں سے بعض حضرات تو ایسے ہوئے جن کے لئے آخرت کا اجر تو تیار ہے، مگر وہ دنیا کا کوئی اجر نہیں لے سکے ان میں سے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ہیں (کہ ان کو دنیا کا کچھ اجر نہ ملا، دنیا کا کچھ اجر نہ ملنے کا آپ اس واقعہ سے اندازہ کرسکتے ہیں کہ) جب حضرت مصعب بن عمیر غزوۂ احد میں شہید ہوئے تو ان کو پورا کفن تک نہ ملا۔ کفن کے لئے صرف ایک چادر

تھی، کیا کہوں وہ بھی کیسی تھی، اتنی چھوٹی تھی کہ جب ہم ان کا سر ڈھانکتے تو پیر باہر نکل جاتے تھے، اور جب پیروں کو ڈھانکتے تو سر کھل جاتا (ہم حیران تھے کہ کیا کریں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ (سر کی عظمت پیش نظر رکھ کر) سر ڈھانک دو۔ اب رہے پیر تو پیروں کو اِذخر (جو خوشبودار گھاس ہے) اس سے چھپادو (اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ مردہ کے تمام جسم کو چھپانا واجب ہے، اگر تمام جسم چھپانا واجب نہ ہوتا تو پیروں کو گھاس سے چھپانے کی کیا ضرورت تھی۔ بغیر گھاس سے چھپائے دفن کر سکتے تھے گھانس سے چھپانے کا حکم دینے سے معلوم ہوا کہ مردہ کا تمام جسم چھپانا واجب ہے، اور یہی مذہب حنفی ہے اور اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کفنِ ضرورت کے لئے ایک کپڑے میں کفنانا جائز ہے۔ اور یہ کفنِ ضرورت ہے) حضرت خباب یہ بھی فرمائے بعض صحابہ ایسے بھی ہوئے ہے کہ ان کے لئے آخرت کا اجر کیا کہے کہ کیسا ہے؟ (نہ آنکھ دیکھے نہ کان سنے ایسی ایسی نعمتیں ان کے لئے تیار ہیں۔ آخرت کی ان نعمتوں کے ساتھ دنیا سے بھی اللہ تعالی نے انھیں سرفراز کیا ہے وہ ان نعمتوں سے نفع اٹھارہے ہیں، اور ان نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا کرکے) اس سے بھی ثواب حاصل کررہے ہیں۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: شرح منیہ میں کہا ہے کہ مذہب حنفی میں ایک ہی کفن میں دو آدمیوں کو کفنانا جائز نہیں ہے اگر کفن ایک ہو، اور میت ایک سے زائد ہوں تو ایک ہی کفن کے ٹکڑے کردئے جائیں، اور جتنا حصہ کفن کا جس میت کے حصہ میں آئے اسی میں اس کو کفنایا جائے، اور باقی بدن کا جو حصہ کھلا رہے اس کو گھاس وغیرہ سے چھپایا جائے۔

شرح منیہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ مذہب حنفی میں ایک قبر میں ایک سے زائد میت کو دفنانا جائز نہیں ہے، اگر ایسی ہی مجبوری ہو، اور ایک ہی قبر میں دو یا دو سے زائد مردوں کو دفنانے کی ضرورت پڑے تو قبر میں دونوں کے درمیان مٹی سے کٹہ بنا کر دفن کیا جائے۔ تا کہ دونوں جسم

ایک دوسرے سے مل نہ سکیں۔12

دوسری حدیث

23/3340 ۔ سعد بن ابراہیم رضی اللہ عنہما اپنے والد ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ روزہ سے تھے۔افطار کے وقت آپ کے لئے کھانا لایا گیا (تکلف کا کھانا دیکھ کر فرمائے ہماری تو یہ حالت ہے کہ دنیا کی نعمتیں ہم کو مل رہی ہیں) (یہ اشعۃ اللمعات میں مذکور ہے۔12) اور ایک مصعب بن عمیر بھی تھے کہ جن کے سامنے نعمتوں کا کھانا آنا تو کیا کہ جب وہ شہید ہوئے تو ان کو کفن تک پورا نہ ملا (پھر کسر نفسی سے فرمائے) حالانکہ وہ مجھ سے بہتر تھے (ان کے کفن کی کیا حالت بیان کروں) اتنا چھوٹا کفن تھا کہ جب اس سے سر چھپاتے تو پاؤں باہر ہو جاتے اور اگر پاؤں ڈھانکتے تو سر کھل جاتا تھا، راوی حدیث ابراہیم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے خیال پڑتا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے یہ بھی فرمایا کہ ایسا ہی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا حال تھا کہ جب وہ شہید ہوئے (تو ان کو بھی پورا کفن نہ (یہ اشعۃ اللمعات میں مذکور ہے۔12) ملا۔ان کے کفن کی بھی وہی حالت تھی کہ سر چھپاتے تو پیر کفن سے نکل جاتے، اور پیر چھپاتے تو سر کھل جاتا تھا، تو سر کو چھپا کر پیروں پر گھاس ڈال دی گئی) حالانکہ وہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پچا ہونے کے لحاظ سے) مجھ سے بہتر تھے (اب ہماری حالت سنئے) خوب دنیا ملی (جس کی وجہ طرح طرح کے کھانے کھا رہے ہیں) خدانخواستہ کہیں ہماری نیکیوں کا یہ بدل تو نہیں ہے۔خدا ایسا نہ کرے (ایسا ہو کہ اللہ تعالی اپنے فضل و کرم سے دنیا کی یہ نعمتیں ہم کو دے رہا ہو، اور آخرت میں بھی سب صحابہ کے ساتھ آخرت کی نعمتوں سرفراز کرے) حضرت عبدالرحمٰن یہ کہہ کر اس درد سے رونے لگے (باوجود اس کے کہ روزہ دار تھے، بھوک تھی) رونے کی وجہ سے کھانا نہ کھا سکے۔اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

شہید کو بغیر غسل کے اسی کے کپڑوں میں دفن کیا جائے

24-25/3341-3342۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ غزوہ احد میں جو صحابہ کرام شہید ہوئے تھے، ان کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہوا کہ ان سے ہتھیار علحدہ کئے جائیں اور جو سامان چمڑے کا ان کے جسم پر ہے (جیسے پوستین اور موزے وغیرہ) یہ بھی ان سے علحدہ کیا جائے (اور بغیر غسل (ایسا ہی بخاری کی ایک روایت میں مذکور ہے۔ 12) دیئے کے) ان کے خون آلود کپڑوں ہی میں ان کو دفن کیا جائے۔ اس کی روایت ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے، اور حاکم، امام احمد، دارقطنی، طبرانی، بیہقی، ابوداؤد اور ابن ماجہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احد میں جو صحابہ شہید ہوئے تھے ان پر نماز جنازہ ادا فرمائے (اس سے ثابت ہوا کہ میدان جنگ میں کافروں کے ہاتھ سے جو مسلمان شہید ہوتے ہیں ان پر نماز جنازہ تو پڑھی جائے مگر غسل نہ دیا جائے اور ان سے ان کے ہتھیار اور چمڑے کا سامان علحدہ کرکے ان ہی کے خون آلودہ کپڑوں میں ان کو دفن کیا جائے۔

(5/77)باب المشی بالجنازہ والصلوٰۃ علیھا

(اس باب میں جنازہ کے ساتھ کیسے چلنا اور جنازہ پر نماز کس طرح ادا کرنا چاہئے اس کا بیان)

ف: فصل اوّل۔ جنازہ کے ساتھ چلنے کا بیان

میت اگر بچہ ہو تو اس کو ہاتھوں پر لے جائیں، یعنی بچہ کی میت کو ایک شخص اپنے دونوں ہاتھوں پر اٹھائے، کچھ چلنے کے بعد پھر دوسرا آدمی اس کو اپنے ہاتھوں پر لے لے۔ اسی طرح ایک دوسرے سے اپنے اپنے ہاتھوں پر بدلتے ہوئے لے جائیں اور اگر میت بڑی ہو اور ہاتھوں پر لے جانے کے قابل نہ ہو تو اس کو ڈولہ میں رکھ کر لے جائیں اور ڈولہ کے چاروں کونوں کو چار آدمی اپنے اپنے کندھوں پر اٹھا کر لے چلیں اور ڈولہ کو مزدور کی طرح پیٹھ کے بالائی حصہ پر جو گردن کے نیچے ہے، مثل مال واسباب کے لادھ کر لے جانا مکروہ ہے، اسی طرح جنازہ کو بغیر عذر کے کسی گاڑی کے یا جانور وغیرہ پر رکھ کر لے جانا بھی مکروہ ہے اور اگر عذر ہو، جیسے قبرستان بہت دور ہے تو ایسی صورت میں جنازہ کو کسی سواری پر رکھ کر لے جانا بلا کراہت جائز ہے۔

جنازہ کے ساتھ چلنے کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ جنازہ کے ساتھ خالی نہ چلیں بلکہ اس کو اس طرح کندھا دیتے چلیں کہ پہلے ڈولہ کے سامنے کے سیدھے جانب ڈنڈے کو اپنے سیدھے کندھے پر رکھ کر کم سے کم دس قدم چلیں، اس کے بعد پچھلے حصہ کے سیدھے جانب کے ڈنڈے کو اپنے سیدھے کندھے پر رکھ کر کم سے کم دس قدم چلیں۔ پھر ڈولے کے سامنے کے بائیں جانب کے ڈنڈے کو

اپنے بائیں کندھے پر رکھ کر کم سے کم دس قدم چلیں۔ اور پھر ڈولے کے پچھلے حصہ کے بائیں جانب کے ڈنڈے کو بائیں کندھے پر رکھ کر کم سے کم دس قدم چلیں۔ اسی طرح جنازہ کے ساتھ کم سے کم چالیس قدم چلنا مستحب ہے۔ جنازہ کو تیز قدم لے جانا مسنون ہے، مگر اس قدر تیز بھی نہ چلیں کہ نعش کو حرکت اور اضطراب ہونے لگے۔ جنازہ کے ساتھ چلنے والوں کو چاہئے کہ ایسا ہی جنازہ کندھوں سے اتارنے کے پہلے نہ بیٹھیں۔ اگر کوئی ضرورت پیش آجائے تو بیٹھنے میں کچھ مضائقہ نہیں۔ جولوگ جنازہ کے ساتھ نہ ہوں۔ بلکہ کہیں بیٹھے ہوئے ہوں تو ان کو جنازہ دیکھ کر کھڑا نہ ہونا چاہئے۔ جولوگ جنازہ کے ساتھ ہوں، ان کے لئے مستحب ہے کہ وہ جنازے کے پیچھے چلیں، اگرچیکہ جنازہ کے آگے چلنا بھی جائز ہے، مگر سب کے سب جنازہ کے آگے ہو جائیں تو مکروہ ہے، اسی طرح جنازے کے آگے کسی سواری پر چلنا بھی مکروہ ہے اور جنازے کے ساتھ پیدل چلنا مستحب ہے اور اگر کسی سواری پر ہوں تو جنازہ کے پیچھے چلیں، یہ مسائل عالمگیری۔ بحر رائق۔ درمختار اور ردالمحتار سے ماخوذ ہیں اور بحر رائق درمختار اور ردالمحتار میں یہ بھی لکھا ہے کہ جنازہ کے ساتھ جولوگ چل رہے ہوں۔ ان کو بہت خاموش چلنا چاہئے۔ ان کو ذکر، دعا اور قرآن اور اشعار نہ تو آواز سے پڑھنا چاہئے اور نہ آہستہ اور اگر چاہے تو ذکر اور دعا دل میں کرتے ہوئے چلیں۔ اور یہی مذہب حنفی ہے۔

فصل دوّم۔ جنازہ نماز پڑھنے کا بیان

ارحم الراحمین سے میت کے لئے دعا مغفرت کرنے کے لئے نماز جنازہ مقرر کی گئی ہے اور نمازیں وقت آنے سے جیسے واجب ہو جاتی ہیں ایسا ہی جنازہ کی نماز مرنے والے کے مرنے کی خبر سننے سے واجب ہو جاتی ہے اور جس کو مرنے والے کی موت کی خبر نہ ہو، اس پر نماز جنازہ واجب نہیں ہوتی۔ واجب تو ہر اس شخص پر ہو جاتی ہے جس کو موت کی خبر ہوئی ہو۔ مگر بعض کے ادا کرنے سے بقیہ مسلمانوں کے ذمہ سے نماز جنازہ ساقط ہو جاتی ہے اور اگر کوئی بھی نماز جنازہ ادا نہ کرے تو سب مسلمان گنہگار رہوں گے۔

نماز جنازہ کے صحیح ہونے کے لئے دو قسم کی شرطیں ہیں۔ ایک تو وہ شرطیں ہیں جو

نماز پڑھنے والوں سے تعلق رکھتی ہیں اور دوسری شرطیں وہ ہیں جن کا میت سے تعلق ہے۔ میت کی نماز پڑھنے والوں سے متعلق جو شرطیں ہیں، وہ وہی ہیں جو اور نمازوں کے لئے ہیں یعنی طہارت، ستر عورت، استقبال قبلہ اور نیت، مگر اور نمازوں کے لئے وقت مقررہ بھی شرط ہے کہ جس نماز کا جو وقت مقرر ہے اس کو اسی وقت پڑھنا چاہئے، لیکن نماز جنازہ کے لئے ایسا کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ طلوع، غروب اور استواء کے سوا جب جنازہ آجائے اسی وقت نماز جنازہ پڑھ لینا چاہئے۔ دوسری نمازوں اور نماز جنازہ میں ایک اور فرق یہ بھی ہے کہ دوسری نمازوں کے فوت ہونے کے خوف سے تیمّم کرکے نماز پڑھنا جائز نہیں بلکہ وضو کرکے ان نمازوں کی قضاء پڑھنا چاہئے بخلاف نماز جنازہ کے کہ اس کے فوت ہونے کا خوف ہو تو باوجود تیمّم کے شرائط نہ پائے جانے کے تیمّم کرکے نماز جنازہ میں شریک ہوسکتے ہیں۔ اگر نماز جنازہ جنگل میں ہورہی ہو اور نماز پڑھنے والے جوتا پہنے ہوئے نماز پڑھ رہے ہوں تو یہ ضروری ہے کہ وہ جگہ جس پر وہ کھڑے ہوں اور جوتے دونوں پاک ہوں اور اگر پیر جوتوں سے نکال کر جوتوں پر کھڑے رہ کر نماز پڑھ رہے ہوں تو ایسی صورت میں صرف جوتوں کا پاک ہونا ضروری ہے اور جو لوگ اس کا خیال نہیں رکھتے ان کی نماز نہیں ہوتی۔

اب دوسری قسم سنئے:۔

نماز جنازہ اسی وقت صحیح ہوسکتی ہے جبکہ میت میں یہ شرطیں پائی جائیں۔ ایک شرط تو یہ ہے کہ میت مسلمان ہو۔ کافر اور مرتد پر نماز جنازہ پڑھنا صحیح نہیں ہے۔ مسلمان اگرچہ کہ فاسق ہو، اس پر نماز جنازہ پڑھنا صحیح ہے۔ ایسا ہی جو مسلمان خودکشی کرلیا ہو، اس پر بھی نماز جنازہ پڑھنا صحیح ہے اس لئے کہ نماز جنازہ کے لئے میت کا مسلمان ہونا کافی ہے اس کے افعال پر نظر کرنا صحیح نہیں ہے۔ ایک بچہ جس کے ماں باپ کافر تھے پھر اس کے ماں اور باپ دونوں مسلمان ہوگئے یا ان میں سے ایک مسلمان ہوگیا تو بچہ کو بھی

مسلمان سمجھا جائے گا اور اگر وہ مرجائے تو اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی جو بچہ مرا ہوا پیدا ہو، اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھنا چاہئے اور جو بچہ زندہ پیدا ہو اور اس کے زندہ پیدا ہونے کی علامتیں یہ ہے کہ پیدا ہوکر روئے یا اس کا کوئی عضو حرکت کرتا ہوا دکھائی دے یا اسی قسم کی کوئی علامت پائی جائے جو اس کے زندہ پیدا ہونے پر دلالت کرے پھر وہ مرجائے تو اس پر نماز جنازہ ضرور پڑھنی چاہئے۔

نماز جنازہ صحیح ہونے کے لئے میت سے متعلق دوسری شرط یہ ہے کہ میت کا بدن کفن اور جس جگہ میت کو نماز پڑھانے کے لئے رکھا گیا ہو، یہ سب نجاست حقیقی (پیشاب وپائخانہ) سے پاک ہوں، ایسا ہی میت نجاست حکمی جیسے منی اگر مرنے سے نکلی ہو تو اس سے بھی پاک ہو، اسی لئے میت کو غسل دیا جائے تاکہ میت نجاست سے پاک ہوجائے۔ یوں بھی اگر میت نجاست حقیقی اور نجاست حکمی سے پاک بھی ہو تو میت کو غسل دینا واجب ہے، ہاں اگر غسل دینے کے بعد میت سے نجاست حقیقی یعنی پائخانہ وغیرہ نکل آئے تو پھر اس کو دوبارہ غسل دینا ضروری نہیں ہے۔ اسی حالت میں نماز جنازہ اس پر جائز ہے نماز جنازہ صحیح ہونے کے لئے میت سے متعلق تیسری شرط یہ ہے کہ میت کا ستر ڈھکا ہوا ہو، اگر میت برہنہ ہو تو اس پر نماز جنازہ درست نہیں۔

نماز جنازہ صحیح ہونے کے لئے میت سے متعلق چوتھی شرط یہ ہے کہ میت نماز پڑھنے والے کے سامنے ہو، اور اگر میت نماز پڑھنے والے کے پیچھے ہو تو نماز جنازہ صحیح نہ ہوگی۔

نماز جنازہ صحیح ہونے کے لئے میت سے متعلق پانچویں شرط یہ ہے کہ میت زمین پر ہو، اور اگر میت ڈولہ میں ہو تو ڈولہ زمین پر رکھا ہوا ہو، اگر میت کو لوگ اپنے ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے ہوں یا میت کسی گاڑی یا جانور پر ہو اور اس حالت میں اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے تو نماز جنازہ صحیح نہ ہوگی۔

نماز جنازہ صحیح ہونے کے لئے میت سے متعلق چھٹی شرط یہ ہے کہ میت نماز

پڑھنے والوں کے سامنے موجود ہو اور اگر میت وہاں موجود نہ ہو کہیں اور ہو اور لوگ اس پر غائبانہ نماز پڑھ رہے ہوں تو نماز صحیح نہ ہوگی یہی مذہب حنفی ہے۔

نماز جنازہ کے فرائض

نماز جنازہ میں فرض دو ہیں۔ایک فرض تو یہ ہے کہ نماز جنازہ میں چار مرتبہ اللہ اکبر کہا جائے، نماز جنازہ میں دوسرا فرض قیام ہے۔یعنی نماز جنازہ پڑھنے والے کھڑے ہو کر نماز ادا کریں، اگر نماز پڑھنے والے بغیر عذر کے بیٹھ کر نماز جنازہ ادا کریں تو نماز صحیح نہ ہوگی۔ہاں اگر عذر ہو اور کھڑا ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا ہے تو بیٹھ کر نماز جنازہ ادا کر سکتا ہے۔

نماز جنازہ کی سنتیں

نماز جنازہ میں تین چیزیں سنت ہیں (1) ایک ثناء پڑھنا (2) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھنا (3) میت کے لئے ماثورہ دعاء پڑھنا اگر ماثورہ دعا کے سوا کوئی اور الفاظ میں دعا کی جائے بھی تو جائز ہے جیسا کہ عمدۃ الرعایہ میں مذکور ہے۔

نماز جنازہ کے مستحبات

نماز جنازہ کے مستحبات یہ ہیں۔(1) ایک تو یہ ہے کہ نماز جنازہ پڑھنے والوں کی تین صفیں کی جائیں اگر تعداد کم بھی ہو تو تب بھی ان کی تین صفیں بنائی جائیں۔مثلاً نماز پڑھنے والے سات ہوں تو ایک ان میں سے امام بن جائے اور پہلی صف میں تین شخص ہوں اور دوسری صف میں دو اور تیسری میں ایک، اس طرح تین صف بنائے جائیں۔

دوسری نمازوں میں پہلی صف افضل ہے اور اس کا ثواب بھی زیادہ ہے لیکن نماز جنازہ میں تیسری صف افضل ہے اور اس کا ثواب زیادہ ہے اگر ایک ہی وقت میں کئی جنازے جمع ہو جائیں تو افضل اور مستحب یہ ہے کہ ہر جنازہ کی نماز علحدہ علحدہ پڑھی جائے اور اگر سب جنازوں کو امام کے سامنے اس طرح رکھیں کہ سب کے سینے امام کے مقابل رہیں اور سب کی ایک ہی نماز پڑھی جائے تو تب بھی جائز ہے۔اگر مختلف جنازے جمع ہوں

بعض ان میں مردوں کے بعض عورتوں کے اور بعض بچوں کے ہوں اور ان پر ایک ہی نماز پڑھی جائے تو ان کو اس ترتیب سے رکھا جائے کہ پہلے امام کے سامنے مردوں کے جنازے ہوں۔ان کے بعد لڑکوں کو اور ان کے بعد بالغہ عورتوں اور ان کے بعد نابالغہ لڑکیوں کو۔

جنازہ کی نماز اس مسجد میں پڑھنا مکروہ تحریمی ہے جو پنج وقتہ نمازوں یا جمعہ کی نماز کے لئے بنائی گئی ہو۔یہی مذہب حنفی ہے۔نماز جنازہ پڑھنے کے لئے اگر جنازہ مسجد میں ہو اور لوگ مسجد ہی میں نماز جنازہ پڑھ رہے ہوں یہ تو ناجائز ہے ہی۔اور اگر جنازہ مسجد کے باہر میدان میں ہو اور نماز پڑھنے والے کچھ لوگ جنازہ کے ساتھ میدان میں ہوں اور ان کی صف کا کچھ حصہ مسجد میں آ گیا ہو تو یہ بھی ناجائز ہے، ہاں جو مسجد قبرستان میں خاص نماز جنازہ پڑھنے کے لئے بنائی گئی ہو اور اس میں پنج وقتہ نماز وغیرہ نہیں پڑھی جاتی تو اس میں نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔

نماز جنازہ میں اس غرض سے زیادہ تاخیر کرنا تا کہ جماعت زیادہ ہو جائے مکروہ ہے۔جنازہ کی نماز بھی ان چیزوں سے فاسد ہو جاتی ہے جن سے اور نمازیں بھی فاسد ہوتی ہیں۔فرق اس قدر ہے کہ دوسری نمازوں میں بالغ نمازی کے قہقہہ لگانے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے اور نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے۔بخلاف نماز جنازہ کے اس میں اگر بالغ نمازی قہقہہ لگائے تو نہ وضو ٹوٹتا ہے اور نہ نماز جنازہ فاسد ہوتی ہے، اور دوسرا فرق یہ ہے کہ اور نمازوں میں عورت اگر مرد کے محاذی اس طرح ہو کہ مرد کے سیدھے طرف یا بائیں طرف یا سامنے کھڑی ہو جائے اور محاذاۃ کے تمام شرائط پائے جائیں تو مرد کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔بخلاف نماز جنازہ کے اس میں عورت اس مذکورہ طریقہ سے مرد کے محاذی کھڑی ہو جائے تو مرد کی نماز فاسد نہیں ہوتی۔

نماز جنازہ پڑھنے کا مسنون طریقہ

نماز جنازہ پڑھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ میت کو آگے رکھ کر امام اس کے سینہ

کے محاذی کھڑا ہو جائے اور امام اور مقتدی سب یہ نیت کریں کہ ہم نماز پڑھتے ہیں اللہ کے لئے اور اس میت کی دعا مغفرت کرنا چاہتے ہیں۔ یہ نیت کر کے دونوں ہاتھ تکبیر تحریمہ کے لئے کانوں تک اٹھا کر اللہ اکبر کہتے ہوئے زیر ناف باندھ لیں۔ اس پہلی تکبیر کے بعد آہستہ ثناء پڑھیں اور نماز جنازہ کی مسنون ثناء کے الفاظ یہ ہیں۔

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَجَلَّ ثَنَاؤُکَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ

اے اللہ! ہم آپ کی تعریف کرتے ہوئے تمام عیبوں سے، آپ کی پاکی بیان کرتے ہیں آپ کا نام بڑا برکت والا ہے، آپ بہت عالی شان ہیں (مخلوق کی کیسی ہی تعریف کی جائے، آخر وہ مخلوق کی ہی تعریف ہے) آپ کی تعریف سب کی تعریف سے بہت زیادہ عظمت والی ہے، آپ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔

اس کے بعد پھر دوسری بار اللہ اکبر کہیں، مگر اس مرتبہ ہاتھ کانوں تک نہ اٹھائیں بلکہ ہاتھ ویسا ہی بندھا ہوا زیر ناف رہنے دیں، اس دوسری تکبیر کے بعد درود ابراہیمی آہستہ پڑھیں، جو ہر نماز میں تشہد کے بعد پڑھا جاتا ہے۔ پھر تیسری بار اللہ اکبر کہیں اور ہاتھ کانوں تک نہ اٹھائیں بلکہ ہاتھ ویسے ہی زیر ناف رہنے دیں، اس تیسری تکبیر کے بعد جو ماثورہ دعائیں آئی ہیں ان میں سے کوئی ایک دعا آہستہ پڑھیں۔ پھر چوتھی بار اللہ اکبر کہیں اور اس بار بھی کانوں تک ہاتھ نہ اٹھائیں اور بغیر کچھ پڑھے کہ سیدھے اور بائیں طرف سلام پھیر دے۔

اگر کوئی شخص جنازہ کی نماز میں ایسے وقت پہونچے کہ کچھ تکبیریں اس کے آنے سے پہلے ہو چکی ہیں تو جس قدر تکبیریں ہو چکی ہیں ان تکبیروں کے لحاظ سے وہ شخص مسبوق سمجھا جائے گا۔ اور اس کو چاہئے کہ فوراً آتے ہی مثل اور نمازوں کے تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز میں شریک نہ ہو جائے بلکہ امام کی تکبیر کا انتظار کرے جب امام اللہ اکبر کہے، تو یہ بھی اللہ اکبر کہہ کر شریک نماز ہو جائے۔ یہ اللہ اکبر کہنا اس کے لئے تکبیر تحریمہ ہوگا۔

پھر امام سلام پھیر دے اور یہ شخص اپنی گئی ہوئی تکبیروں کو ادا کرلے اور ان تکبیروں کو جب یہ ادا کرے گا تو ان تکبیروں کے بعد کچھ نہ پڑھے، صرف اللہ اکبر کہنا کافی ہے (درمختار، ردالمحتار، ہدایہ، عالمگیری، عمدۃ الرعایہ، ملتقی)۔12

وقول اللہ عزوجل ''وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا'' اللہ تعالی کا ارشاد ہے (سورۂ توبہ پ 10 ع 11 میں) اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اگر منافقین میں سے کوئی مرجائے تو آپ ہرگز اس کے جنازہ پر نماز نہ پڑھئے (آپ کی نماز تو سچے مسلمانوں کے جنازہ پر ہوا کرتی ہے)

جنازہ کو کس طرح لے چلنا چاہئے

1/3343 ۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جب جنازہ لے کر چلو تو جلدی جلدی قدم بڑھا کر لے چلو (مگر ایسا نہ دوڑو کہ جنازہ کو ڈولہ میں حرکت ہونے لگے، جلدی جلدی اس لئے لے جاؤ کہ) اگر میت نیک اور صالح ہے تو اس کے لئے راحت وآرام کا جو سامان تیار ہے میت کو وہاں جلد پہونچا دینا بہتر ہے اور اگر میت ایسی نہیں ہے (بلکہ بد ہے اور بدی میں اس کی عمر گزری ہے) تو سمجھو کہ ایک بدبودار مردہ ہے جلد سے جلد اس کو کندھوں سے اتار دینا نہایت مناسب ہے۔اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

نیک و بد میت کی تمنا

2/3344 ۔ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جب جنازہ تیار کرکے رکھ دیا جاتا ہے اور لوگ اس کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیتے ہیں، اگر وہ نیک ہوتا ہے تو قبر میں اس کے لئے راحت وآرام کا جو سامان مہیا کیا گیا ہے اس کے پیش نظر ہو جاتا ہے تو مردہ چاہتا ہے کہ جلد سے جلد وہاں پہونچ جائے۔اس لئے مردہ جنازہ اٹھانے والوں سے کہتا ہے دوستو!

جلدی جلدی مجھے لے چلو (تاکہ میں اپنی قبر میں جو میرے راحت و آرام کا مقام تیار کیا گیا ہے جلد سے جلد وہاں پہونچ جاؤں) اگر مردہ نیک نہیں ہوتا ہے اور برائی کرتے ہوئے اس کی عمر گزری ہے تو اس کے سامنے قبر کی تکلیفیں اور مصیبتیں پیش ہو جاتی ہیں تو جنازہ اٹھانے والوں سے مردہ کہتا ہے لوگو! مجھے کہاں لے جا رہے ہو (ہائے ہائے! افسوس مجھے لے جا کر عذاب کے گڑھے میں ڈالنا چاہتے ہو، کیا کروں؟ کیسے بچوں، مردہ کی اس حسرتناک اور عبرتناک) پکار کو انسان کے سوائے سب سنتے ہیں (اگر انسان اس پکار کو سن لے تو چیخ مار کر بے ہوش ہو کر گر جائے اور دنیا کا نظام درہم برہم ہو جائے) اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔

جنازہ آتا ہوا دیکھ کر کھڑا ہوا رہنا منسوخ ہے

پہلی حدیث

3/3345۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرمائے ہیں کہ (جب تم کہیں بیٹھے ہوئے ہوں اور جنازہ آ رہا ہو یا جنازہ سامنے سے گزر رہا ہو تو اس کے متعلق) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے ہم کو حکم دیئے تھے کہ جنازہ آتا ہوا دیکھ کر کھڑے ہو جائیں، ہم ایسا ہی کیا کرتے تھے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہم بعد میں دیکھے کہ جنازہ آتا ہوا (دیکھ کر بیٹھے ہوئے رہتے تھے اور ہم کو بھی بیٹھے ہوئے رہنے کا حکم دیتے تھے۔ اس کی روایت امام احمد اور امام طحاوی نے کی ہے

4/3346۔ اور امام مالک اور ابوداؤد کی روایت میں بھی ایسا ہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنازہ آتا ہوا دیکھ کر پہلے کھڑے رہتے تھے پھر بعد میں آپ کی عادت شریفہ یہ رہی کہ جنازہ آتا ہوا دیکھ کر بیٹھے رہتے تھے۔

5/3347۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ کی روایت میں بھی ایسا ہی ہے کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم جنازہ آتا ہوا دیکھ کر پہلے کھڑے ہوجایا کرتے تھے، پھر بعد میں آپ کی عادت شریفہ یہ رہی کہ آپ جنازہ آتا ہوا دیکھ کر بیٹھے رہتے تھے۔ امام محمد اس طرح روایت کرکے فرمائے ہیں کہ ہم اسی حدیث کو لئے ہیں اور اسی پر ہمارا عمل درآمد ہے کہ جنازہ آتا ہوا دیکھ کر کھڑے نہیں ہونا چاہئے، بیٹھے ہوئے رہنا چاہئے۔ جنازہ آتا ہوا دیکھ کر کھڑا رہنا پہلے کا عمل ہے۔ پھر بعد میں اس کو چھوڑ دیا گیا اور اس پر عمل نہ رہا۔ اس لئے جنازہ آتا ہوا دیکھ کر کھڑا رہنا منسوخ ہے اور ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ فتح القدیر میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے قول پر فتوی ہے۔ ردالمحتار میں بھی شرح المنیہ کے حوالہ سے ایسا ہی لکھا ہے۔

دوسری حدیث

6/3348۔ محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بن علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم ایک جگہ تشریف فرما تھے، ان دونوں حضرات کے سامنے سے ایک جنازہ گزرا تو حضرت حسن بن علی جنازہ آتا ہوا دیکھ کر کھڑے ہوگئے اور حضرت ابن عباس جنازہ آتا ہوا دیکھ کر کھڑے نہیں ہوئے بلکہ بیٹھے ہوئے ہی رہے۔ (حضرت ابن عباس کو بیٹھا ہوا دیکھ کر) حضرت حسن بن علی ارشاد فرمائے ابن عباس آپ کیوں کھڑے نہیں ہوئے، کیا آپ کو یاد نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہودی کا جنازہ آتا ہوا دیکھ کر کھڑے ہوگئے تھے (یہ تو مسلمان کا جنازہ تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کرکے آپ کو ضرور کھڑا رہنا چاہئے تھا) تو حضرت ابن عباس فرمائے۔ آپ جو فرمائے ہیں وہ بالکل سچ ہے (یہودی کا جنازہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کھڑے ہوئے تھے وہ پہلے کا واقعہ ہے) پھر (بعد میں جنازہ آتا ہوا دیکھ کر) حضور (کھڑے نہیں ہوا کرتے تھے) بیٹھے ہوئے ہی رہتے تھے۔ (اس سے معلوم ہوتا ہوا کہ جنازہ آتا ہوا دیکھ کر کھڑے رہنا منسوخ ہوگیا) اس

حدیث کی روایت نسائی نے کی ہے۔

تیسری حدیث

7/3349 ۔ ابن سنجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک جنازہ کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے تو ہمارے سامنے سے ایک دوسرا جنازہ گزرا اور ہم اس جنازہ کو آتا ہوا دیکھ کر کھڑے ہوگئے تو حضرت علیؓ ہم سے فرمائے کہ جنازہ کو آتا ہوا دیکھ کر کیوں کھڑے ہوگئے، تو میں نے عرض کیا کہ ہماری نظر صحابۂ کرام پر رہتی ہے، جیسے وہ حضرات کرتے ہیں ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ صحابہ کرام کو ہم نے دیکھا ہے کہ وہ جنازہ کو آتا ہوا دیکھ کر کھڑے ہوا کرتے ہیں، اس لئے ہم بھی کھڑے ہوگئے ہیں۔ چنانچہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جب تم کسی مسلم یا یہودی یا نصرانی کے جنازہ کو آتا ہوا دیکھو تو کھڑے ہوجایا کرو۔ اس لئے کہ تم جنازہ (کی تعظیم) کے لئے نہیں کھڑے رہے ہو بلکہ جنازہ کے ساتھ جو فرشتے رہتے ہیں ان (کی تعظیم) کے لئے کھڑے ہوتے ہو (یہ ابوموسیٰ صحابی ہیں ان کے اس ارشاد کو سن کر ہم کھڑے ہوئے ہیں) یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ایک مرتبہ جنازے کو آتا ہوا دیکھ کر کھڑے ہوئے تھے (اور جنازہ کو دیکھ کر فرشتوں کی تعظیم کے لئے کھڑے ہونے کا حکم دئے تھے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ جب تک کسی بارے میں صریح حکم نازل نہ ہو، آپ اہل کتاب کی مشابہت اختیار فرمالیا کرتے تھے اور جس امر میں اہل کتاب کی مشابہت اختیار کرنے سے ممانعت ہوجاتی تھی۔ اس کو آپ ترک فرمادیتے تھے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جنازہ کو دیکھ کر کھڑے ہونا اہل کتاب کی مشابہت سے تھا کہ اہل کتاب جنازہ کو دیکھ کر کھڑے ہوجایا کرتے تھے۔ پھر جب آپ کو جنازہ دیکھ کر کھڑے ہونے کی ممانعت کی گئی تو

باوجودیکہ اس میں فرشتوں کی تعظیم تھی مگر ممانعت کی وجہ سے آپ جنازہ کو دیکھ کر کھڑے ہونا ترک فرمادئے۔ اس لئے جنازہ دیکھ کر کھڑے ہونا منسوخ ہوگیا) اس حدیث کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

جنازہ کندھوں سے اتارنے تک کوئی نہ بیٹھے

8/3350۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے اپنے والد ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جب تم کسی جنازہ کے ساتھ چلیں تو جب تک جنازہ کندھوں سے نہ اتاردیں مت بیٹھا کرو۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

9/3351۔ اور ابوداؤد کی دوسری روایت میں ایسا ہے کہ جب تم کسی جنازہ کے ساتھ ہوں تو جب تک جنازہ زمین پر نہ رکھ دیا جائے نہ بیٹھا کرو۔

10/3352۔ اور ترمذی ابوداؤد اور ابن ماجہ نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے اس طرح روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلے عادت مبارکہ یہ تھی کہ آپ جب کسی جنازہ کے ساتھ چلتے تو جب تک کہ جنازہ کندھوں سے اتار کر قبر میں نہ رکھ دیا جاتا تو آپ اس وقت تک زمین پر نہیں بیٹھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ یہودیوں کا ایک عالم حضرتؐ کے اس عمل کو دیکھ کر کہنے لگا۔ (اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جیسے آپ جنازہ کو قبر میں رکھنے تک نہیں بیٹھا کرتے ہیں۔ عبادہ بن صامت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہودی عالم سے یہ سن کر (جنازہ قبر میں رکھنے کا انتظار نہیں فرماتے تھے بلکہ جنازہ کندھوں سے اتار کر زمین پر رکھنے کے بعد ہی) بیٹھ جاتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہود کی مخالفت کر کے بیٹھنے کے لئے جنازہ قبر میں اتارنے کا انتظار نہ کرو بلکہ جنازہ کندھوں سے اتار کر زمین پر رکھنے کے بعد ہی بیٹھ جایا کرو۔ اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جب جنازہ کے ساتھ چلیں تو جنازہ

کندھوں سے اتار کر زمین پر رکھنے سے پہلے بیٹھنا مکروہ ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جنازہ قبر میں اتارنے کا انتظار کر کے کھڑے رہنا بھی مکروہ ہے۔

میت کے ساتھ نماز سے لے کر دفن تک شریک رہنے کا ثواب

11/3353۔ ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جو مسلمان کسی مسلمان کے جنازہ کے ساتھ ساتھ چلا اور اس سے اس کی کوئی اور غرض نہیں ہے بلکہ صرف ثواب حاصل کرنا چاہتا ہے۔ پھر اس پر نماز جنازہ بھی پڑھا اور اس کے دفن کرنے میں بھی شریک رہا (لوگ اس کے اس عمل کو معمولی سمجھتے ہوں گے نہیں اس کا یہ عمل ایسا ہے کہ جس کا) ثواب اس کو دو قیراط ملا ہے اور ہر قیراط کے ثواب کی مقدار اُحد کے پہاڑ کے برابر ہوتی ہے اور اگر کوئی صرف نماز جنازہ پڑھ کر واپس ہوگیا اور دفن میں شریک نہ رہا (تو یہ بھی کچھ کم نہیں) صرف نماز جنازہ پڑھ کر واپس ہونے والے کو ایک قیراط ثواب ملتا ہے جو اُحد کے پہاڑ کے برابر ہوتا ہے۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

نماز جنازہ غائبانہ درست نہیں

12/3354۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ایک روز صحابہ کرام کے ساتھ مسجد نبوی (جیسا کہ عمدۃ القاری میں مذکور ہے۔12) میں تشریف فرما تھے۔ یکایک حضور کو کشف ہوا کہ حبش کے شاہ نجاشی کا انتقال ہوگیا ہے اسی وقت حضور) شاہ نجاشی کی موت کی خبر صحابہ کرام کو دیئے اور صحابہ کرام سے فرمائے کہ شاہ حبش نجاشی کی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے عید گاہ چلو (باوجودیکہ حضور نجاشی کی موت کا کشف ہونے کے وقت مسجد میں تشریف فرما تھے، مسجد میں نماز جنازہ نہ پڑھ کر) صحابہ کو لے کر عیدگاہ تشریف لے گئے اور عیدگاہ میں نماز جنازہ

ادا فرمائے اگر نماز جنازہ مسجد میں ادا کرنا جائز ہوتا تو مسجد ہی میں حضور نجاشی کی نماز جنازہ ادا فرماتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں نماز جنازہ ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے اور یہی مذہب حنفی ہے) جب حضور سب صحابہ کو لے کر عیدگاہ میں نجاشی کی نماز جنازہ ادا فرما رہے تھے تو حضور پہلے صفیں درست فرمائے۔ (بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نجاشی کی غائبانہ نماز جنازہ ادا فرما رہے تھے، حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ حضور کو کشف ہو گیا تھا اور نجاشی کا جنازہ حضور کے سامنے آ گیا تھا اور حضور جنازہ کو دیکھ کر نماز پڑھا رہے تھے۔ اب رہا یہ شبہ کہ صحابہ جو مقتدی تھے ان کو نجاشی کا جنازہ نظر نہیں آ رہا تھا تو پھر صحابہ کی نماز جنازہ کیسے ادا ہوئی۔ اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ امام کے سامنے جنازہ کا ہونا ضروری ہے، مقتدیوں کو بھی جنازہ نظر آنا ضروری نہیں۔ اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ مقتدیوں کو بھی جنازہ نظر آنا ضروری نہیں ہے۔ امام کا جنازہ کو دیکھنا کافی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو امام تھے جنازہ کا نظر آنا کافی تھا۔ اس لئے نجاشی کی نماز جنازہ غائبانہ نہیں ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نجاشی کا جنازہ نظر آ رہا تھا جو کہا گیا ہے اس پر دلیل ابن عباس رضی اللہ عنہما کی وہ روایت ہے جس کو حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ واحدی کی کتاب اسباب النزول سے نقل کیا ہے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے نجاشی کا جنازہ بطور کشف ظاہر ہو گیا تھا اور حضورؐ جنازہ کو آنکھوں سے دیکھ کر نماز جنازہ ادا فرمائے ہیں اور حضور غائبانہ نماز جنازہ نہیں ادا فرمائے ہیں۔

نجاشی کے جنازہ کا حضور کو جو کشف ہوا تھا، یہ کوئی نئی بات نہیں تھی اور مواقع پر بھی حضور کو ایسا کشف ہوا ہے۔ جیسا کہ علامہ واقدی نے اپنی مغازی میں لکھا ہے کہ جب ملک شام میں جنگ موتہ ہو رہی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جنگ کے پورے منظر کا کشف ہو گیا تھا۔ آپ منبر پر تشریف فرما ہو کر ارشاد فرما رہے تھے کہ میں

موتہ کا میدان جنگ اس وقت دیکھ رہا ہوں۔ دیکھو زید بن حارثہ اس وقت سپہ سالار ہوگئے ہیں اور پرچم اپنے ہاتھ میں لے لئے ہیں اور کفار سے لڑتے ہوئے شہید ہوگئے ہیں۔ زید بن حارثہ کا جنازہ اس وقت میرے سامنے ہے یہ فرما کر حضور حضرت زید کی نماز جنازہ پڑھے اور دعا مغفرت فرمائے اور یہ بھی فرمائے کہ تم بھی ان کی مغفرت کی دعا کرو۔ دیکھو وہ جنت میں داخل ہو چکے ہیں اور خوش خوش جنت میں پھر رہے ہیں۔ پھر حضور فرمائے دیکھو اب پرچم کو جعفر بن ابی طالب سنبھالے ہیں اور بہت گھمسان کی لڑائی ہورہی ہے، وہ بھی کفار سے لڑتے ہوئے کفار کے ہاتھوں شہید ہوگئے ہیں، ان کا جنازہ بھی میرے سامنے ہے۔ یہ فرما کر حضور حضرت جعفر کی نماز جنازہ ادا فرمائے اور ان کے لئے دعاء مغفرت فرمائے اور یہ بھی فرمائے کہ تم بھی ان کے لئے دعاء مغفرت کرو، وہ بھی جنت میں داخل ہو چکے ہیں اور میدانِ جہاد میں ان کے جو دونوں بازو کاٹ دیے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے ان کو دو بازو عطا فرمائے ہیں اور ان کے ذریعہ جنت میں وہ جہاں چاہیں اڑ رہے ہیں۔ حضور کا نجاشی کے جنازہ کو دیکھ کر نماز جنازہ ادا فرمانے پر دوسری دلیل یہ ہے کہ اور بھی صحابہ مثلاً قراء وغیرہ جو دور دراز مقام پر شہید ہوئے یا وفات پائے ان کے جنازوں کا حضور کو کشف نہیں ہوا تھا، اس لئے آپ ان کی نماز جنازہ ادا نہیں فرمائے اور اگر آپ ان کی نماز جنازہ ادا فرماتے تو غائبانہ نماز جنازہ ہوتی، اس لئے آپ ان صحابہ کی غائبانہ نماز جنازہ ادا نہیں فرمائے۔ اس وجہ سے کہ آپ غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے کو جائز نہیں سمجھتے تھے، حالانکہ حضور کو صحابہ کی نماز جنازہ پڑھنے کا بے حد خیال تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب تم میں سے کوئی انتقال کر جائے تو مجھے اس کی اطلاع کرنا اس لئے کہ میرا ان پر نماز جنازہ پڑھنا ان کے لئے رحمت کا باعث ہے، اس کے باوجود (حضور کا ان صحابہ پر جو دور دراز مقام پر وفات پائے ہوں، غائبانہ نماز جنازہ نہ پڑھنا اس سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں ہے اور

یہی مذہب حنفی ہے) راوی کہتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفیں درست فرمالئے تو چار تکبیروں کے ساتھ (نجاشی کی) نماز جنازہ ادا فرمائے (اس سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کی چار ہی تکبیریں ہیں اور یہی مذہب حنفی ہے) اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

13/3355 ۔اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں، عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے۔ صاحبو! (مجھے کشف سے ظاہر ہوا ہے کہ) تمہارے بھائی نجاشی کی وفات ہوگئی ہے، چلو ان کی نماز جنازہ ادا کریں۔ یہ ارشاد فرما کر حضور بھی اٹھے اور صحابہ بھی اٹھے اور صحابہ کی صفیں درست فرما کر حضور چار تکبیرات کے ساتھ نجاشی کی نماز جنازہ ادا فرمائے۔ صحابہ فرماتے ہیں ہم یقین سے کہتے ہیں کہ ہم کو ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ نجاشی کا جنازہ حضور کے سامنے رکھا ہوا ہے اور حضور جنازہ دیکھ کر نماز ادا فرما رہے ہیں۔

14/3356 ۔اور ابو عوانہ کی روایت میں اس طرح مروی ہے، صحابہ فرماتے ہیں کہ جب ہم حضور کی اقتداء میں نجاشی کی نماز جنازہ ادا کر رہے تھے تو ہم کو ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ (نجاشی کا جنازہ غائب نہیں ہے بلکہ) ہمارے سامنے رکھا ہوا ہے۔

15/3357 ۔اور طبرانی نے اپنی معجم اوسط میں ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، ابو امامہؓ فرماتے ہیں ہم غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے (ایک دن) جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تشریف لائے اور فرمائے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں معاویہ بن معاویہ مزنی کا انتقال ہوگیا ہے، کیا آپ پسند فرماتے ہیں کہ آپ کے لئے زمین سمیٹ دی جائے (اور معاویہ بن معاویہ مزنی کا جنازہ آپ کے سامنے ہوجائے) اور آپ ان کی نماز جنازہ پڑھائیں، حضور ارشاد فرمائے بہت

اچھا۔ تو جبرئیل علیہ الصلوۃ والسلام زمین پر اپنے پر مارے (اور زمین سمیٹ گئی اور معاویہ بن معاویہ مزنی) کا جنازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معاویہ مزنی کی نماز جنازہ پڑھائے اور آپ کے پیچھے (صحابہ کرام کے علاوہ) فرشتوں کی دو صفیں بھی نماز جنازہ میں شریک تھیں، اور ہر صف میں ستر ہزار فرشتے تھے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبرئیل علیہ الصلوۃ والسلام سے دریافت فرمائے کہ معاویہ مزنی کو اتنا بڑا مرتبہ کس وجہ سے ملا۔ تو جبرئیل علیہ الصلوۃ والسلام فرمائے کہ معاویہ مزنی کو یہ مرتبہ اس وجہ سے ملا ہے کہ وہ سورہ "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" سے (اس قدر) محبت رکھتے تھے کہ اس سورت کو آتے جاتے اٹھتے بیٹھتے ہر حالت میں پڑھا کرتے تھے (ابن حبان، ابوعوانہ اور طبرانی کی ان تینوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی دور دراز مقام پر وفات پانے والے صحابہ کی نماز جنازہ ادا فرمائے ہیں تو جنازہ حضور کے سامنے ہو جاتا تھا اور حضور جنازہ کو دیکھ کر نماز جنازہ ادا فرماتے تھے اور ایسے صحابہ جو دور دراز مقام پر وفات پائے اور ان کا جنازہ حضور کے سامنے نہ آتا تو آپ ان کی نماز جنازہ غائبانہ نہیں ادا فرمائے)۔

نماز جنازہ کو چار تکبیرات کے ساتھ ادا کرنا سنت ہے

پہلی حدیث

16/3358۔ سلمان المؤذن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب ابوشریحہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو ان کی نماز جنازہ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ پڑھائے نماز جنازہ کو چار تکبیرات سے ادا فرمائے۔ ہم دریافت کئے نماز جنازہ کو آپ چار تکبیرات سے کیوں ادا فرمائے (اور لوگوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی پانچ تکبیرات کے ساتھ نماز جنازہ ادا کرتے ہیں اور کوئی چھ تکبیرات کے ساتھ) تو حضرت زید بن ارقم

جواب دئے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی طرح چار تکبیرات کے ساتھ نماز جنازہ ادا فرماتے دیکھا ہوں (اور اسی وجہ سے میں بھی چار تکبیرات کے ساتھ نماز جنازہ ادا کیا ہوں) اس حدیث کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

دوسری حدیث

17/3359 ۔ ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں) آپ کی وفات تک صحابہ کرام کا یہ عمل رہا ہے کہ بعض صحابہ نماز جنازہ پانچ تکبیرات کے ساتھ ادا فرماتے اور بعض چھ تکبیرات کے ساتھ اور بعض چار تکبیرات کے ساتھ نماز جنازہ ادا فرماتے تھے۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی اسی طرح اختلاف رہا کہ بعض صحابہ پانچ تکبیرات کے ساتھ بعض صحابہ چھ تکبیرات کے ساتھ اور بعض چار تکبیرات کے ساتھ نماز جنازہ ادا فرماتے تھے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا تو (دور فاروقی میں بھی) اسی طرح اختلاف کے ساتھ نماز جنازہ ادا ہوتی رہی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ (صحابہ کرام کو جمع فرمائے) اور ان سے کہے کہ آپ حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب ہیں، اگر آپ نماز جنازہ کی تکبیرات میں ایسا ہی اختلاف کرتے رہیں گے تو آپ کے بعد آنے والے مسلمان بھی اسی طرح نماز جنازہ کی تکبیرات میں اختلاف کرتے رہیں گے، لوگ ابھی ابھی جاہلیت کے دور سے گزر کر اسلام کی روشنی میں آئے ہیں۔ ابھی ان کے ذہنوں میں اختلافات کا اثر باقی ہے (ایسا ہی ان کو نماز جنازہ کی تکبیرات میں اختلاف کرتا ہوا چھوڑنا مناسب نہیں) اس لئے آیئے آپس میں مشورہ کرکے کسی ایک بات پر اتفاق کرلیں۔ ہمارے بعد آنے والے لوگ بھی ہمارے اتفاق کرنے کی وجہ سے آپس میں اتفاق کرلیں گے۔ آؤ دیکھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نماز جنازہ کتنے تکبیرات سے ادا

فرمائے ہیں، اسی کو اختیار کرنا چاہئے۔ اس کے سوائے پہلے جو عمل رہا ہے اس کو چھوڑ دینا چاہئے۔ سب مل کر بہت غور کئے تو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری جنازہ پر چار تکبیرات کے ساتھ نماز پڑھائے ہیں۔ (جب یہ معلوم ہوا کہ آخری جنازہ چار تکبیرات کے ساتھ ادا فرمائے ہیں تو سب صحابہ کا اجماع نماز جنازہ میں چار تکبیرات پر ہوا) اس حدیث کی روایت امام محمد نے کی ہے اور امام احمد اور امام طحاوی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

تیسری حدیث

18/3360۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ (ہر مسئلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری فعل کو دیکھا جاتا ہے اور اسی پر عمل کیا جاتا ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخر میں جن جنازوں پر نماز جنازہ پڑھے ہیں، ان میں چار تکبیرات ہی ادا فرمائے ہیں۔ پھر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ چار تکبیرات ہی سے نماز جنازہ پڑھائے ہیں اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ ہوئی تو اس میں بھی حضرت ابن عمر چار تکبیرات ہی ادا کئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ چار ہی تکبیرات فرمائے ہیں۔ اور اسی طرح حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ میں حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما چار تکبیرات ہی ادا فرمائے ہیں اور جب حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز جنازہ فرشتے ادا کئے ہیں تو اس میں بھی فرشتے چار تکبیرات کہے ہیں (اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ میں چار تکبیرات کہنے پر سب کا اجماع (جیسا کہ مرقات میں امام نووی، امام بغوی اور امام ابن البر سے اجماع نقل کیا گیا ہے۔12) ہوا ہے) اس حدیث کی روایت حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے اپنی سنن میں کی ہے اور طبرانی نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے۔

نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ یا قرآن کی کوئی آیت نہیں پڑھنا چاہیے

19/3361 ۔ نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نماز جنازہ میں (سورۂ فاتحہ یا) قرآن کا کوئی سورہ یا کوئی آیت (کسی تکبیر کے بعد) کبھی نہیں پڑھتے ہیں۔

20/3362 ۔ اس کی روایت امام مالک نے کی ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ (اور نمازوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورہ فاتحہ یا قرآن کی کوئی سورۃ یا آیت کا پڑھنا مقرر فرمائے ہیں) لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ یا قرآن کی کوئی سورت یا آیت کا پڑھنا مقرر نہیں فرمائے ہیں اور ابن بطال نے کہا ہے کہ صحابہ کرام میں سے حضرت عمر بن خطاب، حضرت علی بن ابی طالب، ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ یا قرآن کی کوئی سورت یا کوئی آیت نہیں پڑھا کرتے تھے اور جو کوئی پڑھے اس پر انکار کیا کرتے اور اس کو ناپسند کیا کرتے تھے۔ اور ابن بطال نے یہ بھی کہا ہے کہ تابعین میں سے عطاء، طاوس، سعید بن المسیب، ابن سیرین، سعید بن جبیر، شعبی اور الحکم یہ سب حضرات بھی نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ یا قرآن کی کوئی سورت یا کوئی آیت نہیں پڑھا کرتے اور اگر کوئی پڑھے تو اس پر انکار کرتے اور اس کو ناپسند کیا کرتے تھے اور ابن منذر نے کہا ہے کہ اسی کے قائل مجاہد، حماد اور ثوری ہیں اور وہ بھی یہی فرمائے ہیں کہ نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ یا قرآن کی کوئی سورۃ یا کوئی آیت نہ پڑھی جائے اور امام مالک رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے کہ ہمارے شہر مدینہ منورہ میں نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کے پڑھنے پر بالکل عمل نہیں ہے (مذہب حنفی بھی یہی ہے) یہ پورا مضمون عمدۃ القاری میں مذکور ہے اور شرح نقایہ میں بھی اسی طرح لکھا ہے۔

نماز جنازہ میت کی دعاء ہے مغفرت کے لئے اس لئے اس میں قرآن نہیں پڑھنا چاہئے

21/3363 ۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جب تم نماز جنازہ پڑھو تو (نماز جنازہ میں) مردہ کے لئے بہت خلوص سے دعا مغفرت کرو) نماز جنازہ میت کی دعا مغفرت کے لئے ہی ہے، اس میں سورہ فاتحہ یا قرآن کی کوئی اور سورت کا پڑھنا نہیں ہے۔ جیسے اور نمازوں میں ہے۔ اس حدیث کی روایت ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

نماز جنازہ کی ایک دعا

22-23-24/3364-3365-3366 ۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز جنازہ پڑھاتے تو (تیسری تکبیر کے بعد) یہ دعا کیا کرتے تھے

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا

والہی! (یہ مردہ جس کا یہ جنازہ ہے، آپ کے فضل وکرم سے بڑی بڑی امیدیں لگائے ہوئے حاضر ہو رہا ہے، الہی! اس کو بھی، ایک اس کو ہی نہیں بلکہ) ہمارے سب زندوں اور مُردوں کو آپ بخش دیجئے (اس لئے کہ آپ کی مغفرت ہمارے گناہوں سے زیادہ وسیع ہے اس لئے آپ کی عام مغفرت چاہئے۔ سب آپ کی مغفرت پر نظر لگائے ہوئے ہیں)

وَ شَاهِدِنَا وَ غَائِبِنَا
اور جو حاضر ہیں ان کی بھی اور جو غائب ہیں ان کی بھی آپ مغفرت فرما دیجئے (کسی کو اپنی مغفرت سے محروم نہ کیجئے، آپ کریم ہیں آپ کے کرم سے ایسی ہی امید لگائے ہوئے ہیں۔

وَ صَغِيْرِنَا وَ كَبِيْرِنَا
ایسے ہی ہمارے چھوٹے اور بڑے یعنی جوان اور بوڑھے سب کی مغفرت فرما دیجئے (سب کو آپ سے مغفرت کی امید ہے۔ جو بہت چھوٹے ہیں ان کے تو گناہ ہی نہیں، اس لئے ان کے لئے مغفرت کی دعا نہیں کی گئی)

وَ ذَكَرِنَا وَ اُنْثَانَا
ہاں جو بالغ مرد ہیں یا عورتیں ہیں (ان کو بھی اپنی رحمت سے مایوس نہ کیجئے) سب کی آپ مغفرت فرما دیجئے۔

اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَاَحْيِهِ عَلَى الْاِسْلَامْ
(یوں تو آپ کی رحمت عام ہے مگر عاجزوں پر خاص طور سے آپ رحم فرماتے ہیں، اس وقت یہ مردہ بہت عاجز ہو کر آپ کے سامنے آ رہا ہے، اس پر آپ کی رحمت ہو رہی ہے، اس لئے دل چاہتا ہے کہ ہم آپ کی رحمت سے یہ دعا کریں) الٰہی! ہم جب تک زندہ رہیں ہم کو اپنے احکام کا فرماں بردار رکھئے۔

وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الْإِيمَانِ	اور جب ہم مر رہے ہوں (اس وقت عمل کا موقع نہیں اس وقت صرف تصدیق قلبی کی ضرورت ہے اس لئے ہم کو مرتے وقت کامل تصدیق قلبی عطا کیجئے۔ آپ پر اور آپ کے رسول پر کامل ایمان لے کر آپ کے پاس حاضر ہو جائیں
اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهُ	الٰہی! (اس مردہ کی وجہ سے ہم پر جو مصیبت آئی ہے) ہم (بے صبری کر کے) ثواب سے محروم نہ رہیں، ہم کو صبر کی توفیق دیجئے تا کہ ہم صبر کر کے اس مصیبت کا ثواب پائیں
وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُ	اس مرنے والے کے بعد فتنہ میں نہ پڑ جائیں (غم کی وجہ سے آپ کی شان میں کوئی بے ادبی نہ کریں بلکہ ہم اس مرنے والے کی موت سے عبرت لیں، خود بھی مرنے کی تیاری میں لگ جائیں)۔ اس حدیث کی روایت امام احمد، ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

نماز جنازہ کی ایک اور دعاء

25-26/3367-3368۔ عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ایک جنازہ کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھائے (اور میں بھی

اس وقت حاضر تھا، تیسری تکبیر کے بعد مردہ کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو دعاء فرمائے، کیا کہوں وہ کیسی دعاء تھی، مجھے خوب یاد ہے کہ) اس دعا کے الفاظ یہ تھے۔

الٰہی! اس مردہ کی (جس کا یہ جنازہ ہے اس کے گناہوں کو مٹا کر) مغفرت فرما دیجئے (اس کے نیکیاں قبول کر کے) اس پر رحمت نازل فرمائیے۔

وَعَافِهِ وَاعْفُ عَنْهُ وَاَكْرِمْ نُزُلَهُ وَ وَسِّعْ مَدْخَلَهُ وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهِ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَابْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِنْ دَارِهِ وَاَهْلًا خَيْرًا مِّنْ اَهْلِهِ وَ زَوْجًا خَيْرًا مِنْ زَوْجِهِ وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَاَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ

(اس کو عذاب سے بچا کر) عافیت میں رکھئے (اور اس سے جو جو قصور اور کوتاہیاں ہوئی ہے، ان کو نظر انداز کر کے) معاف فرمائیے۔ (جیسے کریم مہمان نوازی کرتا ہے، ایسا ہی آپ تو سب سے زیادہ کریم ہیں) اس کی بہت عزت کے ساتھ مہمان نوازی کیجئے اور اس کی قبر کو بہت وسیع کر دیجئے۔ (الٰہی! جب ہم کسی کپڑے کو پاک کرنا چاہتے ہیں تو اس کو پانی برف اور اولے سے دھویا کرتے ہیں، ایسا ہی) آپ اس کے تمام گناہوں کو قسم قسم کی مغفرت سے بالکل پاک وصاف کر دیجئے۔ جیسے سفید کپڑے کو خاص اہتمام سے دھویا جاتا ہے تاکہ اس میں کوئی دھبہ نہ رہے، ایسا ہی اس کے تمام گناہوں کو صغیرہ ہوں یا کبیرہ، حقوق اللہ ہوں، یا حقوق العباد اپنے فضل وکرم سے ایسا معاف کر دیجئے کہ کوئی گناہ باقی نہ رہے، (اب یہ اپنے گھر کو اور اپنے اہل وعیال کو چھوڑ کر آپ کے پاس آرہا ہے) تو اس کے گھر سے بہتر آپ اپنے پاس اس کو گھر دیجئے اور اس کے خادموں سے بہتر اس کو خادم دیجئے اور اس کی بیوی سے بہتر اس کو بیوی دیجئے (تاکہ یہ دنیا کی کسی چیز کو یاد نہ کرے، ہم کو آپ کی رحمت سے بڑی امید ہے) اس کو قبر اور دوزخ کے عذاب سے بچا کر جنت میں داخل کر دیجئے (تو سب کچھ اس کو مل جاتا ہے)

راوی حدیث عوف بن مالک کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا تو میں آرزو کرنے لگا کہ کاش یہ مردہ میں ہوتا تو اچھا تھا (کہ یہ دعاء میرے لئے کی جاتی) اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔12

نماز جنازہ کی ایک اور دعا

27/3369۔ واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایک دن، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مسلمان کی نماز جنازہ پڑھا رہے تھے ہم بھی آپ کے ساتھ نماز میں شریک تھے (تیسری تکبیر کے بعد) آپ جو دعا پڑھتے ہیں اس کو خوب سنا ہوں آپ یہ دعا فرمارہے تھے:۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ فِیْ ذِمَّتِکَ وَ حَبْلِ جِوَارِکَ

الٰہی! یہ مردہ جس کا یہ جنازہ ہے فلاں ہے اور فلاں کا بیٹا ہے اور یہ مسلمان ہوکر آپ کی پناہ میں آگیا ہے (اور اس کے مسلمان ہونے کی وجہ سے آپ اس کو امن دیدئے ہیں) حبل اللہ یعنی قرآن پر ہمیشہ عمل کیا کرتا تھا جس کی وجہ سے آپ اس کو اپنی حفاظت میں لے لئے تھے۔

فَقِہٖ مِنْ فِتْنَۃِ الْقَبْرِ وَ عَذَابِ النَّار

(اور ہر مسلمان کو قبر کے فتنہ سے اور دوزخ کے عذاب سے بچانے کا آپ وعدہ کئے ہیں یہ بھی مسلمان ہے) اس کو بھی آپ قبر کے فتنہ اور دوزخ کے عذاب سے بچایئے) آپ جو وعدہ کرتے ہیں پورا کرتے ہیں

وَاَنتَ اَھْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَقِّ

اور آپ حق ہیں یعنی سچے ہیں اور آپ کا ہر وعدہ پورا ہوکر رہتا ہے۔

(اے اللہ! یہ مردہ نادم اور شرمندہ ہوکر آپ کے سامنے آرہا ہے) آپ اس کی مغفرت فرمادیجئے اور اس پر رحمت نازل کیجئے (آپ کی کیا شان کہوں آپ کے سامنے

جو نادم ہو کر آتا ہے) آپ اس کی مغفرت فرمادیتے ہیں اور آپ اس پر رحمت نازل کرتے ہیں۔

اس کی روایت ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

نماز جنازہ کی ایک اور دعا

28/3370۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز جنازہ میں (تیسری تکبیر کے بعد) کبھی اس طرح سے بھی دعا فرمائے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبُّهَا

الٰہی! اس (مردہ) کو (جس کا یہ جنازہ ہے) آپ ہی پرورش کرتے رہے، آپ ہی اس کو پیدا کیے (یہ کچھ نہیں تھا آپ ہی اس کو وجود دئے)

وَاَنْتَ خَلَقْتَهَا وَاَنْتَ هَدَيْتَهَا اِلَى الْاِسْلَامِ

آپ ہی اس کو گمراہی سے بچا کر اسلام کی ہدایت دئے۔

وَاَنْتَ قَبَضْتَ رُوْحَهَا

(کیا کیا دئے سب دئے، جب اس کی عمر پوری ہوگئی تو) اس کی روح کو آپ ہی قبض کیے

وَاَنْتَ عَالَمٌ بِسِرِّهَا وَعَلَانِيَتِهَا جِئْنَا شُفَعَاءَ فَاغْفِرْ لَهٗ

(کوئی چیز اس کی آپ سے چھپی ہوئی نہیں ہے) اس کا ظاہر اور باطن سب آپ پر ظاہر ہے۔ (ہم کیا کہیں سب کچھ آپ کو معلوم ہے (ہم صرف حکم کی تعمیل کر کے) شفیع بن کر آپ کے سامنے (دعاء مغفرت کرنے) آئے ہیں، آپ اس کی مغفرت فرمادیجئے (آپ دعاؤں کو قبول کرنے والے ہیں، آپ حاجیوں کے پورا کرنے والے ہیں، آپ اس کے لئے ہماری دعا قبول کیجئے۔اس حدیث کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔12

نماز جنازہ مسجد کے باہر میدان میں ادا کرنا سنت ہے

29/3371۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں جو شخص مسجد میں نماز جنازہ پڑھے (خواہ جنازہ اور نماز پڑھنے والا دونوں مسجد میں ہوں یا نماز پڑھنے والا مسجد میں اور جنازہ مسجد کے باہر ہو یا جنازہ مسجد میں ہو اور نماز پڑھنے والا مسجد کے باہر ہو، ہر حالت میں) نماز پڑھنے والے کو نماز جنازہ کا ثواب نہیں ملے گا۔(البتہ نماز جنازہ ادا ہو جائے گی)(بحر رائق میں ایسا ہی مذکور ہے۔12)اس کی روایت ابو داؤد، امام احمد اور طحاوی نے کی ہے۔

اور بنایہ میں لکھا ہے کہ ابو داؤد نے اس حدیث کی روایت کر کے سکوت اختیار کیا ہے، اور یہ حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے

30/3372۔اور ابن ماجہ نے بھی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے ''فَلَيْسَ لَهُ شَيْءٌ'' یعنی مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے والے کو کوئی اجر و ثواب نہیں ملتا اور اس حدیث کی سند حسن ہے اور عنایہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت اس طرح لائے ہیں ''فَلَا اَجْرَ لَهُ'' یعنی نماز جنازہ مسجد میں ادا کرنے والے کو نماز کا کوئی اجر نہیں ملے گا۔ یعنی اجر و ثواب کی وجہ سے نماز نماز ہے، اگر اجر و ثواب نہ ملے تو وہ نماز نماز نہیں۔

31/3373۔اسی لئے طیالسی اور ابن ابی شیبہ کی روایت میں ''فَلَا صَلَاةَ لَهُ'' آیا ہے یعنی مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے والے کو اجر و ثواب نہیں ملتا، اس لئے ایسی نماز نماز ہی نہیں۔ ہاں نماز جنازہ کی فرضیت جو اس کے ذمہ تھی ادا ہو جائے گی، اگر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا جائز ہوتا تو نجاشی شاہ حبش کے انتقال کا کشف ہونے کے وقت حضور مسجد میں تشریف فرما تھے تو حضور شاہ حبش کی نماز جنازہ مسجد ہی میں ادا فرماتے حضور ایسا نہ کر کے مسجد کے باہر تشریف لے جا کر نجاشی کی نماز جنازہ ادا فرمائے۔اس سے بھی معلوم ہوا کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔

عمدۃ الرعایہ میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ

آپ نماز جنازہ مسجد میں ادا نہیں فرمایا کرتے تھے، حالانکہ مسجد نبوی بہت بڑی فضیلت کی جگہ ہے بلکہ حضور نماز جنازہ پڑھانے کے لئے مسجد سے باہر ایک خاص مقام پر تشریف لے جا کر نماز جنازہ ادا فرمائے۔

32/3374۔اور امام محمد رحمۃ اللہ نے موطا میں فرمایا ہے کہ نماز جنازہ مسجد میں نہ پڑھی جائے امام محمد نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ہم کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مدینہ منورہ کا یہ عملدرآمد معلوم ہوا ہے کہ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے باہر ایک خاص مقام ہے جہاں نماز جنازہ ادا کی جاتی ہے اور یہ وہی مقام ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز جنازہ ادا فرمایا کرتے تھے، اسی لئے ہمارے فقہاء نے ان تمام روایتوں سے اخذ کیا ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور یہی مذہب حنفی ہے۔

نماز جنازہ میں امام میت کے سینہ کے مقابل کھڑا ہو

پہلی حدیث

33/3375۔ابو غالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ ایک جنازہ کی نماز پڑھا رہے تھے، میں بھی آپ کی اقتداء کیا ہوا تھا، میں دیکھا ہوں کہ حضرت انس میت کے سینہ کے مقابل کھڑے ہوئے تھے۔اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

دوسری حدیث

34/3376۔ابراہیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جو امام نماز جنازہ پڑھا رہا ہو، اس کو چاہئے کہ میت اگر عورت ہو تو اس کے سینہ کے مقابل کھڑا رہے۔اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

(ان احادیث سے معلوم ہوا کہ میت مرد ہو یا عورت امام کو چاہئے کہ اس کے سینہ کے مقابل کھڑا رہے۔یہی مذہب حنفی ہے)12

قبر پر نماز جنازہ کن صورتوں میں ادا کی جاسکتی ہے

35/3377 ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک حبشی عورت (مدینہ منورہ میں رہتی تھی اور) مسجد نبوی کی خدمت کرتی اور مسجد کو جھاڑو دیا کرتی تھی۔ اس کا انتقال ہو گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی اطلاع نہ ہو سکی۔ ایک دن حضور اس کو یاد فرمائے اور ارشاد فرمائے کہ فلاں عورت کہاں ہے؟ صحابہ نے عرض کیا حضور! اس کا تو انتقال ہو گیا ہے اس پر حضور فرمائے کہ تم نے مجھے اس کے موت کی اطلاع کیوں نہیں دی۔ صحابہ اس کے موت کے واقعہ کو غیر اہم سمجھ کر حضور کو تکلیف دینا مناسب نہیں سمجھے تھے۔ اس لئے اطلاع نہیں دئے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے اچھا مجھے اس کی قبر بتلا دو تو حضور کو اس کی قبر بتلا دی گئی۔ آپ اس کی قبر کے پاس جا کر (اور اس کی قبر کے مقابل) کھڑے ہو کر (دوبارہ) نماز جنازہ ادا فرمائے اور ارشاد فرمائے، یہ قبریں اندھیرے سے بھری ہوئی ہیں۔ میری نماز سے ان قبروں میں رہنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ روشنی پیدا کر دیتا ہے۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے اور اس حدیث کے الفاظ مسلم کی روایت کے موافق ہیں اور ابن حبان نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ دفن کے پہلے میت پر نماز جنازہ پڑھی گئی ہو تو پھر اس پر دوبارہ نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ نماز جنازہ کا ادا کرنا جو فرض ہے، وہ ایک دفعہ کے ادا کرنے سے یہ فرض ادا ہو چکا۔ اگر پھر دوبارہ نماز جنازہ ادا کی جائے تو وہ نفل ہو گی اور نماز جنازہ میں نفل ثابت نہیں ہے اور یہی مذہب حنفی ہے۔ ہاں اگر سلطان یعنی بادشاہ وقت یا ولی کو اگر نماز جنازہ نہ ملی ہو، یا بغیر اجازت ولی کے غیر مستحق امام نے نماز پڑھادی ہو تو ولی یا سلطان دوبارہ نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں اور اگر کسی وجہ سے نماز جنازہ پڑھائے بغیر دفن کیا گیا ہے تو میت کے سڑنے سے پہلے جس کی مدت تین دن ہے، قبر پر نماز جنازہ پڑھنا چاہئے۔ اگر میت کو نماز جنازہ پڑھنے کے بعد دفن کر دیا گیا ہے تو اس

پر کسی کو نماز جنازہ دوبارہ پڑھنا جائز نہیں۔ البتہ ولی کی اجازت کے بغیر کسی غیر مستحق امام نے نماز جنازہ پڑھادی اور میت کو دفن بھی کردیا گیا تو ایسی صورت میں صرف ولی کو دوبارہ قبر پر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ نعش پھٹنے کا اندیشہ نہ ہو۔ اگر ولی کی اجازت کے ساتھ مستحق امام نے کسی میت کی نماز جنازہ پڑھادی اور میت کو دفن بھی کردیا گیا تو ایسی صورت میں کسی شخص کو خواہ وہ ولی ہو یا سلطان یعنی بادشاہ وقت ہو، قبر پر دوبارہ نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے، البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ حق حاصل ہے کہ آپ ہر حالت میں قبر پر دوبارہ نماز جنازہ ادا فرمائیں۔ اس لئے کہ حضور کی نماز امت پر رحمت اور برکت کا سبب ہے اور قبروں کو نورانی بنانے کا باعث ہے اور یہ حضور کی خصوصیات سے ہے اور صدر کی حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوبارہ قبر پر جو نماز پڑھنے کا واقعہ مذکور ہوا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اسی خصوصیت کی وجہ سے ہے (یہ مضمون درمختار، فتاویٰ عالمگیری، ملتقی، شرح وقایہ اور عمدۃ الرعایہ سے ماخوذ ہے)۔12

نماز جنازہ میں کم از کم چالیس 40 آدمیوں کے شریک رہنے کی فضیلت

36/3378 ۔ کریب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ایک صاحبزادہ کا انتقال مقام قدید یا مقام عسفان میں ہوا تو حضرت ابن عباس مجھ سے فرمائے کریب! باہر جا کر دیکھو کہ (نماز جنازہ کے لئے) کتنے لوگ جمع ہیں۔ کریب کہتے ہیں کہ میں باہر جا کر دیکھا کہ بہت سے لوگ جمع تھے، میں نے لوگوں کے جمع ہونے کی اطلاع حضرت ابن عباس کو دیدی۔ حضرت ابن عباس مجھ سے دریافت فرمائے کہ کیا تمہارے خیال میں وہ جو لوگ جمع ہیں چالیس ہوں گے۔ میں نے عرض کیا جی ہاں (چالیس ہوں گے) یہ سن کر حضرت ابن عباس فرمائے اچھا جاؤ میت کو باہر لے آؤ۔ کیوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ جب کسی مسلمان کے جنازہ پر ایسے چالیس آدمی نماز پڑھیں۔ جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے ہوں تو جب وہ نماز جنازہ پڑھ کر دعاء مغفرت کریں تو ان کی دعاء مغفرت اللہ

تعالی ضرور قبول فرمالیتے ہیں (اسی لئے میں نے لوگوں کے جمع ہونے کو دریافت کیا۔ کیوں کہ ہر چالیس مسلمانوں میں ایک اللہ کا ولی ہوا کرتا ہے۔ جیسا کہ مرقات میں مذکور ہے۔

اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

نماز جنازہ میں سو آدمیوں کے شریک رہنے کی فضیلت

37/3379۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جس میت کی نماز جنازہ کثرت سے مسلمان پڑھیں جن کی تعداد (کم از کم چالیس ہو اور زیادہ سے زیادہ) سو 100 (یا اس سے زیادہ ہو، سب کے سب اس میت کی نماز جنازہ پڑھیں اور اس کے لئے دعاء مغفرت کریں تو اللہ تعالی ان کی دعاء قبول فرماتا ہے اور اس میت کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

نماز جنازہ تین صفوں کے ساتھ پڑھنے کی فضیلت

38/3380۔ مالک بن ھبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہوں کہ جب کسی مسلمان کا انتقال ہو جائے، اور اس کی نماز جنازہ مسلمان تین صف ہو کر ادا کریں تو اللہ تعالی اپنے فضل و کرم سے اپنے ذمہ واجب کر لئے ہیں کہ اس میت کی مغفرت فرمادیں اور اس کو جنت میں داخل کریں۔ اس کی روایت ابوداود نے کی ہے

39/3381۔ اور ترمذی اور ابن ماجہ نے کہا ہے کہ اس حدیث پر مالک بن ھبیرہ بہت سختی سے عمل فرماتے تھے۔ جب کسی میت کی نماز جنازہ آپ پڑھاتے اور نمازی کثرت سے ہوتے تو نمازیوں کو تین صف میں تقسیم کرتے تھے، اور اگر نمازیوں کو تعداد بہت کم ہوتی تو پھر بھی نمازیوں کو تین صف ہی میں بانٹتے تھے تاکہ اس حدیث پر عمل ہو۔

مسلمان زمین پر اللہ کے گواہ ہیں

پہلی حدیث

40/3382۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ چند صحابہ کا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ) ایک جنازہ پر سے گزر ہوا (صحابہ کو معلوم ہوا کہ یہ فلاں صاحب کا جنازہ ہے) تو صحابہ میت کی بہت تعریف کرنے لگے (صحابہ کو میت کی تعریف کرتے ہوئے سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے اس میت کے لئے واجب ہوگئی۔اس کے بعد صحابہ کا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ) ایک دوسرے جنازہ پر سے گزر ہوا (صحابہ کو معلوم ہوا کہ یہ فلاں شخص کا جنازہ ہے) تو صحابہ میت کی برائیاں کرنے لگے (صحابہ کو میت کی برائیاں بیان کرتے ہوئے سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے اس میت کے لئے واجب ہوگئی۔حضور کو یہ فرماتے ہوئے سن کر عمر رضی اللہ عنہ عرض کئے (یارسول اللہ! ہماری سمجھ میں نہیں آیا، حضور دونوں کے لئے واجب ہوئی، واجب ہوئی، فرمائے تو) کیا چیز واجب ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے پہلی میت کی تم جو تعریف کئے ہو (یہ علامت ہے کہ) وہ میت جنت کی مستحق ہے (اللہ اپنے فضل وکرم سے اس کو جنت دے گا، اس لئے کہ جنت نیکیوں کا بدلہ ہے) اور دوسری میت کی تم جو برائیاں بیان کئے ہو (یہ علامت ہے کہ) وہ میت دوزخ کی مستحق ہے وہ دوزخ میں جائے گی) اس لئے کہ برائیوں کا بدلہ دوزخ ہے) صاحبو! تم زمین پر اللہ تعالی کی طرف سے گواہ بنائے گئے ہو (اجتماعی طور پر جو بات تمہارے دل میں آئے۔اور جو تمہاری زبان سے نکلے وہ حق ہوتی ہے۔اسی لئے میں کہا ہوں کہ پہلے مردہ کی نیکیوں کی وجہ سے تم جو تعریف کئے اس سے اس کے لئے جنت واجب ہوگئی اور دوسرے مردے کی جو تم برائیاں بیان کئے، اس کے لئے میں کہاں ہوں، اس

کے لئے دوزخ واجب ہوگئی۔ اس لئے کہ تم اللہ کے گواہ ہو)۔

اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

41/3383۔ بخاری اور مسلم کی ایک اور روایت میں یوں ہے کہ مسلمان زمین پر اللہ کے گواہ ہیں (اجتماعی طور سے جو ان کے منھ سے نکلتا ہے وہ حق ہوتا ہے) اور حاکم بھی اسی طرح روایت کئے ہیں

42/3384۔ اور حاکم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ اجتماعی طور پر مسلمان جو کچھ کہتے ہیں وہ اس لئے حق ہوتا ہے کہ بظاہر تو مسلمان کہتے ہیں، حقیقت میں فرشتے ان کی زبان سے کہلواتے ہیں (اسی لئے ان کا اجتماعی قول حق ہوتا ہے) اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث مسلم کی شرط کے موافق صحیح ہے۔

دوسری حدیث

43/3385۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جس مسلمان میت کے لئے اس کے نیک ہونے کی چار مسلمان گواہی دیں تو (یہ علامت ہے کہ وہ مسلمان جنت کا مستحق ہے اللہ تعالی اپنے فضل وکرم سے) اس کو جنت دے گا۔ (اس لئے کہ جنت نیکیوں کا بدلہ ہے) حضرت عمر فرماتے ہیں کہ ہم عرض کئے حضور اگر تین مسلمان میت کے نیک ہونے کی گواہی دیں تو کیا حکم ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ وہ بھی جنت کا مستحق ہوگا اور جنت میں داخل کیا جائے گا۔ پھر ہم عرض کئے یا رسول اللہ کہ اگر دو2 مسلمان ایسی گواہی دیں (تو اس کا کیا حکم ہے) حضور ارشاد فرمائے تب بھی یہی حکم ہے (کہ وہ مسلمان جنت میں داخل کیا جائے گا) پھر ہم نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے یہ دریافت ہی نہیں کیا کہ اگر ایک مسلمان کسی مسلمان میت کے نیک ہونے پر گواہی

دے تو اس کا کیا حکم ہے؟ (اس لئے کہ گواہی کا نصاب کم سے کم دو مسلمان ہیں)۔ اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔

کسی مردہ کو برا نہ کہو

44/3386۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ کسی مردہ کو برا نہ کہو (تم کو کیا معلوم کہ اگر وہ توبہ کر کے مرا ہے تو وہ توبہ کی وجہ سے جنتی ہو گیا اور تم برا سمجھ کر اس کو برا کہتے ہیں، یہ بے فائدہ بات ہے اور تم سے اس کا مواخذہ ہوگا اور اگر وہ کفر یا فسق کی حالت میں مرا ہے اور توبہ نہیں کیا تو جو) اس کو سزا ہونا ہے وہ ہو رہی ہے، اپنے کئے کا بدلہ پا رہا ہے (تمہارا اس کو برا کہنے سے کیا فائدہ ہے، مسلمان کی شان یہ ہے کہ بے فائدہ کام نہ کرے اور بے فائدہ بات نہ کہے)۔

اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔

مردہ کی خوبیاں بیان کرو برائیاں نہ بیان کرو

45/3387۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ اپنے مردوں کی خوبیاں بیان کیا کرو۔ اور ان کی برائیاں بیان نہ کیا کرو۔

اس حدیث کی روایت ابوداؤد اور ترمذی نے کی ہے۔

ف: یوں تو ہر شخص کو چاہئے کہ مردوں کی خوبیاں بیان کیا کرے، اور مردوں کی برائیاں بیان کرنے سے رُکا رہے۔ خاص کر مردوں کو جو غسل دینے والے ہیں، اگر ان پر مردہ کی اچھی حالت ظاہر ہو۔ مثلاً مردہ کی چہرہ پر نور برس رہا ہو، یا مردہ کے پاس سے خاص خوشبو آرہی ہو، یا بغیر دقت کے مردہ غسل دینے والے کے قابو میں ہو جائے اور غسل دینے والا جو کچھ کرنا چاہے وہ آسانی سے کرسکتا ہو تو اس طرح کی خوبیاں لوگوں پر ظاہر کرے اور مردہ کی ایسی خوبیاں ظاہر کرنا مستحب ہے،

اور اگر غسل دینے والا مردہ کے پاس کوئی برائیاں دیکھے۔ مثلاً مردہ سے بدبو آرہی ہے یا مردہ کا چہرہ یا اس کا جسم سیاہ ہوگیا ہو، یا چہرہ کچھ کا کچھ ہوگیا ہے تو ایسی برائیاں دیکھ کر غسل دینے والا کسی پر ظاہر نہ کرے، مردے کی حالت دیکھنے والا خواہ غسل دینے والا ہو یا اور کوئی اس پر مردہ کی ان برائیوں کو لوگوں پر ظاہر کرنا حرام ہے (یہ مضمون مرقات سے ماخوذ ہے) 12

شہدا پر نماز جنازہ پڑھنا چاہیے

پہلی حدیث

46/3388۔ عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہداءِ احد پر (چار تکبیرات سے) نماز جنازہ ادا فرمائے، اور یہ نماز جنازہ بعینہ ایسی تھی جیسا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام دوسرے میتوں پر (چار تکبیرات سے ساتھ ہمیشہ نماز جنازہ ادا فرمایا کرتے تھے، اس حدیث کو حاکم نے مستدرک میں ذکر کیا ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ بخاری اور مسلم دونوں نے اس حدیث کی تخریج متفقہ طور پر کی ہے۔

دوسری حدیث

47/3389۔ عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہداء اُحد پر نماز جنازہ ادا فرمائے ہیں۔

اس کی روایت ابوداؤد نے مراسیل میں کی ہے۔

48/3390۔ اس باب میں حاکم نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

49/3391۔ اور امام احمد نے بھی اس حدیث کی روایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کی ہے۔

50/3392۔ اور دار قطنی نے بھی اس حدیث کی روایت ابن عباس رضی

اللہ عنہما سے کی ہے۔

تیسری حدیث

51/3393۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (غزوۂ اُحد میں) جب صحابہ کرام میدان جنگ سے واپس ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واپس ہونے والوں میں (حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نظر نہیں آئے (حضور حمزہ کو تلاش کرنا چاہے اور دریافت فرمائے کہ دیکھو حضرت حمزہ کہاں ہیں) تو ایک صاحب عرض کئے کہ میں نے حضرت حمزہ کو فلاں درخت کے پاس دیکھا ہے۔ حضرت اس درخت کے پاس پہونچے تو وہاں حضرت حمزہ کو دیکھے کہ مُثلہ کئے ہوئے ہیں، ناک، کان اور دوسرے اعضاء کٹے ہوئے ہیں۔ اس منظر کو دیکھ کر حضور کا سینہ غم سے بھر آیا، اور حضور رونے لگے (حضور کی یہ حالت دیکھ کر) ایک انصاری اٹھے اور حضرت حمزہ کو ایک چادر سے چھپادیئے (تاکہ وہ منظر دکھائی نہ دے) پھر حضرت حمزہ نماز جنازہ پڑھائے جانے کے لئے) لائے گئے تو حضور ان کی نماز جنازہ ادا فرمائے۔ (اور حضرت حمزہ کو اسی طرح رکھا گیا۔ ان پر دوبارہ نماز جنازہ نہیں پڑھائی گئی) دوسرے شہداء کو میدان جنگ سے لا لا کر حضرت حمزہ کے بازو رکھا جاتا اور حضور ان پر نماز جنازہ ادا فرماتے جاتے۔ نماز جنازہ کے بعد یہ جنازے اٹھائے جاتے اور دوسرے نئے جنازے لا کر حضرت حمزہ کے بازو رکھے جاتے۔ پھر حضور ان پر نماز جنازہ ادا فرماتے۔ یہاں تک کہ تمام شہدا پر حضور نماز جنازہ ادا فرمائے (اور اس وقت تک حضرت حمزہ کا جنازہ برابر اسی مقام پر رہا۔ یہ دیکھ کر راوی سمجھے کہ دوسرے شہدا کے ساتھ حضرت حمزہ کی نماز جنازہ بھی بار بار ادا ہوئی۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوا بلکہ حضرت حمزہ کی نماز ایک ہی مرتبہ ادا ہوئی۔ اس لئے نماز جنازہ دوبارہ پڑھنا ثابت نہیں، اور یہی مذہب حنفی ہے) جب سب شہیدوں کی نماز جنازہ ادا ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے (اگرچہ غزوہ احد میں اور بھی شہید ہوئے ہیں مگر) حضرت حمزہ (جس بے دردی سے شہید کئے گئے اس وجہ سے) میدان

قیامت میں حضرت حمزہ اللہ تعالی کے حکم سے سید الشہداپکارے جائیں گے۔اس کی روایت حاکم نے کی ہے، اور حاکم نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔اگر چہ کہ بخاری اور مسلم نے اس کی روایت کی ہے۔12

شہدائے پر نماز جنازہ پڑھنے کا بیان اور متعدد میتوں پر ایک ہی نماز جنازہ پڑھنے کا ثبوت

52/3394۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (غزوۂ اُحد میں حضرت حمزہ شہید ہوئے تو آپ کے جنازہ کو میدان میں نماز پڑھائے جانے کے لئے لاکر رکھا گیا اور حضور ان پر صحابہ کے ساتھ نماز جنازہ ادا فرمائے اور نماز کے بعد حضرت حمزہ کا جنازہ حضور کے سامنے اسی طرح رکھا رہا، اس کے بعد) شہدائے احد کے جنازے دس دس کی تعداد میں حضرت حمزہ کے جنازے کے بازو رکھے جاتے رہے، اور حضور ان شہداء پر نماز پڑھاتے رہے اور نماز کے بعد ان شہداء کے جنازے اٹھائے جاتے اور دوسرے نئے جنازے لاکر حضرت حمزہ کے بازو رکھے جاتے اور حضور ان پر نماز پڑھاتے (اسی طرح آخیر تک) حضرت حمزہ کا جنازہ حضور کے سامنے رکھا رہا (لیکن حضرت حمزہ پر بار بار نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی۔صرف ابتدا میں ایک ہی بار حضرت حمزہ کی نماز جنازہ ادا کی گئی)۔اس حدیث کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے، اور امام طحاوی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔12

شہداء پر نماز جنازہ پڑھنے کا ثبوت

پہلی حدیث

53/3395۔شداد بن الہاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ایمان لایا، اور آپ کے ساتھ ساتھ ہمیشہ رہا کرتا تھا پھر عرض کیا (اب میں اپنا وطن چھوڑ کر ہمیشہ اسی طرح آپ کے

ساتھ رہنا چاہتا ہوں) حضور (اس کی اجازت دیدیئے اور چونکہ یہ نو وارد تھے اور ابھی ابھی سلام لائے تھے۔اس لیئے ایک صحابی کو حکم ہوا کہ ان کو دینی تعلیم دیا کریں اور ان کی خبر گیری کرتے رہیں اس اثناء میں ایک غزوہ کا موقعہ آیا (اور وہاں فتح حاصل ہوئی) اور غنیمت ملی اور غنیمت میں چند غلام باندی ہاتھ آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غلام باندی سب کو تقسیم کردئے اور ان اعرابی کا بھی جو حضور کے ساتھ رہا کرتے تھے حصہ نکالے اور اس حصہ کو ان کے ساتھیوں کے حوالے کردئے (تاکہ وہ ان اعرابی کو دیدیں) وہ اعرابی اپنے ساتھیوں کے جانور چرایا کرتے تھے۔جب وہ (چراہ گاہ سے) لوٹے تو ان لوگوں نے ان کا حصہ جو رکھا ہوا تھا ان کے حوالے کردیا، ان اعرابی نے کہا یہ کیا ہے؟ اور مجھے یہ کیوں دیا جارہا ہے؟ ان کے ساتھیوں نے کہا یہ تمہارا حصہ ہے، جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال غنیمت سے تم کو عطا فرمایا ہے۔وہ اعرابی اپنا حصہ لئے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے اور عرض کیے حضور! یہ مجھے دیا گیا ہے، یہ کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے یہ تمہارا حصہ ہے۔جس کو مال غنیمت سے میں نے تمہیں دیا ہے۔ان اعرابی نے عرض کیا (حضور یہ جو کچھ مجھے ملا ہے یہ خادم نوازی ہے مگر) میں حضور کے ساتھ یہ حصہ لینے کے لئے نہیں رہا ہوں! میں اس واسطے حضور کے ساتھ ہوں کہ میرے حلق پر (جہاد میں کفار کی) تیر لگے اور میں شہید ہو کر جنت میں چلا جاؤں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے، اگر تم سچے ہو اور (یہ دل سے کہہ رہے ہو) تو تمہارے کہنے کو اللہ تعالی سچ کردکھائے گا۔چند دن نہیں گزرے کہ پھر جہاد کا موقع آیا۔کیا دیکھتے ہیں کہ میدان جنگ سے ان اعرابی کی نعش کو اس حالت میں اٹھا کر لائے ہیں (کہ جیسا انھوں نے کہا تھا ویسا ہی ہوا ہے) حلق پر جہاں انھوں نے اشارہ کیا تھا وہیں تیر لگی ہے (اور وہ شہید ہوگئے ہیں) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ کیا یہ وہی شخص ہے کہ جس نے تیر حلق پر لگ کر شہید ہونے کی تمنا کی تھی۔صحابہ عرض کیے حضور جی ہاں یہ وہی شخص ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے (ہم سے اس نے جو کچھ کہا) پھر اللہ سے

بھی وہی کہا تھا اس لئے اللہ تعالی اس کے کہے کو سچ کر دکھایا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے جبہ شریف میں اس کو کفنائے اور اس کو سامنے رکھ (صحابہ کے ساتھ) اس پر نماز جنازہ ادا فرمائے (نماز جنازہ میں اس کے لئے آپ جو دعائیں فرمائے ہیں وہ تو آہستہ ہوئیں منجملہ ان دعاؤں کے) ایک جو ظاہر دعا سنی گئی وہ یہ تھی اے اللہ یہ آپ کے (مقبول اور مخلص) بندے ہیں، یہ اپنا وطن چھوڑ کر ہجرت کر کے آپ ہی کے لئے آئے ہیں اور آپ ہی کے راستہ میں جہاد میں شریک ہوئے ہیں، کفار کے ہاتھ سے مارے جاکر یہ شہید ہوئے ہیں۔ میں ان کی شہادت پر گواہ ہوں (آپ ان کی شہادت قبول فرمائیے۔ ان کی دعا کا باقی حصہ پورا کر کے ان کو جنت میں داخل کیجئے)

اس حدیث کی روایت نسائی اور طحاوی نے کی ہے اور اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

دوسری حدیث

54/3396۔ سعید بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں مکحول رضی اللہ عنہ سے سنا ہوں کہ انھوں نے عبادہ بن اوفی نمیری رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ شہداء پر نماز جنازہ پڑھنی چاہئے (یا نہیں) تو عبادہ رضی اللہ عنہ جواب دیئے کہ (ہم کو اس میں شک کیوں ہے) شہداء پر نماز جنازہ (ضرور پڑھنی چاہئے۔ اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

ف: مذکورہ احادیث سے اور ان کے سوا اور دوسرے احادیث سے شہدا کو غسل دینا کہیں ثابت نہیں ہے اور مذکورہ ہر حدیث سے شہدا پر نماز جنازہ پڑھنا ثابت ہورہا ہے۔ اب ہم کو دیکھنا چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد صحابہ کرام کا کیا عمل رہا ہے، تو معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ملک شام میں کثرت سے جہاد ہوئے ہیں وہاں مسلمان شہید ہوئے اس پر نماز جنازہ پڑھنے کے متعلق صحابہ متفق تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد صحابہ کرام اسی چیز پر عمل کیا کرتے تھے جس پر حضور کے زمانہ میں عمل درآمد رہا ہو۔ صحابہ کا شہداء پر نماز جنازہ پڑھنے سے معلوم ہوا کہ حضور کے آخر زمانہ تک برابر شہداء پر نماز جنازہ پڑھی جاتی تھی۔

اسی وجہ سے صحابہ شہداء پر نماز جنازہ پڑھا کرتے تھے اور مذہب حنفی بھی یہی ہے کہ شہدا پر نماز جنازہ پڑھی جائے! یہ مضمون طحاوی سے ماخوذ ہے) 12

جنازہ کے پیچھے چلنے کا ثبوت

پہلی حدیث

55/3397۔ طاوس رضی اللہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی وفات تک جب کبھی جنازہ کے ساتھ چلے ہیں تو جنازہ کے پیچھے ہی چلے ہیں۔

اس کی روایت عبدالرزاق نے کی ہے اور اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

دوسری حدیث

56/3398۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جنازہ متبوع ہے یعنی جنازہ کے پیچھے پیچھے چلنا چاہئے، اس کو تابع نہ بنایا جائے یعنی جنازہ کے آگے آگے نہیں چلنا چاہئے۔ جو شخص جنازہ کے آگے چلتا ہے اس کا شمار جنازہ کے ساتھ چلنے والوں میں نہیں ہوتا (اور اس کو جنازہ کے ساتھ چلنے کا پورا پورا ثواب نہیں ملتا۔

اس حدیث کی روایت ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

تیسری حدیث

57/3399۔ عبدالرحمٰن بن ابزیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں میں ایک جنازہ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا اور جنازہ کے ساتھ چلنے والوں میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر جنازہ کے آگے پیدل چل رہے تھے اور حضرت علی جنازہ کے پیچھے چل رہے تھے۔ اور میرا ہاتھ حضرت علی کے ہاتھ میں تھا۔ حضرت علی مجھ سے فرمائے سنو! عبدالرحمٰن جنازہ کے پیچھے

چلنے والے کی فضیلت جنازہ کے آگے چلنے والے پر ایسی ہے جیسے باجماعت نماز پڑھنے والے کی فضیلت تنہا نماز پڑھنے والے پر ہوتی ہے۔ یہ دونوں حضرات یعنی ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بھی جنازہ کے پیچھے چلنے کی فضیلت کو خوب جانتے ہیں جس طرح میں جانتا ہوں، لیکن یہ دونوں حضرات اژدھام کی وجہ سے لوگوں میں سہولت پیدا کرنے کی خاطر (باوجود جنازہ کے پیچھے چلنے کی فضیلت کو جاننے کے پھر بھی جنازہ کے آگے آگے اس لئے چل رہے ہیں تاکہ لوگوں کو معلوم ہوجائے کہ جنازہ کے آگے چلنا بھی جائز ہے۔ اگرچہ کہ جنازہ کے آگے چلنے میں گو ویسی فضیلت نہیں ہے۔ جیسے پیچھے چلنے میں ہے۔

اس حدیث کی روایت طحاوی، عبدالرزاق اور ابن شیبہ نے کی ہے اور اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ آثار السنن میں ایسا ہی کہا ہے اور ابن حجر نے فتح الباری میں بیان کیا ہے کہ اس حدیث کی سند حسن ہے۔

چوتھی حدیث

58/3400۔ عبداللہ بن عمر بن العاص رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ان کے والد عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا ہے کہ جنازہ کے ہمراہ چلتے وقت جنازہ کے پیچھے چلا کرو۔ کیونکہ فرشتے جنازہ کے آگے چلا کرتے ہیں، اس لئے بنی آدم کو پیچھے چلنا چاہئے۔

اس کی روایت ابوبکر بن ابی شیبہ نے کی ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

پانچویں حدیث

59/3401۔ نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایک جنازہ کے ساتھ چلنے کے لئے نکلے اور میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ حضرت ابن عمر دیکھے کہ جنازہ کے ساتھ کچھ عورتیں بھی چل رہی ہیں۔ آپ فوراً ٹھیر گئے۔ پھر فرمائے کہ ان عورتوں کو جنازہ کے ساتھ چلنے سے روک دو۔ اس لئے کہ عورتیں

زندہ اور مردہ دونوں کے لئے فتنہ ہیں (جب عورتیں رک گئیں تو) حضرت ابن عمر چلنا شروع کئے اور جنازہ کے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔ نافع کہتے ہیں، میں نے عرض کیا، حضرت ارشاد فرمائے۔ جنازہ کے ساتھ کس طرح چلنا چاہئے۔ کیا جنازہ کے آگے چلیں یا پیچھے؟ تو آپ فرمائے کہ کیا تم مجھے نہیں دیکھ رہے ہو کہ میں جنازہ کے پیچھے چل رہا ہوں (اس سے تم کو سمجھنا چاہئے کہ جنازہ کے پیچھے چلنا ہی افضل ہے۔

اس حدیث کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

چھٹی حدیث

60/3402۔ حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ربیعہ بن یزید رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ اگر کسی جنازہ کے ساتھ عورتیں ہوتیں تو حضرت (اسود میرا ہاتھ پکڑتے اور ہم جنازہ کے آگے آگے چلتے اور جب جنازہ کے ساتھ عورتیں نہ ہوتیں تو ہم جنازہ کے پیچھے چلتے تھے (اس سے معلوم ہوا کہ جنازہ کے پیچھے چلنا ہی افضل ہے، اگر کوئی عذر ہو تو جنازہ کے آگے بھی چل سکتے ہیں)۔ اس حدیث کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔

ساتویں حدیث

61/3403۔ ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے وہ تمام شاگرد جو تابعین تھے جنازہ کے آگے چلنے کو پسند نہیں کرتے تھے۔

اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔

جنازہ کے ساتھ عذر کے موقع پر دائیں بائیں اور آگے چلنے کی اجازت

ف: واضح ہو کہ جس طرح جنازہ کے آگے چلنے سے جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے، اسی

طرح جنازہ کے دائیں اور بائیں جانب چلنے سے جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے اور اگر کوئی عذر ہو تو جس طرح جنازہ کے آگے چل سکتے ہیں۔ اسی طرح جنازہ کے دائیں جانب اور بائیں جانب بھی چل سکتے ہیں۔ (عمدۃ الرعایہ، طحاوی) 12

بغیر عذر کے جنازے کے ساتھ سواری پر چلنے کی ممانعت

پہلی حدیث

62/3404۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ اگر کوئی شخص (عذر کی وجہ سے) جنازہ کے ہمراہ سواری پر چل رہا ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ جنازہ کے پیچھے چلے۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

دوسری حدیث

63/3405۔ ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک جنازہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ نکلے حضور ملاحظہ فرمائے کہ کچھ لوگ جنازہ کے ساتھ سوار ہیں تو فرمائے کہ کیا تمہیں اللہ تعالی کے فرشتوں سے شرم نہیں آتی کہ فرشتے تو پیدل چل رہے ہیں اور تم لوگ سواریوں پر ہو۔

اس کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے اور ابوداؤد نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

64/3406۔ امام ترمذی نے فرمایا: اسی طرح کی ایک موقوف روایت حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

ف: واضح ہو کہ جنازہ کے ساتھ بغیر عذر کے سواری پر چلنا، خواہ جنازہ کے آگے چلیں یا پیچھے ہر حالت میں مکروہ ہے۔ ہاں اگر عذر ہو تو سواری پر جنازہ کے پیچھے چل سکتے ہیں۔ آگے نہیں چلنا چاہئے (درمختار، عالمگیری، مرقات)۔

تدفین کے بعد سواری پر واپس ہونے کی اجازت

65/3407 ۔ جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابن وخداح کو دفن کر کے واپس آنے لگے تو ایک گھوڑا بغیر زین کے خدمت میں پیش کیا گیا تو حضور اس پر سوار ہو گئے اور ہم حضور کے اطراف پیادہ چلتے ہوئے آ رہے تھے۔ (اس سے معلوم ہوا کہ دفن کے بعد سوار ہو کر واپس آ سکتے ہیں) اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

بچہ مرا ہوا پیدا ہو تو اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے

66/3408 ۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جب کوئی بچہ (مرا ہوا پیدا ہو، اس میں زندگی کے کوئی آثار ظاہر نہ ہوں اور اس نے کوئی آواز نہ کی ہو تو ایسے بچہ کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے اور نہ وہ کسی کے مال کا وارث ہوگا اور نہ اس کے مال کا کوئی وارث ہوگا۔

اس کی روایت ترمذی اور نسائی نے کی ہے اور ابن ماجہ نے بھی اسی کے قریب قریب روایت کی ہے اور ابن حبان اور حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کے شرط کے موافق صحیح ہے اور حاکم نے بھی اسی طرح روایت کی ہے، اور شیخ ابن الہمام نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

جنازہ کے چاروں جانب کندھا دینا سنت ہے

67/3409 ۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمائے ہیں کہ جو شخص جنازہ کے ہمراہ چلے اس کو چاہئے کہ جنازہ کے چاروں طرف کندھا دے۔ اس لئے کہ جنازہ کے چاروں طرف کندھا دیتے ہوئے چلنا سنت ہے اس کے بعد بھی اگر وہ چاہے تو اسی طرح (چاروں طرف کندھا دیتے ہوئے) چلے (اور یہ مستحب ہے) اور اگر چاہے تو (دوسرے کے حوالہ کر کے) علحدہ ہو جائے۔

اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے اور اس کی سند مرسل ہے اور جید ہے، اور بیہقی اورطیالسی نے اس کی روایت ابوعبیدہ سے کی ہے

68/3410 ۔اور ابن ابی شیبہ نے ابو درداء رضی اللہ عنہ سے اس کی روایت اسی طرح کی ہے۔

69/3411 ۔اور عبدالرزاق کی روایت میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس طرح مروی ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے جنازہ کے چاروں جانب کندھا دیا، انھوں نے اپنا فرض ادا کیا۔

ف: صدر کی اس حدیث میں اور اس کے بعد آنے والی حدیثوں میں جنازہ کے چاروں طرف کندھا دینے کا ذکر ہے۔ واضح رہے کہ میت کے چاروں جانب کندھا دینے کی تفصیل اسی باب میں یعنی باب المشی بالجنازۃ والصلاۃ علیہا کے فائدہ میں گزر چکی ہے۔ ملاحظہ کی جائے۔12

جنازہ کے ساتھ گھر سے ساتھ رہنا اور دفن کے بعد سرہانے مٹی ڈالنا چاہیے

70/3412 ۔ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جنازہ کے ساتھ چلنے کا جو ثواب ہے وہ اس وقت پورا ملتا ہے جب کہ جنازہ کے ساتھ میت کے گھر سے چلیں اور جب جنازہ کے ساتھ چلیں تو صرف جنازہ کے ساتھ چلنا ہی مسنون نہیں ہے بلکہ جنازہ کے چاروں کونوں کو کندھا دیتے ہوئے چلنا سنت ہے اور دفن کے بعد جب قبر پر مٹی ڈالنے کا وقت آئے تو مٹی ڈالنے میں بھی شریک رہے اور (سرہانے کی طرف سے تین پسّو) مٹی ڈالے (یہ مستحب ہے)۔

اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں کی ہے اور حدیث کی سند مرسل اور قوی ہے۔

جنازہ کے چاروں جانب کندھا دینا چاہئے

71/3413۔علی ازدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ایک جنازہ کے ساتھ چل رہے تھے میں نے آپ کو جنازہ کے چاروں کونوں پر کندھا دیتے ہوئے دیکھا۔اس کی روایت ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق نے کی ہے۔

جنازہ کے چاروں جانب کندھا دینے سے گناہ معاف ہوتے ہیں

72/3414۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جس کسی شخص نے جنازہ کے چاروں کونوں کو کندھا دیا تو اللہ تعالی اس کے چالیس کبیرہ گناہوں کو معاف فرمادیتے ہیں۔

اس کی روایت طبرانی اوسط میں کی ہے۔

جنازہ کے چاروں جانب کندھا دینا سنت ہے

73/3415۔منصور بن معتمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (جنازہ کے ساتھ چلنے والوں کے لئے) سنت یہ ہے کہ جنازہ کے چار کونوں کو کندھا دیا جائے۔اس کی روایت امام محمد نے کی ہے۔

مسلمانوں کے کم سن بچے بعد وفات حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نگرانی میں رہتے ہیں

پہلی حدیث

74/3416۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ مسلمانوں کی نابالغ اولاد جو کم عمری میں مرجاتی ہے۔جنت میں ایک پہاڑ ہے جہاں ان نابالغ بچوں کو رکھا جاتا ہے۔ان بچوں کی پرورش اور نگرانی حضرت ابراہیم اور حضرت سارا علیہما الصلوۃ والسلام فرماتے رہتے ہیں۔

(قیامت تک وہ بچے ایسا ہی پرورش اور نگرانی میں رہیں گے،اور جب قیامت

قائم ہوگی تو پھر) حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام ان بچوں کو ان کے ماں باپ کے حوالہ کردیں گے۔

اس کی روایت حاکم نے مستدرک میں کی ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی سند بخاری اور مسلم کی شرط کے موافق ہے۔ گو بخاری اور مسلم اپنی صحیح میں اس حدیث کو نہیں بیان کئے ہیں۔

ف: صدر کی حدیث اور اسی قسم کی دوسری حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام اور مسلمانوں کے نابالغ بچے جو کمسنی میں مرجاتے ہیں، ان سے قبر میں منکر ونکیر کا سوال نہیں ہوتا۔ درمختار میں ایسا ہی مذکور ہے۔

دوسری حدیث

75/3417۔ ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ مسلمانوں کی نابالغ اولاد جو کم سنی میں مرجاتی ہے ان کو جنت میں رکھتے ہیں اور ان کی نگرانی اور پرورش حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے رہتے ہیں۔

اس کی روایت حاکم نے مستدرک میں کی ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ گو بخاری اور مسلم نے اس کی روایت نہیں کی ہے۔

تمہید

کم سن بچوں کی نماز جنازہ میں ان کی مغفرت کا ذریعہ بننے کی دعا کی جاتی ہے

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ نابالغ بچے جو مرجاتے ہیں ان سے قبر میں

منکر ونکیر کا سوال نہیں ہوتا ہے۔ ان مردہ بچوں کی روحوں کو جنت میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگرانی میں رکھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بچوں کی مغفرت ہوجاتی ہے تو جو دعا مغفرت بالغ مسلمانوں کے لئے کی جاتی ہے، ان بچوں کے لے وہ دعا کرنے کا موقع اب نہیں رہا۔ اس لئے بچوں کے لئے کوئی دوسری دعا ان کے مناسب کرنا چاہئے۔

76/3418۔ اسی لئے بیہقی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کئے ہیں کہ بچے جب مرجائیں تو ان کی نماز جنازہ میں (تیسری تکبیر کے بعد) یہ دعا کہی جائے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا سَلَفًا وَّ فَرَطًا وَّ اَجْرًا

اے اللہ! اس مردہ بچے کو ہمارے صبر کا صلہ (یہ معنی مجمع البحار اور مرقات سے لئے گئے ہیں۔) بنادیجئے اور اس بچہ کو ہمارے لئے مقدمۃ الجیش بنائیے (تا کہ یہ ہماری شفاعت کرکے ہمارے جنت میں جانے کا انتظام کرے اور اس بچہ کی وجہ سے ہم کو جو رنج وغم ہوا ہے، یہ بچہ ہم کو اس کا ثواب دلانے کا ذریعہ بنے۔

77/3419۔ اس دعا کو بخاری تعلیقاً اس طرح روایت کئے ہیں:۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا سَلَفًا وَّ فَرَطًا وَّ ذُخْرًا وَّ اَجْرًا

اے اللہ! اس مردہ بچہ کو ہمارے صبر کا صلہ (یہ معنی مجمع البحار اور مرقات سے لئے گئے ہیں۔) بنادیجئے اور اس بچہ کو ہمارے لئے مقدمۃ الجیش بنائیے (تا کہ یہ ہماری شفاعت کرکے ہمارے جنت میں جانے کا انتظام کرے) اور اس بچہ کو ہمارے لئے ذخیرۂ آخرت بنائیے (جو وہاں ہمارے لئے بروقت کام آوے) اور اس بچہ کی وجہ سے ہم کو جو رنج اور غم ہوا ہے، یہ بچہ ہم کو اس کا ثواب دلانے کا ذریعہ ہو۔

جنازہ کا امام کے سامنے ہونا ضروری ہے

78/3420۔ ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے منع فرمائے ہیں کہ امام (تنہا) کسی اونچی جگہ پر

کھڑا ہو اور مقتدی نیچی جگہ پر رہیں (ایسا ہی امام تنہا نیچی جگہ پر کھڑا ہو اور مقتدی اونچی جگہ پر ہوں یہ بھی ناجائز ہے بلکہ امام اور مقتدی دونوں کی جگہ یکساں ہو، (اونچی نیچی نہ ہو) نماز جنازہ میں جنازہ مثل امام (جیسا کہ مرقات میں ابن الہمام کے حوالے سے مذکور ہے۔12) کے ہے۔ امام کی طرح جنازہ بھی نہ اونچی جگہ پر ہو اور نہ نیچی جگہ پر، (بلکہ جنازہ اور جنازہ کی نماز پڑھنے والے سب کے سب یکساں ایک ہی سطح پر رہیں) اس حدیث کی روایت دارقطنی نے مجتبیٰ کے کتاب الجنائز میں کی ہے۔

غائبانہ نماز جنازہ کا حکم

ف: جب معلوم ہوا کہ جنازہ مثل امام کے ہے تو جس طرح امام کا بعض مقتدیوں کے سامنے حاضر رہنا ضروری ہے ایسا ہی جنازہ کا بھی نماز جنازہ ادا کرنے والوں کے سامنے رہنا ضروری ہے۔ اگر جنازہ بالکل غائب رہے تو اس پر نماز جنازہ جائز نہیں ہے۔ جیسے امام اور چند مقتدیوں کا ایک سطح پر ہونا ضروری ہے ایسے ہی جنازہ اور نماز جنازہ ادا کرنے والوں میں سے چند کا ایک سطح پر ہونا ضروری ہے۔ اس لئے اگر جنازہ سواری پر ہو، یا لوگوں کے ہاتھوں پر ہو تو ایسی صورت میں نماز جنازہ جائز نہیں۔ اسی طرح اگر نماز جنازہ پڑھنے والے آگے کھڑے ہوں اور جنازہ پیچھے رکھا ہو تو ایسی صورت میں بھی نماز جنازہ جائز نہیں۔ اس لئے کہ جنازہ مثل امام کے ہے اور جنازہ کا امام کی طرح مقتدیوں کے سامنے رہنا ضروری ہے (یہ پورا مضمون ابن الہمام کے حوالے سے مرقات میں مذکور ہے)

(6/78) باب دفن المَيِّتِ

(اس باب میں مردوں کے دفن کرنے کا بیان ہے)

ف: میت کا دفن کرنا فرض کفایہ ہے جس طرح میت کو غسل دینا اور میت پر نماز جنازہ پڑھنا فرض کفایہ ہے۔ اسی طرح جب نماز جنازہ سے فارغ ہو جائیں تو میت کو فوراً دفن کرنے کے لئے جہاں قبر کھدی ہے لے جانا چاہئے۔

میت کی قبر کم سے کم میت کے نصف قد کے برابر یا ناف سے زیادہ یا میت کے پورے قد کے برابر گہری کھودی جائے اور اس گہرائی کا اندازہ سطح زمین سے لگایا جائے۔ چبوترے کا لحاظ نہ کیا جائے اور قبر کی لمبائی میت کے قد کے لحاظ سے رکھی جائے۔ بغلی قبر بہ نسبت صندوقی قبر کے بہتر ہے۔ ہاں اگر زمین بہت نرم ہو کہ بغلی قبر کے بیٹھ جانے کا اندیشہ ہو تو بغلی قبر نہ کھودی جائے۔ صندوقی قبر ہی کھودنا بہتر ہے۔ ضرورت کے وقت یہ بھی جائز ہے کہ میت کو کسی صندوق میں رکھ کر دفن کردیں۔ خواہ وہ صندوق لکڑی کا ہو، یا پتھر کا یا لوہے کا ہو۔ مگر بہتر یہ ہے کہ اس صندوق میں مٹی بچھا دی جائے۔ جب قبر تیار ہو چکے تو میت کو قبلہ کی طرف سے قبر میں اتار دیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ جنازہ قبر سے قبلہ کی جانب رکھا جائے اور اتارنے والے قبلہ رو کھڑے ہو کر میت کو اٹھا کر قبر میں رکھ دیں۔ قبر میں اتارنے والوں کا طاق یا جفت تعداد میں ہونا مسنون نہیں ہے۔ میت کو قبر میں اتارنے والے یہ دعا پڑھیں۔

''بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ'' ہم اللہ کے نام سے قبر میں اتارنا شروع کرتے ہیں گو کسی قوم کا یہ طریقہ ہو یا نہ ہو) ہم اس مردہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کے موافق قبر میں اتارتے ہیں۔ میت کو قبر میں رکھ کر داہنے پہلو پر کروٹ کر کے قبلہ رخ کر دینا مسنون ہے۔ میت کو قبر میں رکھنے کے بعد وہ گرہیں جو کفن منتشر نہ ہونے کے لئے دی گئی تھیں، ان میں سے سر کی طرف والی اور پیر کی طرف والی گرہیں کھول دی جائیں۔ تا کہ منکر و نکیر کے سوال کے وقت مردہ

آسانی سے بیٹھ سکے۔ (جیسا کہ عمدۃ الرعایہ میں مذکور ہے۔12)

میت کو قبر میں رکھنے کے بعد اگر بغلی قبر ہو تو کچی اینٹوں یا بانس سے بند کردیں۔ پختہ اینٹوں یا لکڑی کے تختوں سے بند کرنا مکروہ ہے۔ ہاں جہاں زمین بہت نرم ہو کہ قبر کے بیٹھ جانے کا خوف ہو تو پختہ اینٹ یا لکڑی کے تختے رکھ دینا یا صندوق میں رکھنا بھی جائز ہے (اگر صندوقی قبر ہو تو اس کے لئے کنچہ بنا کر پتھر کے کڑیوں سے بند کردیا جائے) عورت کو قبر میں رکھتے وقت پردہ کر کے رکھنا مستحب ہے اور اگر میت کے بدن کے ظاہر ہو جانے کا خوف ہو تو پھر پردہ کرنا واجب ہے۔

مردہ کے دفن کے وقت پردہ نہ کرنا چاہئے اور اگر پانی برس رہا ہو یا برف گر رہی ہو، یا دھوپ سخت ہو تو چادر مثل سائبان کے پکڑ سکتے ہیں۔ جب میت کو قبر میں رکھ چکیں، تو جس قدر مٹی اس کی قبر سے نکلی ہو وہی مٹی اس پر ڈال لیں، کسی اور جگہ سے مٹی لا کر ڈالنا مکروہ ہے جبکہ قبر ایک بالشت اونچی ہو رہی ہو اور اگر بالشت سے کم اونچی ہو تو ایک بالشت اونچی کرنے کے لئے کہیں اور سے مٹی لا کر ڈال سکتے ہیں۔ قبر میں مٹی ڈالتے وقت مستحب یہ ہے کہ سرہانے کی طرف سے ابتداء کی جائے اور ہر شخص اپنے دونوں ہاتھوں میں مٹی بھر کر تین دفعہ قبر میں ڈالے۔ پہلی دفعہ کہے مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ (مٹی سے ہم تم کو پیدا کئے) اور دوسری مرتبہ کہے وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ (اور مرنے کے بعد پھر مٹی ہی میں تم کو لائیں گے) اور تیسری مرتبہ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَى (پھر قیامت میں تم کو مٹی ہی سے اٹھائیں گے)۔ دفن کے بعد تھوڑی دیر تک قبر کے پاس ٹھہرنا اور میت کے لئے دعاء مغفرت کرنا یا قرآن مجید پڑھ کر اس کا ثواب میت کو پہونچانا مستحب ہے۔

جب قبر پر مٹی ڈال چکیں تو قبر پر پانی چھڑک دینا مستحب ہے، قبر کا مربع اور مسطح بنانا مکروہ ہے۔ مستحب یہ ہے کہ قبر اونٹ کے کوہان کی طرح ابھری ہوئی ہو جس کی بلندی ایک بالشت یا اس سے کچھ زیادہ ہونی چاہئے۔ قبر پر کوئی چیز بطور یادگار کے لکھنا جائز ہے۔ بشرطیکہ ضرورت ہو۔

عالمگیری میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں اپنی قبر تیار کروالے تو کوئی مضائقہ نہیں، بلکہ اس پر ثواب ملے گا۔ یہ سب مسائل درمختار، شامی، عالمگیری، البحرالرائق، ملتقی شرح وقایہ اور عمدۃ الرعایہ سے ماخوذ ہیں)۔12

وقول اللہ عزوجل "فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَبْحَثُ فِي الْأَرْضِ لِيُرِيَهُ كَيْفَ يُوَارِي

سَوْاَةَ اَخِیْهِ ط (سورۂ مائدہ پ 6 ع 5)

تمہید

مردہ کو دفن کرنے کا فطری طریقہ

روح المعانی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ابن جریر کے حوالہ سے یہ واقعہ اس طرح بیان کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی بیوی حضرت حوا علیہا السلام کو ہر بطن سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی توأم پیدا ہوتے تھے پھر دوسرے بطن سے بھی اسی طرح ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتے۔ پہلے بطن کے لڑکے کا نکاح دوسرے بطن کی لڑکی سے اور دوسرے بطن کے لڑکے کا نکاح پہلے بطن کی لڑکی سے کیا جاتا تھا۔ اور حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی شریعت میں اس قسم کا نکاح حسب ضرورت وقت جائز رکھا گیا تھا اور ایک ہی بطن کے لڑکے اور لڑکی میں نکاح جائز نہیں تھا۔ اسی طرح حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت حوا علیہا السلام کے (واضح ہو کہ ایک وقت میں ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہوتے۔ ان کی شریعت میں یہ دونوں آپس میں بھائی بہن کہلاتے تھے۔ اس حساب سے آدم علیہ السلام کو دو بطن سے دو لڑکے پیدا ہوئے۔ ایک کا نام ہابیل رکھا گیا اور دوسرے کا نام قابیل اور دونوں کے ساتھ ایک ایک لڑکی بھی پیدا ہوئی۔ حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی شریعت کے مطابق ہابیل کا نکاح قابیل کی بہن سے اور قابیل کا نکاح ہابیل کی بہن سے تجویز ہوا۔ قابیل کی بہن زیادہ حسین تھی تو قابیل نے اپنی بہن سے جو اس کے ساتھ ہی پیدا ہوئی تھی۔ اسی سے نکاح کرنا چاہا اور یہ حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی شریعت کے خلاف تھا۔ حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام نے قابیل کو سمجھایا کہ یہ جائز نہیں ہے ایسا نہ کرنا۔ مگر قابیل نے حضرت آدم کی بات نہ مانی۔ جو بہن اس کے ساتھ پیدا ہوئی تھی اسی سے نکاح کرنے پر مصر رہا۔ بالآخر حضرت آدم علیہ السلام نے قطع حُجت

کے لئے یہ فیصلہ فرمایا کہ دونوں اللہ کے نام کی نذر کرو، جس کی نذر قبول ہوجائے وہ عورت اسی کی رہے گی۔ حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو وحی سے کامل یقین تھا کہ ہابیل حق پر ہے اسی کی نذر قبول ہوگی اس لئے مذکورہ فیصلہ فرمایا گیا۔ تاکہ قابیل کو بحث و تکرار کی گنجائش نہ رہے یہ مطلب نہ تھا کہ قابیل کے لئے وہ عورت حلال ہوجائے گی۔

غرض دونوں نے اپنی اپنی نذر حاضر کی۔ ہابیل تو ایک عمدہ دنبہ لایا اور قابیل چند خوشے کسی غلہ کے لایا اور رکھ دیا۔ دونوں منتظر تھے دیکھیں کہ کس کی نذر قبول ہوتی ہے اتنے میں آسمان سے ایک آگ آئی اور ہابیل کی نذر کو جلا دیا۔ اور اس وقت نذر قبول ہونے کی یہی علامت تھی۔ جب قابیل اس فیصلہ میں بھی ہارا تو ہابیل کی جان کے درپے ہوا۔ یہاں تک کہ ہابیل کو قتل کرڈالا۔ لیکن قابیل کو یہ سمجھ میں نہ آیا کہ اس نعش کو کیونکر چھپاؤں تاکہ حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو اس کی اطلاع نہ ہو۔ یہاں تک کہ کوے کے ذریعہ سے ہابیل کے دفن کرنے کا طریقہ بتلایا گیا۔ اس لئے اللہ تعالی (سورۂ مائدہ پ6 ع5) میں فرماتے ہیں۔

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِى الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِىْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ ؕ

پھر آخر اللہ تعالی نے ایک کوا وہاں بھیجا کہ وہ (چونچ اور پنجوں سے) زمین کو کھودتا تھا اور کھود کر ایک دوسرے کوے کو کہ وہ مرا ہوا تھا اس گڑھے میں ڈھکیل کر اس پر مٹی ڈالتا تھا تاکہ وہ کوا قابیل کو سکھائے کہ اپنے بھائی ہابیل کی لاش کو کس طرح چھپا دے۔ (قابیل نے کوے سے سیکھ کر ہابیل کو اسی طرح دفن کردیا ہابیل پہلا مردہ ہے جو زمین پر مرا ہے اللہ تعالی نے ان کے دفن کا طریقہ کوے کے ذریعہ سے سکھایا اس سے معلوم ہوا کہ انسان کے مرنے کے بعد مردہ کو جن جن طریقوں سے چھپایا جاتا ہے ان طریقوں سے زمین میں دفن کرنے کا طریقہ فطری اور اللہ تعالی کا پسند کیا ہوا ہے اور اللہ تعالی کے حکم سے ہے)

"وَقَوْلُهٗ تَعَالٰی فَاَقْبَرَهٗ"

(پ 30 سورہ عبس ع 1) میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے (اللہ تعالی انسان کو ایک وقت خاص تک زندہ رکھ کر اس کو ماردیتا ہے) پھر اس کو قبر میں لے جاتا ہے۔

بغلی قبر کی فضیلت اور قبر پر نشان رکھنے کا جواز

1/3421 ۔ عامر بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنے مرض الموت میں کہا تھا کہ میرے لئے بغلی قبر کو کھودنا اور میری قبر پر (نشانی کے واسطے) کچی اینٹیں رکھ دینا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزار مبارک کو بغلی کھودا گیا تھا اور قبر شریف پر کچی اینٹیں جمائی گئی تھیں۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

صندوقی قبر کھودنے کا بیان

پہلی حدیث

2/3422 ۔ عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ جب حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی وفات ہوئی تو لوگوں نے آپس میں کہا کہ مدینہ میں دو شخص قبر کھودتے ہیں ایک صاحب بغلی قبر کھودتے ہیں اور دوسرے صاحب صندوقی (دونوں کو بلاؤ) ان میں سے جو پہلے آجائے وہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف (اپنے طریقہ کے موافق) تیار کرے۔ الغرض دونوں کو اطلاع کی گئی۔ اتفاق سے بغلی قبر تیار کرنے والے صاحب پہلے آگئے اور آپ کے لئے بغلی قبر تیار کی گئی۔ اس کی روایت امام بغوی نے شرح السنہ میں کی ہے۔

دوسری حدیث

3/3423 ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ (ہمارے مدینہ کی زمین بہت سخت ہے بغلی قبر کے قابل ہے، اس لئے) ہم مدینہ والوں (جیسا کہ اشعۃ اللمعات اور عرف شذی میں مذکور ہے۔12) کے لئے (اور جہاں کہیں کی زمین سخت ہو۔ان کے لئے) بغلی قبر ہی مناسب ہے اور ہمارے مدینہ کے سوا (جہاں کی زمین نرم ہے جیسے مکہ کی یا اور جگہ کی ان کے لئے) صندوقی قبر ہی مناسب ہے۔

اس کی روایت ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے

4/3424 ۔اور امام احمد نے جریر بن عبداللہ سے اس کی روایت کی ہے ۔اور ترمذی نے کہا ہے کہ:۔

قبر میں میت کے نیچے چادر وغیرہ بچھانا مکروہ تحریمی ہے

5/3425 ۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباس قبر میں میت کے نیچے (چادر یا) کوئی (اور) چیز بچھانے کو مکروہ سمجھتے تھے (اس لئے درمختار میں لکھا ہے۔ کہ مردہ زمین پر رہنا چاہئے ۔قبر میں مردہ کے نیچے چادر وغیرہ بچھانا مکروہ تحریمی ہے، اب رہی یہ بات کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نیچے مشہور ہے کہ قبر شریف میں چادر بچھائی گئی تھی ، یہ حضور کا خاصہ ہے۔ حضور چونکہ حیات النبی ہیں، حضور کے نیچے قبر شریف میں چادر بچھائے جانے سے دوسروں کی قبر میں چادر بچھانے پر دلیل نہیں لی جاسکتی)۔

قبر کو کوہان نما بنانے کا بیان

پہلی حدیث

6/3426 ۔سفیان التمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف (ایک بالشت اونچی) کوہان نما ہے۔

اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

دوسری حدیث

7/3427۔ سفیان التمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں (ایک دفعہ) اس حجرہ شریف میں داخل ہوا کہ جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف ہے میں نے دیکھا کہ (حجرہ شریف میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی قبریں تینوں کی تینوں (ایک بالشت اونچی) کوہان نما ہیں۔

اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں کی ہے۔

قبر کو پختہ بنانا اوراس پر عمارت بنانے کا بیان اور قبر پر بیٹھنے کی ممانعت

8/3428۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (بے ضرورت) قبر کو گچ سے پختہ کرنے کی ممانعت فرمائے ہیں۔(اگر کوئی ایسی ضرورت ہو مثلاً کسی سے قبر کے مسمار کرنے کا خوف ہو، تو قبر کو گچ سے پختہ بناسکتے ہیں۔اس کی دلیل وحدیث ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے۔(ماراٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن) جس فعل کو صالحین مسلمان اچھا سمجھیں، وہ اللہ تعالی کے پاس بھی پسندیدہ ہے۔ضرورت کی وجہ سے قبر کو گچ کرنا صالحین مسلمان پسند کیے ہیں، اس لئے گچ کی قبر بنانا اللہ تعالی کے پاس بھی پسندیدہ ہے،اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبر پر عمارت بنانے سے بھی منع فرمائے ہیں (اگر عمارت سے مراد یہ ہے کہ عین قبر پر ہی کوئی عمارت بنائیں جیسے بعض کفار قبر پر لاٹ بناتے ہیں تو ایسی عمارت بنانا اس حدیث سے ممنوع ہے،اور اگر قبر پر عمارت بنانے سے مراد یہ ہے کہ قبر کے اطراف کوئی عمارت مثل گنبد کے بنائی جائے اور وہ بے ضرورت ہو تو یہ بھی جائز نہیں ہے اور اگر گنبد وغیرہ کسی ضرورت سے بنائی جائے جیسے صالحین مشائخ، علماء،اور سادات کے مزار پر اس غرض سے بنائی جاتی ہے کہ جو لوگ ان کے مزار

پر زیارت کے لئے آتے ہیں، وہ دھوپ سے اور بارش سے محفوظ رہیں اور اطمینان سے بیٹھ کر ان سے فیض لیا کریں تو یہ جائز ہے، اس لئے کہ صالحین مسلمان اس کو اچھا سمجھتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالی کے پاس بھی پسندیدہ ہے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبر پر بیٹھنے سے بھی منع فرمائے ہیں۔ اس لئے کہ اس میں مردہ کی اہانت اور ذلت ہوتی ہے اور مردہ کی اہانت جن کاموں سے ہوتی ہے وہ سب منع فرمائے ہیں۔ اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

قبر پر بیٹھنے کی وعید

9/3429۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی چنگاری پر بیٹھ جائے اور اس سے اس کے کپڑے جل کر اس کی کھال تک آگ پہونچ جائے تو یہ ایسا مضر نہیں جیسے قبر پر بیٹھنے سے اس کا مضر اثر بیٹھنے والے کے قلب تک پہونچتا ہے، یہ آگ پر بیٹھنے کے ضرر سے زیادہ مضر ہے۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

تصویر کے رکھنے کی اور قبر بہت اونچی بنانے کی ممانعت

10/3430۔ ابوالھیاج اسدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمائے سنو ابوالھیاج مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کام کے لئے بھیجے تھے، میں اس کام کے لئے تم کو بھی بھیجنا چاہتا ہوں اور وہ کام یہ ہے کہ جہاں کہیں تم کسی جاندار کی تصویر دیکھو (خواہ وہ مجسمہ ہو یا ہاتھ سے کھینچی ہوئی ہو، یا فوٹو (جیسا کہ مجمع البحار میں مذکور ہے۔ 12) ہو) اس کو توڑ دو، مٹا دو (اور باقی نہ رہنے دو) ایسا ہی جہاں تم دیکھو کہ قبر (حد سے زیادہ) اونچی بنائی گئی ہے تو اس کو پست کر کے ایک بالشت کے موافق بلند رہنے دو۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

قبروں پر بیٹھنے اوران کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کی ممانعت

11/3431۔ ابو مرثد غنوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ (قضاء حاجت کے لئے) قبروں پر مت بیٹھو (اس لئے کہ یہ مکروہ (جیسا کہ ردالمحتار میں مذکور ہے۔12) تحریمی ہے، اگر قضا حاجت کے لئے نہیں بلکہ یوں ہی قبروں پر بیٹھا یا قبروں کو کھدلتا ہوا چلا) تو یہ بھی نہیں کرنا چاہئے (اس لئے کہ ایسا کرنا مکروہ تنزیہی (جیسا کہ مرقات میں مذکور ہے۔12) ہے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبروں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے سے بھی منع فرمایا ہے۔

(اس لئے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے) اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

قبر گہری کھودنے کا بیان اور ضرورت پر ایک قبر میں کئی مردوں کو دفنانے کا جواز

12/3432۔ ہشام بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ احد کے ختم ہونے کے بعد (جب شہیدوں کو دفن کر رہے تھے اس وقت) ارشاد فرمائے قبریں کھودو اور کشادہ کھودو اور گہری کھودو (کم سے کم قبر کمر کے برابر گہری ہو، جتنا زیادہ گہری کھودو گے بہت اچھا ہے۔ چاہے سینہ (جیسا کہ مرقات میں مذکور ہے) تک ہو یا قد کے برابر ہو) اور قبر کو پاک وصاف بناؤ (کہ زمین ہموار رہے۔ مٹی اور کوئی چیز اس میں نہ رہے) بہتر تو یہ ہے کہ ایک قبر میں ایک ہی مردہ دفنایا جائے، اگر ضرورت ہو تو) ایک قبر میں دو، دو۔ تین تین بھی دفن کرو (مگر دو مردوں کے بیچ میں مٹی یا اینٹوں سے آڑ بنائی جائے) (ردالمحتار۔12) (جب کئی مردوں کو ایک قبر میں دفن کرنا پڑے تو ان میں سب سے زیادہ جس کا علم وعمل تھا اسی کو قبر میں پہلے اتاریں اور اس کو قبلہ کی طرف

پہلے رکھیں، مثلاً) جس کو قرآن زیادہ یاد ہو، اس کو پہلے قبر میں اتار کر (قبلہ کی طرف پہلے) رکھیں (پھر اس سے کم جس کو قرآن یاد ہو۔ اس کے بعد اس کو رکھیں۔ ایسے ہی ترتیب وار مردوں کو ایک قبر میں ضرورۃً رکھ سکتے ہیں)

اس حدیث کی روایت امام احمد، ترمذی، ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے اور ابن ماجہ نے بھی اس کے قریب قریب روایت کی ہے۔ 12

مردوں کو دفن کے لئے دوسرے مقامات پر منتقل کرنے کی ممانعت

پہلی حدیث

13/3433۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (غزوۂ احد میں میرے والد شہید ہوئے اور ابھی دفن نہیں کئے گئے تھے کہ) میری پھوپھی میرے والد کو وہاں سے منتقل کر کے ہمارے قبرستان میں دفن کرنے کے لئے لے آئیں۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منادی نے ندا دی کہ شہیدوں کو ان کے شہید ہونے کی جگہ واپس لے جاؤ (تاکہ ان کو وہیں دفن کردیا جائے) اس حدیث کی روایت امام احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور دارمی نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ میت کو جہاں مرا ہو، اسی مقام کے قبرستان میں دفن کرنا چاہئے۔ دوسرے مقام میں اس کو منتقل نہیں کرنا چاہئے۔ اگر منتقل کئے بھی تو ایک دو میل سے کم فاصلہ میں منتقل کرنا چاہئے یہ بھی خلاف اولیٰ ہے اور ایک دو میل سے زائد دور دفن کے لئے لے جانا مکروہ ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد کو جہاں یہ شہید ہوئے تھے وہیں دفن کرنے کا حکم دئے اور دفن کے بعد قبر کو کھود کر میت کو ایک مقام سے دوسرے مقام پر لے جانا ہر حالت میں ناجائز ہے۔ ہاں اگر کسی آدمی کی حق تلفی ہوئی ہو تو البتہ میت کا دفن کے بعد نکالنا جائز ہے، مثلاً وہ زمین جس میں اس کو دفن کیا گیا ہے وہ دوسرے کی ملک ہو اور وہ اس کے دفن پر راضی نہ ہو۔ (یہ مضمون عالمگیری اور ردالمختار سے لیا گیا ہے)۔ 12

دوسری حدیث

14/3434 ۔ ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ (جو مشاہیر تابعین سے ہیں) ان سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حُبشی مکہ مکرمہ کے اطراف کے مواضعات میں سے ایک موضع ہے۔ یہاں عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما تھے اور اسی موضع میں ان کا انتقال ہوگیا، تو ان کا جنازہ مقام حُبشی سے مکہ معظّمہ لایا گیا اور وہ مکہ معظّمہ میں دفن کئے گئے۔ جب امُّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (حج کے لئے) مکہ معظّمہ آئیں تو اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی زیارت کے لئے ان کی قبر پر تشریف لائیں اور (بہت درد کے ساتھ) یہ اشعار پڑھیں۔

وکنا کندمانی جذیمة حقبةً	مِن الدھر حتی قیل لَنْ یتصدّعا
فلمّا تفرّ قنا کانی ومالکاً	لطول احتماع لم نبَتَ لیلة معا

جذیمہ (یہ تفصیل اشعۃ اللمعات میں مذکور ہے۔12) عراق اور عرب کا بادشاہ تھا اس کے دو وزیر تھے۔ ایک کا نام مالک اور دوسرے کا نام عقیل تھا۔ جذیمہ کے یہ دو وزیر چالیس سال تک ایک دوسرے کے ساتھ رہے۔ ان کی آپس میں مدت دراز تک ہم نشینی اور خلوصی محبت کی وجہ سے لوگ کہتے تھے کہ اب یہ ہرگز جدا نہ ہوں گے۔ لیکن نعمان نے ان کو قتل کردیا۔ اس واقعہ کو تمیم بن نویرہ شاعر نے اپنے بھائی مالک بن نویرہ کے مرثیہ میں تشبیہا اس طرح بیان کیا ہے کہ جس طرح جذیمہ بادشاہ کے دو وزیر چالیس سال تک ایک دوسرے کے ساتھ رہے۔ اسی طرح ہم بھی آپس میں ان دو وزیروں کی طرح ہم نشین اور محبت رکھنے والے تھے۔ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مالک بن نویرہ کو قتل کردیا۔ تمیم بن نویرہ شاعر کہتا ہے کہ اے مالک ہم باوجود ایک مدت دراز تک ساتھ رہنے کے تیرے قتل کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ مدت دراز ایک خواب تھا

اور ہم اس طرح جدا ہو گئے کہ کبھی ایک ساتھ نہ رہے تھے۔ اب اسی واقعہ کو ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے حسب حال پاکر اپنے بھائی کے فراق میں مذکورہ دو شعر پڑھیں کہ: اے بھائی ہم اور تم جذیمہ بادشاہ کے ہم نشین وزیروں کی طرح تھے اور آپس میں ایک مدت دراز تک اس طرح رہے کہ لوگ کہتے تھے کہ اب یہ جدا نہ ہوں گے۔ لیکن جب جدائی کا وقت آیا تو باوجود اتنی طویل مدت تک ساتھ رہنے کے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہم ایک رات بھی ساتھ نہیں رہے۔

ان اشعار کے پڑھنے کے بعد حضرت ام المومنین فرماتی ہیں کہ خدا کی قسم اگر میں تمہاری موت کے وقت تمہارے پاس موجود ہوتی تو تمہیں اسی مقام حبشی میں دفن کرتی جہاں تمہاری وفات ہوئی تھی) (اس لئے جو شخص جہاں انتقال کرے اس کو وہیں کے قبرستان میں دفن کرنا مسنون ہے) اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بھی فرمایا کہ عام عورتوں کی عدت ان کے شوہروں کی وفات کے بعد (4) ماہ دس دن ہے۔ اسی لئے وہ عدت گزرنے کے بعد کسی سے بھی نکاح کرسکتے ہیں۔ بخلاف اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازدواج مطہرات کی عدت ان کے وفات تک ہے کہ امہات المومنین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تاحیات کسی سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے (اس لئے اپنے بھائی سے حضرت عائشہ فرمارہی ہیں کہ میں عدت (جیسا کہ مرقات اور اشعۃ اللمعات میں مذکور ہے۔12) میں ہوں، اگر میں تمہارے انتقال کے وقت تمہارے جنازہ میں شریک رہتی تو دوبارہ تمہاری زیارت کے لئے نہ آتی۔ کیونکہ زمانہ عدت میں بلا ضرورت شدید کے کہیں جا نہیں سکتے۔ ہاں ایسی ہی کوئی خاص ضرورت ہو تو جاسکتے ہیں۔ چوں کہ میں تمہارے انتقال کے وقت (تمہارے دیدار سے محروم رہی) اس لئے اب زیارت کے لئے آ گئی ہوں (تا کہ یہ آخری دیدار کے قائم مقام ہوجائے) اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

میت کو قبر میں قبلہ کی جانب سے اتارنا اور قبر میں قبلہ رخ لٹانا مسنون ہے

15/3435۔ ابو سعید حذری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قبلہ کی جانب سے قبر میں اتار کر رکھا گیا۔ اس طرح کے قبر کے قبلہ کی جانب جنازہ رکھا گیا اور جنازہ کو لے کر قبر میں رکھنے والوں کا رُخ بھی قبلہ کی طرف تھا (پھر قبر میں) آپ کو سیدھی کروٹ کر کے قبلہ رخ لٹایا گیا۔ اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

میت کو قبلہ کی جانب سے قبر میں اتارنا مسنون ہے

پہلی حدیث

16/3436۔ ابن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد بریدہ رضی اللہ عنہ فرمائے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بغلی قبر تیار کی گئی تھی اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو قبر شریف میں اتارتے وقت قبلہ کی جانب سے اتارا گیا تھا اور قبر شریف پر کچّی اینٹیں جمالی گئی تھیں۔ اس کی روایت ہمارے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کی ہے۔

دوسری حدیث

17/3437۔ ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قبر شریف میں اتارتے وقت قبلہ کی جانب سے اتارا گیا تھا اور قبر شریف کے پائتیں جنازہ کو رکھ کر قبر میں سر کے جانب سے نہیں اتارا گیا ہے۔

اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے اور ابو داوٗد نے بھی اس کی روایت مراسیل میں کی ہے۔ 12

تیسری حدیث

18/3438۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (جب عبداللہ ذوالبجادین) رضی اللہ عنہ جو اصحاب صفہ میں سے تھے ان کا انتقال ہوا تو ان کو رات میں دفن کیا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو دفن کرنے کے لئے قبر میں اُترے (دفن میں سہولت کے لئے) آپ کے واسطے چراغ روشن کیا گیا اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام (میت کو قبر میں) قبلہ کی جانب سے اتارے اور فرمائے (عبداللہ!) اللہ تعالی تم پر رحمت نازل فرمائے۔ تم بڑے نرم دل اور خوف خدا سے بہت رونے والے اور قرآن شریف کی بہت زیادہ تلاوت کرنے والے تھے اور جب حضور علیہ الصلاۃ والسلام ان کی نماز جنازہ پڑھے تھے تو چار تکبیرات کے ساتھ نماز ادا فرمائے تھے۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

چوتھی حدیث

19/3439۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما (یہ سب حضرات) میت کو قبر میں اتارتے وقت قبلہ کی جانب سے اتارا کرتے تھے۔ اس کی روایت طبرانی نے الکبیر میں کی ہے۔ 12

پانچویں حدیث

20/3440۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ جب یزید بن المکفف کو قبر میں اتارے ہیں تو قبلہ کی جانب سے اتارے ہیں۔

اس کی روایت عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ نے کی ہے اور ابن حزم نے محلی میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

چھٹی حدیث

21/3441۔ابن الحنفیۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی نماز جنازہ پڑھانے اور دفن کرنے کے لئے ابن الحنیفۃ رضی اللہ عنہ کا جب انتخاب ہوا تو حضرت ابن الحنیفۃ حضرت ابن عباس کی نماز جنازہ چار تکبیرات کے ساتھ ادا فرمائے اور ان کو قبلہ کی جانب سے قبر میں اتارے۔ اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔12

میت کو قبر میں اتارتے وقت یہ دعا پڑھنا مسنون ہے

22/3442۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب میت کو قبر میں اتارا جاتا تو آپ یہ دعاء پڑھتے ''بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ'' (ہم اللہ کے نام سے اس میت کو قبر میں اتارنا شروع کرتے ہیں) یا اللہ یہ تنہا آپ کے پاس آرہا ہے اس لئے ہم اس کو آپ کی پناہ میں دے رہے ہیں آپ اس کی ہر جگہ مدد فرمایئے (اس نے اپنی زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کے موافق بسر کی ہے، اس لئے اب) ہم اس کو رسول اللہ کے دین کے موافق ہی دفن کر رہے ہیں۔

اس کی روایت امام احمد، ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

قبر میں مٹی ڈالنے، قبر پر پانی چھڑکنے اور قبر کا نشان رکھنے کا بیان

23/3443۔امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے مرسلاً روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (سرہانے کی طرف سے) اپنے دونوں دست مبارک کو ملا کر دونوں ہاتھوں سے تین پسّو مٹی (اگر بغلی قبر ہو تو اینٹوں سے بند کرنے کے بعد اور اگر قبر صندوقی ہو تو کڑیاں رکھنے کے بعد) قبر میں ڈالے ہیں (امام احمد کی روایت سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلی دفعہ پسّو سے مٹی

ڈالتے وقت مِنھَا خَلَقْنٰکُمْ (مٹی سے ہم تم کو پیدا کئے) پڑھے اور دوسری دفعہ پسّو سے مٹی ڈالتے وقت فرمائے وَفِیْھَا نُعِیْدُکُمْ (اور مرنے کے بعد دوبارہ تم کو ہم مٹی ہی میں لے جائیں گے) اور تیسری دفعہ پسو سے مٹی ڈالتے وقت فرمائے وَمِنْھَا نُخْرِجُکُمْ تَارَۃً اُخْرٰی (پھر قیامت میں ہم تم کو مٹی ہی سے اٹھائیں گے) اور راوی کہتے ہیں کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاجزادے حضرت ابراہیم کا جب انتقال ہوا تو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابراہیم (کے دفن کے بعد ان) کی قبر پر (اپنے دست مبارک سے) پانی چھڑکے اور قبر پر اپنے دستِ مبارک سے کنکریاں جمادیں (تاکہ (جیسا کہ مرقات میں لکھا ہے۔12) نشانی رہے) اس کی روایت شرح السنہ میں کی ہے اور امام شافعی نے بھی اسی کے قریب قریب روایت کی ہے۔

سرہانے کی جانب سے مٹی ڈالنا مسنون ہے

24/3444۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جنازہ کی نماز پڑھائے۔ پھر میت کے ساتھ قبر تک تشریف لے گئے اور میت کو قبر میں رکھ دیا گیا اور جب مٹی ڈالنے کا وقت آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرہانے کی جانب سے تین پسوں مٹی قبر میں ڈالے۔ اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔ (پسّو) دونوں ہاتھوں سے بھر کر کسی چیز کو اٹھانا پسّو کہلاتا ہے۔

قبر پر پانی چھڑکنے کا طریقہ

25/3445۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف پر دفن کے بعد پانی چھڑکا گیا تھا اور پانی چھڑکنے والے بلال بن ریاح رضی اللہ عنہ ہیں انہوں نے اس طرح چھڑکاؤ شروع کیا کہ سر مبارک کی طرف سے شروع کرکے دونوں قدموں تک چھڑکاؤ ختم کیا۔ اس کی روایت بیہقی نے دلائل النبوۃ میں کی ہے۔

قبروں کو پختہ بنانے اوران پر کتبہ لگانے کا ذکراورقبروں پر چلنے کی ممانعت

26/3446 ۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبروں کو گچ سے پختہ کرنے کی ممانعت فرمائے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبروں پر لکھنے سے بھی منع فرمائے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبروں پر چلنے سے بھی منع فرمائے ہیں ۔اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

قبروں کو پختہ بنانے اوران پر کتبہ لگانے کی صراحت

ف: یہ حدیث اس زمانہ کی ہے کہ جس زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبروں کی زیارت کرنے سے منع فرمائے تھے جب زیارت قبور سے منع فرمایا گیا تو قبروں کو گچ کرنے سے بھی منع فرمایا گیا تھا اس لئے کہ جب زیارت قبور ہی جائز نہ تھی تو قبروں کو گچ کر کے پختہ کرنے کی کیا ضرورت تھی اور جب قبروں کی زیارت کرنے کی ممانعت منسوخ ہوگئی تو حدیث کے دونوں حکم کہ قبروں پر گچ نہ کی جائے اور قبروں پر لکھا نہ جائے بھی منسوخ ہوگئے (جیسا کہ مرقات میں حاکم کے حوالے سے لکھا ہے)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: (فزوروھا) یعنی قبروں کی زیارت کروتو اس سے قبروں کو گچ کر کے پختہ کرنے کی اجازت بھی مل گئی اور قبروں پر لکھنے اور کتبے لگانے کی بھی اجازت ہوگئی۔اس لئے کہ کچی قبر چند روز میں زمین کے برابر ہوجاتی ہے اوراس کا کوئی نشان باقی نہیں رہتا۔اس سے لازم آتا ہے کہ قبروں کو گچ سے پختہ کریں اوراوپر لکھیں یا کتبے لگائیں تاکہ زیارت کی جاسکے یہ قول مبارک ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آپ کے اس فعل سے بھی دلیل ملتی ہے۔قبروں کو گچ سے پختہ کرنے کی اس لئے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر پر ایک بڑا پتھر رکھنے کا حکم دئے اور صحابی اس کو اٹھا نہ سکے تو حضور خود اٹھا کر قبر (یہ حدیث ابوداؤد میں مذکور ہے جو آگے آرہی ہے۔12) پر رکھ دئے تاکہ قبر یادگار رہے اور اس کی زیارت کرسکیں۔اس سے بھی معلوم ہوا کہ قبروں کو گچ سے پختہ کیا جائے تاکہ لوگ زیارت

کرسکیں۔ حدیث مذکور کے یہ دونوں حکم منسوخ ہونے کی یہ بھی ایک دلیل ہے کہ سارے عالم اسلام میں مشرق سے مغرب تک سلف (جیسا کہ ردالمحتار میں مذکور ہے) سے خلف تک قبروں کو گچ سے پختہ کیا جاتا رہا ہے اور قبروں پر لکھا جاتا رہا ہے یا ان پر کتبے لکھ کر سرہانے لگائے جاتے رہے ہیں اس کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث شریف ہے ''ماراہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن'' جس فعل کو صالحین مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالی کے پاس بھی پسندیدہ ہے۔ چونکہ صالحین مسلمان قبروں کو گچ سے پختہ کرنے اور قبروں پر لکھنے اور کتبے یا تختیاں لگانے کو پسند کئے ہیں، اس لئے قبروں کو گچ سے پختہ بنانا اور قبروں پر لکھنا یا کتبے اور تختیاں لگانا اللہ تعالی کے پاس بھی پسندیدہ (جیسا کہ مرقات اور ردالمحتار میں مذکور ہے۔12) ہے۔

حدیث مذکور کا تیسرا جزء کہ قبر کو روندا نہ جائے منسوخ نہیں ہے۔ اس لئے قبروں پر چلنا اور قبروں کو روندنا ناجائز ہے۔12

قبر پر نشان رکھنے اور ہڑواڑ یعنی خاندانی قبرستان بنانے کا ذکر

27/3447۔ مطلب بن وداعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو ان کا جنازہ لے جاکر (بقیع میں) دفن کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک صحابی کو حکم دئے کہ ایک بڑا پتھر اٹھالاؤ (تاکہ قبر کے سرہانے کی طرف رکھا جائے یہ معلوم ہونے کے لئے کہ یہ عثمان بن مظعون کی قبر ہے) وہ پتھر (اس قدر بڑا تھا کہ) صحابی اس کو اٹھا کر نہ لاسکے تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پتھر کے لانے کا ارادہ فرمائے اور اپنے دونوں آستینوں کو چڑھا کر اس پتھر کے پاس پہنچے، راوی کہتے ہیں کہ جو صاحب مجھ سے یہ حدیث بیان کئے ہیں وہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اس پتھر کے لانے کے لئے اپنے آستین چڑھائے ہیں تو حضور کے بازوؤں کی سفیدی اس وقت مجھے جو دکھائی دی اب تک یاد ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم اس پتھر کو اٹھا کر عثمان بن مظعون کی قبر پر سرہانے کی طرف جما دیے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے (کہ مرورِ زمانہ سے قبر مٹ کر زمین کے برابر ہو جاتی ہے اور لوگوں کو معلوم نہیں ہوتا کہ قبر کہاں ہے اس لئے) میں (اس پتھر کو سرہانے کی طرف رکھ کر) لوگوں کو یہ معلوم کروانا چاہتا ہوں کہ (یہاں میرے رضاعی بھائی) عثمان بن مظعون کی قبر ہے (میں یہ نشانی اس وجہ سے بھی رکھ رہا ہوں کہ) ان کے بعد میرے گھرانے میں سے جو بھی وفات پائیں گے انہیں یہاں دفن کروں گا۔ (اس سے ہڑواڑ قائم کرنے کا ثبوت ملتا ہے (جیسا کہ مرقات میں مذکور ہے۔12)۔ (اس حدیث کی روایت ابوداؤد نے کی ہے)۔

میت کے ساتھ قبر تک جانا اور دفن تک بیٹھنا مسنون ہے

28/3448۔ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ ایک انصاری کے جنازہ کو لئے ہوئے قبرستان میں پہونچے وہاں جا کر کیا دیکھتے ہیں کہ ابھی قبر تیار نہیں ہوئی ہے (قبر کے تیار ہونے کا انتظار تھا اس لئے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبلہ کی طرف رخ کر کے بیٹھ گئے اور ہم بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضور کے اطراف) بیٹھ گئے۔ اس کی روایت ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے اور ابن ماجہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ ہم بھی حضور کے ساتھ بیٹھے تو اور (اس وقت مجلس پر حضور کے رعب اور عظمت کی وجہ سے ایسا سکون اور ایسی خاموشی طاری تھی کہ سب بے حس و حرکت بیٹھے ہوئے تھے) ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں (کہ حرکت کرنے سے یہ اُڑ جائیں گے)۔

ف: اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ میت کے ساتھ قبرستان تک جانا اور قبر تیار ہونے تک دفن کے انتظار میں بیٹھنا سنت ہے۔ اس حدیث

شریف میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبلہ رو ہوکر بیٹھ گئے۔ مرقات میں طبرانی کے حوالے سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ بہترین مجلس وہ ہے جس میں قبلہ رو ہوکر بیٹھا جائے۔12

تمہید

(جیسے زندہ کو کچھ ایذا دی جائے تو وہ متاثر ہوتا ہے اور اس کو تکلیف ہوتی ہے۔ ایسے ہی مردہ کو اگر ایذا دی جائے تو وہ بھی متاثر ہوتا ہے (اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کی ہے۔12) اور اس کو بھی تکلیف ہوتی ہے اس لئے)

مردہ کو بھی زندہ کی طرح ایذا پہونچتی ہے

29/3449 ۔ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ اگر کسی مردہ کے (اعضاء درست کرنے کے لئے) اس کی ہڈی توڑ دی جائے (تو اس سے اس کو اسی طرح تکلیف ہوتی ہے) جیسے کسی زندہ کی ہڈی (اس کی زندگی میں) توڑنے سے اس کو تکلیف پہونچتی ہے۔

اس کی روایت امام مالک، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

ف: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زندہ کو ایذاء پہونچانے سے جیسا گناہ ہوتا ہے ویسے ہی مردہ کو مرنے کے بعد ایذا دینے سے گناہ ہوتا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جیسے کسی آرام دہ کام سے زندہ کو آرام اور لذت ملتی ہے، ایسا ہی کسی مردہ کے ساتھ بھی آرام دہ کام کیا جائے تو مردہ کو آرام اور لذت ملتی ہے اس سے ثابت ہوا کہ جیسے زندگی میں زندہ کی تعظیم کی جاتی ہے، ایسے ہی مرنے کے بعد مردہ کی بھی تعظیم کی جائے، اس لئے کہ اس سے مردہ کو راحت اور لذت ملتی ہے۔ مرقات،

اشعۃ اللمعات اور رد المختار۔ 12

قبر کو ٹیکا لگا کر بیٹھنے کی ممانعت اس لئے ہے کہ اس سے صاحب قبر کو تکلیف ہوتی ہے

30/3450 ۔ عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایک دفعہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملاحظہ فرمائے کہ میں ایک قبر سے ٹیکہ لگائے ہوئے بیٹھا (یہ دیکھ کر) ارشاد فرمائے (کہ تمہارے قبر کو ٹیکا لگا کر بیٹھنے سے صاحب قبر کو تکلیف ہو رہی ہے۔ اس طرح بیٹھ کر صاحب قبر کو تکلیف نہ دو۔ (کیونکہ اس میں میت کی اہانت بھی ہے)۔ اس حدیث کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

نامحرم مرد ضرورت پر اجنبی زنانی میت کو دفنا سکتے ہیں

31/3451 ۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی کا (جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں انتقال ہو گیا ہم ان کے دفن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک تھے اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبر کے کنارے تشریف فرما تھے۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر دو مبارک آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے کہ کیا ہم میں سے کوئی ایسا ہے کہ جس نے آج رات اپنی بیوی سے جماع نہیں کیا ہے۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ فرمائے ایسا میں ہوں۔ یا رسول اللہ! اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے کہ (دفن کرنے کے لئے) ان کی قبر میں تم ہی اترو۔ حسب الحکم ابو طلحہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی کو دفن کرنے کے لئے قبر میں اترے۔ اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کی صاحبزادی کو دفن کرنے کے لئے قبر میں اترے اور حضرت ابوطلحہ اجنبی تھے، حضرت ابو طلحہ کو قبر میں اترنے کا جو حکم دیا گیا، اس سے ابن الہمام نے یہ مسائل اخذ کئے ہیں کہ عورتوں کو قبر میں اتارنے کے لئے یا کسی ضرورت پر قبر سے نکالنے کے لئے مرد ہی قبر میں اتریں، اگرچہ کہ مرد اجنبی ہوں عورتیں قبر میں نہ اتریں۔ اس لئے کہ ضرورت پر اجنبی مرد عورت کو جس طرح زندگی میں کپڑے وغیرہ کو حائل کرکے ہاتھ لگا سکتا ہے۔ ایسے ہی مرنے کے بعد بھی کپڑے وغیرہ کو حائل کرکے ہاتھ لگا سکتا ہے اور کفن بھی حائل ہوجاتا ہے۔ اگر کسی عورت کی وفات ہوجائے اور اس کے ساتھ اس کے محرم رشتہ دار موجود نہ ہوں تو ایسی صورت میں اس کے پڑوس کے سن رسیدہ نیک اور صالح لوگ اس کو دفنا سکتے ہیں اور اگر یہ بھی نہ ہوں تو نوجوان نیک اور صالح لوگ اس کو دفن کرسکتے ہیں۔ یہ مضمون مرقات سے ماخوذ ہے۔ 12

جنازہ کے ساتھ نوحہ کرنے کی ممانعت اور دفن کے بعد قبر پر تلقین کے لئے اتنی دیر ٹھہرنے کا بیان جتنی دیر میں اونٹ کو ذبح کرکے تقسیم کیا جائے

32/3452۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ان کو سکرات شروع ہوئی تو وہ اپنے فرزند سے ارشاد فرمائے (سنو بیٹا!) جب میں مرجاؤں تو میرے جنازے کے ساتھ نوحہ کرنے والی عورتوں کو نہ رکھنا اور نہ میرے جنازے کے ساتھ آگ لے چلنا (یہ زمانہ جاہلیت کے رواج ہیں اسلام میں ان کو برا سمجھا گیا ہے) حضرت عمرو بن عاص پھر فرمائے کہ جب تم میرے دفن کا ارادہ کرو تو بہ سہولت قبر میں مٹی ڈالو اور دفن کے بعد میری قبر کے اطراف تم لوگ (تلقین یعنی ذکر کرتے اور قرآن پڑھتے ہوئے) اتنی دیر تک ٹھہرے رہو جتنی دیر میں ایک اونٹ ذبح کرکے اس کا گوشت تقسیم کیا جاسکے تاکہ میں (اس عرصہ میں تم لوگوں کو قبر پر تلقین ذکر کرتے اور قرآن

پڑھتے ہوئے کھڑے ہونے سے) انس اور اطمینان حاصل کرسکوں اور تمہارے تلقین کی وجہ سے وہ جواب مجھے یاد آجائے جو مجھے اپنے پروردگار کی طرف سے بھیجے ہوئے فرشتوں کو دینا ہوگا۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

تجہیز و تکفین میں دیر نہ کرنا اور تدفین کے بعد قبر پر پڑھی جانے والی آیتوں کا بیان

33/3453۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہوں کہ جب تم میں سے کسی کا انتقال ہو جائے تو اس کی تجہیز و تکفین میں دیر مت کرو۔ (جہاں تک ہو سکے اس کے دفن کا جلد انتظام کرو) اور قبر تک جنازہ جلد جلد لے چلو (مگر جنازہ لے کر ایسا بھی جلد نہ چلو کہ جس سے مردہ کو حرکت اور اضطراب ہونے لگے) اور دفن کے بعد میت کے سرہانے سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیتیں الٓمٓ سے ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ تک اور میت کے پائتیں سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں ''اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے اَلْکَافِرِیْنَ'' تک پڑھیں۔ اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

(7/79) باب البکاء علی المیت

(اس باب میں یہ بیان ہے کہ میت پر کس طرح رونا جائز ہے اور کس طرح کا رونا ناجائز ہے۔ 12)

وقول اللہ عزوجل ''وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ o اَلَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ لا قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ o اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَ رَحْمَۃٌ قف وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُھْتَدُوْنَ o اللہ تعالی کا ارشاد ہے (پ 2 سورۂ بقرہ ع 19 میں) اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ ایسے صابرین کو بشارت سنا دیجئے (جن کی یہ عادت ہے) کہ ان پر جب کوئی مصیبت پڑتی ہے (جیسے کوئی مرجاتا ہے تو وہ نوحہ نہیں کرتے اور چیختے چلاتے نہیں بلکہ بتقاضاء بشریت ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں اور وہ (دل سے سمجھ کر یوں) کہتے ہیں کہ ہم تو (مع مال و اولاد) حقیقتاً اللہ تعالی ہی کی ملک ہیں۔ (مالک حقیقی کو اپنی ملک میں ہر طرح کے تصرف کا اختیار حاصل ہے) اور ہم سب (دنیا سے) اللہ تعالی ہی کے پاس جانے والے ہیں (سو یہاں کے نقصان کا بدلہ وہاں جاکر ملے گا اور جو مضمون بشارت کا ان کو سنایا جائے گا) وہ یہ ہے کہ ان لوگوں پر (جدا جدا) خاص خاص رحمتیں بھی ان کے پروردگار کی طرف سے (مبذول) ہوں گی (اور سب پر بالاشتراک) عام رحمت بھی ہوگی۔ اور یہی لوگ ہیں جن کی حقیقت حال تک رسائی ہوگی (کہ حق تعالی کو مالک اور نقصان کا تدارک کرنے والا سمجھ گئے)

وقولہ تعالی ''وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ ط وَ اِنَّھَا لَکَبِیْرَۃٌ اِلَّا عَلَی الْخٰشِعِیْنَ o الَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّھُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّھِمْ وَ اَنَّھُمْ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ o'' اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے (سورۂ بقرہ پ 1 ع 5 میں) (مسلمانو!

جب تم پر کوئی مصیبت آئے جیسے کوئی مرجائے تو نوحہ کرنے اور چیخنے چلانے سے کیا فائدہ بلکہ ایسی مصیبت کی برداشت کے لئے) صبر اور نماز کا سہارا لو۔ (یعنی صبر کرو اور نماز شروع کردو کہ اس سے مصیبت کے برداشت کرنے میں مدد ملتی ہے) اگرچہ نماز بجائے خود دشوار ہے مگر ان لوگوں پر دشوار نہیں ہے جن کے دلوں میں اللہ کا ڈر ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو اس بات کا خیال رکھتے ہیں کہ بے شک ہم اپنے رب سے ملنے والے ہیں اور (مرنے کے بعد) اسی کی طرف ہم کو لوٹ کر جانا ہے (اسی لئے وہ ہر مصیبت پر صبر کرتے ہیں اور نماز سے مدد لیتے ہیں)

غم کی حالت میں بغیر نوحہ اور آہ وزاری کے اگر آنسو جاری ہوجائیں تو جائز ہے

پہلی حدیث

1/3454 ۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں (ایک دن کا واقعہ ہے) کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ابو سیف لوہار کے گھر گئے جو حضور کے صاجزادے حضرت ابراہیم کی دایا کے شوہر تھے۔ حضور دایا کے گھر پہونچ کر اپنے فرزند حضرت ابراہیم کو (گود میں) لئے انہیں پیار کئے اور سونگھے (پھر واپس ہوگئے) چند روز کے بعد ہم (دوبارہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دایا کے گھر گئے۔ اس وقت حضرت ابراہیم سکرات کی حالت میں تھے (بچہ کی یہ حالت دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ (حضور کو روتے ہوئے دیکھ کر) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ بھی روتے ہیں؟ حضور فرمائے اے ابن عوف (نوحہ اور آہ وزاری کرنا منع ہے اور آنکھوں سے) آنسو کا جاری ہونا یہ رحمت کی نشانی ہے (اور جائز ہے) اس کے بعد آنکھوں میں

آنسو لاکر فرمائے، آنکھ روتی ہے اور دل غمگین ہے اور ہم وہی کہتے ہیں جو ہمارے رب کو پسند ہے اور ہم اے ابراہیم! تمہاری جدائی سے غمگین ہیں۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

دوسری حدیث

2/3455 ۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضور کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے خدمت اقدس میں کسی شخص سے یہ کہلا بھیجا کہ میرا لڑکا سکرات کی حالت میں ہے آپ ذرا تشریف لائیے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے کہ تم واپس جا کر ان کو میرا اسلام پہونچاؤ اور کہو کہ جو کچھ اللہ تعالی لیتا ہے وہ اسی کا ہے اور جو کچھ وہ دیتا ہے وہ بھی اسی کا ہے اور اس کے پاس ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے (وہ وقت ٹل نہیں سکتا) تم کو چاہئے کہ ثواب کی نیت سے صبر اختیار کریں، حضرت زینب پھر دوبارہ کسی کو بھیجے اور قسم دے کر عرض کئے آپ ضرور تشریف لائیے۔ یہ سن کر حضور کھڑے ہوئے اور سعد بن عبادہ، معاذ بن جبل، ابی بن کعب اور زید بن ثابت اور دیگر صحابہ بھی حضور کے ساتھ ہو گئے (جب حضور صاجزادی کے مکان پر پہونچے تو حضور کے سامنے بچے کو پیش کیا گیا۔ اس وقت بچہ سکرات کی حالت میں تھا، بچہ کی سانس سینہ میں اضطراب کے ساتھ چل رہی تھی۔ یہ حالت دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضور کو روتے دیکھ کر) حضرت سعد عرض کئے یا رسول اللہ! کیا آپ بھی روتے ہیں۔ حضور فرمائے سنو سعد! (کسی کی موت پر نوحہ کرنا، چیخنا چلانا، کپڑے پھاڑ لینا اور سر پیٹنا یہ سب حرام اور منع ہیں) البتہ آنکھوں سے (بغیر نوحہ کے) آنسو جاری ہونا، بشریت کا تقاضا ہے اور رحمت و نرم دلی کی نشانی ہے جس کو اللہ تعالی اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا فرماتا ہے (اس لئے یہ جائز ہے) اور اللہ تعالی

بھی اپنے بندوں میں سے انہیں پر رحم فرماتا ہے جو رحم دل ہوتے ہیں۔
اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

تیسری حدیث

3/3456۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو عورتیں جمع ہوئیں (اور بغیر نوحہ و چیخ و پکار کے آنسوؤں سے) رونے لگیں (حضرت عمر میت پر (جیسا کہ اشعۃ اللمعات میں مذکور ہے۔12) صرف رونے کو بھی برا سمجھتے تھے اس لئے) اٹھے اور عورتوں کو رونے سے منع کرنے لگے اور (باہر سے آئی ہوئی) عورتوں کو ہٹانے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے سنو عمر! (نوحہ کرنا اور چیخ و پکار کر رونا منع ہے۔ آنکھوں سے رونا منع نہیں ہے) یہ عورتیں آنکھوں سے آنسو بہا کر رو رہی ہیں۔ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو، آنکھوں سے بھی کیسے نہ روئیں جب کہ ان کا دل دکھا ہوا ہے اور مصیبت ابھی ابھی آپڑی ہے۔ اس کی روایت امام احمد اور نسائی نے کی ہے۔

نوحہ کرنے یا نوحہ کی وصیت کرنے کی وعید

پہلی حدیث

4/3457۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ (ایک دفعہ) بیمار ہوئے اور ان کی بیماری بہت سخت تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ان کی عیادت کے لئے) تشریف لے گئے اور آپ کے ہمراہ عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم تھے جب حضور وہاں پہونچے تو ملاحظہ فرمائے کہ گھر والوں نے ان کو چاروں طرف گھیر رکھا ہے (جس طرح کہ میت کو گھیر لیتے ہیں اور ان پر چادر بھی اڑھادی گئی ہے) حضور دریافت فرمائے

کہ کیا ان کا انتقال ہوگیا ہے لوگوں نے عرض کیا نہیں حضور، ان کا انتقال نہیں ہوا ہے (یہ دیکھ کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روتے دیکھے تو وہ بھی رونے لگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے سنو صاحبو! اللہ تعالی (کسی کے مرنے کی وجہ سے) آنکھوں سے آنسو جاری ہونے اور دل غمزدہ ہونے پر عذاب نہیں دیتے بلکہ زبان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمائے کہ اس کی وجہ سے اللہ تعالی عذاب دیتے ہیں یا اس کی وجہ سے اللہ تعالی رحمت نازل فرماتے ہیں یعنی اگر مصیبت زدہ زبان سے شکوہ شکایت کیا یا زبان سے اللہ سے ناراضی کے الفاظ کہا یا نوحہ کیا یا چیخ وپکار کیا تو اللہ تعالی اس کی وجہ سے اس کو عذاب دیتے ہیں بخلاف اس کے اگر وہ مصیبت زدہ زبان سے ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْـــہِ رَاجِـعُـوْن'' کہہ کر صبر کیا تو اللہ تعالی اس پر رحمت نازل فرماتے ہیں اور اگر (جاہلیت کی عادت کے مطابق کسی نے وصیت کی کہ اس کے مرنے کے بعد اس پر نوحہ کیا جائے اور ورثاء اس کی وصیت پوری کریں) تو میت کو (اس طرح وصیت کی کرنے کی وجہ سے) عذاب (جیسا کہ مرقات اور ردالمحتار میں مذکور ہے۔12) دیا جائے گا۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

دوسری حدیث

5/3458۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہوں (کہ اگر کوئی شخص جاہلیت کی عادت کے مطابق وصیت کرے کہ اس کے مرنے کے بعد اس پر نوحہ کیا جائے اور ورثاء اس کی وصیت پوری کریں یا اس کے خاندان میں نوحہ کرنے کی عادت بھی، اور وہ بھی اس کو پسند کرتا تھا اور ان کے اس نوحہ کرنے سے راضی تھا، اس کو کبھی منع نہیں کیا تھا تو اس کے مرنے کے بعد حسب وصیت اس پر اس کے ورثاء نوحہ کئے یا حسب رواج اس کے

مرنے کے بعد) اس پر نوحہ کیا گیا تو قیامت کے دن اس طرح نوحہ کئے جانے کی وجہ سے اس کو عذاب دیا جائے گا۔

اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: مرقات میں لکھا ہے کہ آواز کے ساتھ میت پر رونے کو نوحہ کہتے ہیں یا میت کے ایسے اوصاف بیان کر کے رونا جو میت میں نہیں ہیں۔ یا میت کے ایسے اوصاف بیان کرنا جو میت میں تو ہیں مگر ان کو مبالغہ کے ساتھ بیان کر کے رونا یہ سب نوحہ کہلاتا ہے۔12

نیک مسلمان کے مرنے پر زمین و آسمان روتے ہیں

6/3459 ۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ (آسمان میں) (یہ ترجمہ تفسیر بیان القرآن سے لیا گیا ہے۔12) دو دروازے ہیں کہ ایک دروازے سے نیک اعمال اوپر چڑھتے ہیں اور دوسرے دروازے سے روزی اترتی ہے جب کوئی مسلمان مرجاتا ہے تو جس دروازے سے اس کے نیک اعمال چڑھتے تھے اور دوسرے جس دروازہ سے مسلمان کی روزی اترتی تھی، یہ دونوں دروازے اس مرنے والے مسلمان پر روتے ہیں (اس وجہ سے کہ ان دونوں دروازوں کو اس مسلمان کی وجہ سے جو خیر و برکات پہونچتے تھے اس کی موت کی وجہ سے بند ہوگئے) (بخلاف کافر کے کہ ان دونوں دروازوں کو کافر سے اس کے شرک کی وجہ سے تکلیف پہونچتی تھی، اس لئے یہ دونوں دروازے اس کی موت پر نہیں روتے) جیسا کہ اس آیت میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ

یعنی کفار کے مرنے پر زمین و آسمان نہیں روتے۔

اس حدیث کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

نوحہ کی تفصیل اور اس کی وعید

7/3460 ۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ وہ شخص ہمارے طریقہ پر نہیں ہے (بلکہ جاہلیت کے طریقہ پر ہے) جو (کسی کے مرنے پر) اپنا منھ پیٹے اور کپڑے پھاڑے (یا شملہ سر سے اتار کر پھینک دے یا دیوار پر سر مارے یا بال نوچے) یا (غم میں) ایسے الفاظ کہے جو جاہلیت میں رائج تھے (اور شریعت کے خلاف ہیں) اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔12

غم کے اظہار کے لئے اپنی ہیئت بدلنے کی وعید

پہلی حدیث

8/3461۔عمران بن حصین اور ابو برزہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ میں شریک ہوئے (اس زمانہ کے رواج کے مطابق اسلامی شعار اور سنت یہ تھی کہ مسلمان قمیصوں پر چادر اوڑھ کر باہر نکلتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملاحظہ فرمائے کہ میت کے قرابتدار (اظہار غم کے لئے) چادروں کو رکھ دئے ہیں اور (جاہلیت کے طریقہ کے موافق بغیر چادروں کے صرف) قمیصوں کے ساتھ جنازہ کے ساتھ چل رہے ہیں (یہ دیکھ کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے (تم کو کیا ہوا ہے باوجودیکہ اسلام آچکا ہے پھر بھی) تم جاہلیت کے کام کررہے ہو (زمانہ جاہلیت میں جیسے غم کا اظہار کرتے تھے، تم بھی زمانہ جاہلیت کے طریقہ کی مشابہت کرکے اپنی چادروں کو پھینک کر غم کا اظہار کررہے ہو) (یہ اللہ اور اس کے رسول کی مرضی کے خلاف کررہے ہو) میرا ارادہ ہوا تھا کہ (جیسے تم اپنی ہئیت کو بدل کر غم کے لئے دوسرے ہئیت اختیار کئے ہو) میں بھی تمہارے لئے بددعا کروں کہ تمہاری انسانی صورتیں مسخ ہوکر (غیر انسانی) صورتیں ہوجائیں (یہ وعید سن کر میت کے قرابتدار ڈر گئے اور اپنی اپنی چادریں لے کر اوڑھ لئے (اور پھر کسی کے غم میں اس طرح) بغیر چادروں کے نہیں نکلے۔اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

دوسری حدیث

9/3462۔ ابوبُردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ (سخت بیمار ہوئے اور آپ) پر غشی طاری ہوگئی، آپ کی زوجہ ام عبداللہ چیخ مار کر آواز سے رونے لگیں پھر جب حضرت ابوموسیٰ کو کچھ ہوش آیا (ابھی آپ کی زوجہ چیخ مار کر رو رہی تھیں زوجہ کی یہ حالت دیکھ کر) حضرت ابوموسیٰ فرمائے کیوں جی تم کو معلوم نہیں میں تم کو بار ہا کہتا رہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ میں ایسے شخص سے بیزار ہوں (اور ناراض ہوں) جو (میت کے غم میں جاہلیت کے طریقہ کے موافق) سر منڈھائے اور نوحہ کرے اور کپڑے پھاڑے (اس لئے میں بھی ان سب چیزوں کو پسند نہیں کرتا ہوں تم کو چاہئے کہ ایسی چیزوں سے باز رہا کریں)۔ اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

جاہلیت کی ممنوعہ خصلتوں اور نوحہ کرنے والی عورت پر عذاب کا بیان

10/3463۔ ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں چار خصلتیں (زمانہ جاہلیت میں ہوا کرتی تھیں) میری امت میں بھی وہ باقی رہیں گی۔

(1) اپنے حسب پر فخر کرنا (یعنی اپنے اور اپنے آباء واجداد کی خوبیوں کو اس طرح بیان کرنا کہ جس سے دوسروں کی حقارت ہو)

(2) دوسروں کے نسب پر طعن کرنا (یعنی اپنے نسب کی بڑائی بیان کر کے دوسروں کے نسب کو عیب لگا کر ان کے نسب کی تحقیر کرنا)

(3) تیسری بات یہ ہے کہ نجوم (جیسا کہ اشعۃ اللمعات میں مذکور ہے۔12) کے قواعد کے موافق یہ اعتقاد رکھنا کہ فلاں تارہ فلاں منزل میں آنے سے بارش ہوتی ہے (یہ اعتقاد حرام ہے، ہر مسلمان کو یہ اعتقاد رکھنا چاہئے کہ تاروں کے لحاظ سے بارش

نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بارش ہوتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ چاہیں بارش ہوتی ہے) اور جب اللہ تعالیٰ چاہیں بارش نہیں ہوتی اور

(4) چوتھی بات یہ ہے کہ میت پر نوحہ کرنا۔ نوحہ کرنے والی عورت اگر مرنے سے پہلے توبہ نہ کرلے (تو چونکہ وہ کپڑے پھاڑتی تھی اور منہ نوچتی تھی) تو اس کے مناسب قیامت میں اس پر یہ عذاب مسلط کیا جائے گا کہ ڈانبر کے مثل لباس پہنایا جائے گا (تاکہ دوزخ کی آگ اس پر بہت زیادہ اثر کرے) اور مثل پیراہن کے ناقابل برداشت کھجلی اور خارش اس کے تمام جسم پر مسلط کی جائے گی۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

نوحہ کرنے والے اور سننے والے مرد اور عورتوں کی وعید

11/3464 ۔ ابو سعید خذری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نوحہ کرنے والے اور نوحہ سننے والے مردوں (جیسا کہ اشعۃ اللمعات میں مذکور ہے۔ 12) اور عورتوں پر لعنت فرمائے ہیں۔

اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

نوحہ کرنے کے بارے میں ام سلمہ کا واقعہ

12/3465 ۔ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتی ہے کہ جب ام سلمہ کے پہلے شوہر) ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا (اور مجھے نوحہ کے ناجائز ہونے کا علم نہیں تھا) تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ ابو سلمہ بے وطن تھے ابھی ابھی اپنا وطن چھوڑ کر آئے تھے (یہاں ان کے کوئی قرابت دار بھی نہیں، اگر کوئی ان کے قرابت دار ہوتے تو ان پر نوحہ کرتے) میں ان پر ایسا ماتم اور نوحہ کروں گی جو یادگار رہے اور لوگ اس کا تذکرہ کرتے رہے۔ چنانچہ میں نے سیاہ کپڑے پہن کر) ابو سلمہ پر ماتم اور نوحہ کرنے کی تیاری کی اتنے میں ایک عورت نوحے اور ماتم میں میرا ساتھ دینے کے

لئے آ رہی تھی کہ (راستہ میں) اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مل گئے اس کو (ماتمی لباس میں) دیکھ کر فرمائے کہ کیا تم چاہتی ہو کہ (نوحہ اور ماتم کر کے) شیطان کو اس گھر میں داخل کر دو۔ کہ جس گھر سے اللہ تعالیٰ نے شیطان کو (اسلام لانے کی وجہ سے) نکال دیا تھا (اس عورت کو متنبہ اور تاکید کرنے کی غرض سے) حضور اس جملہ کو دو مرتبہ فرمائے (حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ جب مجھے حضور کے اس ارشاد کی خبر ملی) تو میں ماتم اور نوحہ کرنے سے رک گئی اور آہ و بکا کرنے سے باز آ گئی۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

نوحہ کی ممانعت اور رونے کی اجازت

13/3466 ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو عورتیں (جمع ہوئیں) اور بغیر نوحہ اور چیخ و پکار کے آنسوؤں سے) رونے لگیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ (میت پر صرف آنکھوں سے رونے کو بھی برا سمجھتے تھے اس لئے اٹھے اور عورتوں کو رونے سے منع کرنے لگے۔ مگر عورتیں حضرت عمر کے منع کرنے سے نہ رکیں تو حضرت عمر کو یہ خوف ہوا کہ یہ رونا بڑھتے بڑھتے کہیں نوحہ تک نہ پہونچ جائے، اس لئے) کوڑے مارنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عمر کو عورتوں کے پاس سے اپنے دست مبارک سے ہٹائے اور ارشاد فرمائے ٹھہرو عمر! اتنی سختی مت کرو (ابھی تو عورتیں آنکھوں سے رو رہی تھیں گو تم اس کو برا سمجھتے ہو۔ مگر یہ جائز ہے، حضرت عمر کو جو خوف تھا کہ کہیں عورتیں روتے روتے نوحہ کرنا شروع کر دیں۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عورتوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمائے (قاعدہ ہے کہ رونا بڑھتے بڑھتے نوحہ تک پہونچ جاتا ہے) تم نوحہ کی نوبت نہ آنے دو (اس لئے کہ) نوحہ شیطان کی طرف سے ہے۔ اس سے بچتے رہنا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (عورتوں سے مخاطب ہو کر) ارشاد فرمائے سنو! (کسی کے مرنے پر غم کرنا کئی قسم کا ہوتا ہے بعض جائز ہے اور

بعض ناجائز ہے) جب آنکھوں سے آنسو بہا کر غم کیا جائے اور دل غمگین رہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہے اور رحمت کا باعث ہے (اللہ تعالیٰ اس طرح غم کا اظہار کرنے سے ناراض نہیں ہوتے ہیں) اور جب (غم کا اظہار) ہاتھ سے ہو (مثلاً منھ پیٹنا، کپڑے پھاڑنا اور بال نوچنا) یا زبان سے ہو (جیسے چلانا اور بیان کر کے رونا) اور ایسے الفاظ کہہ کر رونا جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں) یہ سب شیطان کے بہکانے کی وجہ سے ہے (شیطان اس سے خوش ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتے ہیں)۔

اس حدیث کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

جنازہ کے ساتھ اگر عورتیں ہوں تو کیا کریں

14/3467۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ (جنازہ کے ساتھ جانا تو سنت ہے) مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے جنازہ کے ساتھ چلنے سے منع فرمائے ہیں جس کے ساتھ پکار کر رونے والی اور نوحہ کرنے والی عورتیں ہوں۔

اس حدیث کی روایت امام احمد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

ف: درمختار میں لکھا ہے کہ عورتوں کا جنازہ کے ساتھ جانا مکروہ تحریمی ہے۔ خاص کر نوحہ کرنے والی اور پکار کر رونے والی عورتوں کو سختی سے روک دیا جائے اور مردوں کو جنازہ کے پیچھے چلنا چاہئے، اگر عورتیں جنازہ کے ساتھ ہوں تو مردوں کو عورتوں کی وجہ سے جنازہ کے ساتھ چلنا ترک نہیں کرنا چاہئے بلکہ جنازہ کے آگے آگے چلنا چاہئے۔12

قبر پر نوحہ کرنے کی ممانعت اور صبر کی فضیلت

15/3468۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ (ایک بار) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک عورت کی طرف سے گزرے جو ایک قبر کے پاس (بیٹھی) آواز سے رو رہی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے ارشاد فرمائے کہ (تو آواز سے رو رہی ہے اور نوحہ کر رہی ہے یہ ناجائز ہے) خدا سے ڈر (اور اس طرح کا نوحہ چھوڑ

دے) اور صبر کر (تا کہ تجھے اس صبر کا ثواب ملے) اس عورت نے جواب دیا، جاؤ صاحب اپنا کام کرو (آپ کو میری مصیبت کی کیا خبر آپ میری جیسی مصیبت میں گرفتار نہیں ہوئے ہیں (یہ عورت جب یہ کہہ رہی تھی تو اس وقت اس کو معلوم نہیں تھا کہ یہ نصیحت فرمانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ حضور جب وہاں سے تشریف لے گئے تو پھر اس عورت سے کہا گیا کہ تجھے کچھ خبر بھی ہے یہ نصیحت فرمانے والے کون تھے؟ سنو! یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے جو تمہیں نصیحت فرمارہے تھے (وہ عورت بہت نادم ہوئی) اور وہاں سے اٹھی تو سیدھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دولت خانہ پر پہونچی، وہ سمجھ رہی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دروازے پر دربان ہوں گے، جیسے بادشاہوں کے دروازے پر ہوتے ہیں۔ یہاں آکر اس نے جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہاں نہ تو دربان ہیں اور نہ تو کوئی تکلیف ہے (گھر کے اندر گئی) اور عرض کی یارسول اللہ میں آپ کو پہچانی نہیں (میرا قصور معاف کیجئے) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ صبر کا ثواب تو ابتداء مصیبت کے وقت ہی ملتا ہے (اور آخر میں تو خود بخود صبر آجاتا ہے یعنی دراصل صبر وہ ہے جو صدمہ کے شروع وقت کیا جائے۔ ورنہ بعد میں تو ہر ایک کو صبر خود بخود آہی جاتا ہے، لہذا شروع مصیبت کے وقت صبر کرنا چاہئے کیونکہ اس پر ثواب ملتا ہے) اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ابتدائے مصیبت ہی میں صبر کرنے سے اجر ملتا ہے

16/3469۔ ابوامامۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے ہیں کہ اللہ تعالی ارشاد فرمائے ہیں کہ اے ابن آدم (جب تجھ پر کوئی مصیبت آئے مثلاً کوئی مرجائے یا نا قابل برداشت رنج کی خبر پہنچے تو) مصیبت آتے ہی ابتدائے مصیبت کے وقت ثواب کی نیت سے اگر تو صبر کرے (اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہے اور رونا پیٹنا اختیار نہ کرے اور نہ کوئی ایسے حرکات کرے کہ جس سے بے

صبری کا اظہار ہو اور نہ زبان سے ایسے الفاظ کہے جو اللہ کی مرضی کے خلاف ہوں تو اسی طرح ابتدائے مصیبت کے وقت صبر کرنے کے بدلہ میں) تجھ کو جنت ہی عطا کروں گا (اگر تو ابتدائے مصیبت کے وقت رویا، پیٹا اور بعد کو صبر کیا تو اس کا کچھ فائدہ نہیں۔ کیونکہ رونے پیٹنے کے بعد تو صبر آ ہی جاتا ہے ہاں صرف آنکھ سے آنسو بہیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔

اس حدیث کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

بچوں کے مرنے پر صبر کرنے کا اجر

پہلی حدیث

17/3470۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ اگر کسی مسلمان کے تین بچے مرجائیں تو وہ جہنم میں ہرگز داخل نہیں ہوگا۔ البتہ قسم پوری ہونے کے لئے (دوزخ پر سے بجلی کی طرح فوری گزر جائے گا)۔ اس حدیث کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

ف: جس آیت میں دوزخ پر سے گزرنے کا ذکر ہے وہ آیت یہ ہے:۔

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا

(سورہ مریم پ 16 ع 5) اور اے اولاد آدم! تم میں سے کوئی بشر ایسا نہیں جو جہنم پر سے ہو کر نہ گزرے، یعنی ہر انسان پل صراط پر سے جو دوزخ پر رکھی گئی ہے ضرور گزرے گا۔ یہ ایک قطعی اور فیصل شدہ وعدہ ہے جس کا پورا کرنا تمہارے پروردگار نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے، اس آیت کا عطف) اس سے پہلے کی آیت ''فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ'' پر ہے، اس لئے یہ آیت بھی پہلے کی آیت کے قسم کے تحت میں ہے، گویا اس آیت کے پہلے قسم کے الفاظ فَوَرَبِّكَ محذوف ہیں۔ اس لئے یہ آیت بھی قسم کی آیت ہے (مرقات) 12

دوسری حدیث

18/3471۔ ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک

صحابیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیں یا رسول اللہ مرد لوگ آپ کے احادیث کو آپ سے سن سن کر یاد کرتے جارہے ہیں، ہم عورتوں کے لئے بھی ایک دن مقرر فرمادیجئے کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر ان دینی معلومات کو حاصل کریں جنہیں اللہ تعالی نے آپ کو معلوم کرایا ہے۔ حضور ارشاد فرمائے کہ فلاں دن، فلاں وقت، فلاں جگہ جمع ہوجایا کرو (حسب ارشاد) عورتیں وہاں جمع ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور انہیں ان چیزوں کی تعلیم فرمائی جن کو اللہ تعالی نے آپ کو معلوم کرایا۔ پھر حضور ارشاد فرمائے کہ جس عورت کے تین بچے اس کی زندگی میں مرجائیں تو یہ بچے اس عورت کے لئے آتش دوزخ سے آڑ بن جائیں گے (یعنی یہ بچے اس کو دوزخ میں جانے سے بچائیں گے) یہ سن کر ایک عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر کسی کے دو بچے مرے ہوں تو (اس کا کیا حکم ہے۔ حضور وحی کے انتظار میں کچھ دیر توقف فرمائے تھے کہ) اتنے میں وہ عورت اس جملہ کو دوبارہ دہرائی۔ حضور ارشاد فرمائے ہاں ہاں اگر کسی کے دو بچے بھی مریں ہوں تو اس کا بھی یہی حکم ہے اس جملہ کو حضور اور دو مرتبہ دہرائے۔ اس طرح (تین دفعہ فرمانے سے اچھی طرح تاکید ہوگئی اور سننے والوں کو کوئی شک باقی نہ رہا)۔

اس حدیث کی روایت بخاری نے کی ہے۔

بچوں کے مرنے پر خواہ وہ بالغ ہوں یا نابالغ صبر کرنے کا اجر

19/3472 ۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (اتفاق سے) انصار کی چند عورتیں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھیں) ان سے حضور ارشاد فرمائے تم عورتوں میں سے کسی عورت کے تین بچے مرجائیں (بالغ ہوں یا نابالغ) اور وہ عورت ثواب ملنے کے لئے (ان کی موت پر) صبر کی تو وہ ضرور جنت میں جائے گی۔ ان میں سے ایک عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر کسی کے

دو بچے مرجائیں (تو اس کا کیا حکم ہے؟ حضور ارشاد فرمائے ہاں اگر کسی کے دو بچے بھی مرجائیں تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے

20/3473۔اور بخاری اور مسلم کی ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ اگر وہ بچے جو مرے ہیں نابالغ ہوں تو ان کا یہ حکم ہے۔

(اس روایت میں نابالغ کی قید ضروری نہیں ہے بلکہ جس روایت میں حضور نے عورتوں سے یہ فرمایا تھا کہ جس عورت کے تین نابالغ بچے فوت ہوجائیں وہ جنت میں داخل ہوگی۔ اس وقت وہاں ایسی ہی عورتیں موجود تھیں کہ جن کے نابالغ بچے فوت ہوئے تھے تو حضور نے ان کی تسکین اور تسلی کے لئے نابالغ کا ذکر فرمایا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ نابالغ کی یہ قید ضروری نہیں بلکہ اتفاقی ہے۔اس لئے فوت شدہ بچے بالغ ہوں یا نابالغ سب کا یہی حکم ہے (مرقات) 12

ایک بچہ کے مرنے پر بھی صبر کرنے کا اجر

پہلی حدیث

21/3474۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں جس شخص کے تین نابالغ بچے اس کی زندگی میں فوت ہوئے ہوں (نابالغ کی قید اتفاقی ہے۔اگر بالغ تین بچے بھی فوت ہوئے ہوں تو (مرقات میں ایسا ہی لکھا ہے۔12) اس کا بھی یہی حکم ہے) تو یہ بچے اس کو دوزخ سے ضرور بچائیں گے (یہ سن کر) حضرت ابوذر عرض کئے یارسول اللہ! میرے دو بچے فوت ہوئے ہیں (اس کا کیا حکم ہے) حضور ارشاد فرمائے جس کے دو بچے فوت ہوئے ہوں تو اس کے دو بچے بھی ضرور اس کو دوزخ سے بچائیں گے۔ پھر حضرت ابی بن کعب ابوالمنذر سید القراء نے عرض کیا یارسول اللہ! میرا تو ایک ہی بچہ فوت ہوا ہے (اس کا کیا حکم ہے) حضور ارشاد فرمائے جس کا ایک بچہ فوت ہوا ہو تو اس کا یہ ایک بچہ بھی

ضرور اس کو دوزخ سے بچائے گا۔اس کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔12

دوسری حدیث

22/3475۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہے کہ جس مسلمان ماں باپ کے تین بچے (بالغ ہوں یا نابالغ) مرجائیں (اور ثواب کی نیت سے وہ صبر کریں) تو اللہ تعالی اپنی خاص رحمت سے ان دونوں کو جنت میں داخل کریں گے۔ صحابہ عرض کئے یارسول اللہ! اگر کسی کے دو بچے مرجائیں (تو اس کا کیا حکم ہے) تو حضور ارشاد فرمائے کہ ہاں اگر دو بچے مرجائیں تو بھی (اس کا یہی حکم ہے) صحابہ پھر عرض کئے یارسول اللہ! اگر ایک بچہ مرجائے تو اس کا کیا حکم ہے۔حضور ارشاد فرمائے اگر ایک بچہ مرجائے تو اس کا بھی یہی حکم ہے پھر حضور ارشاد فرمائے (تم بار بار سوال کرکے تین، دو اور ایک بچے کے مرنے کا ثواب دریافت کئے یہ تو کامل بچوں کے مرنے کا ثواب ہے کہ ان کے ماں باپ ضرور جنت میں داخل ہوں گے) اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اگر کسی کا حمل گرجائے اور اس کو ناقص بچہ پیدا ہو (اور حمل گرجانے پر وہ ثواب کی نیت سے صبر کرے تو یہ) ناقص بچہ بھی اپنی ماں کو اپنی آنول کے ذریعہ (جو مثل رسی کے کام دے گی) کھینچتا ہوا جنت میں داخل کرے گا)۔(یعنی ایسا ناقص بچہ بھی اپنی ماں کو ضرور جنت میں داخل کرے گا)

اس حدیث کی روایت امام احمد نے کی ہے اور ابن ماجہ نے بھی اسی کے قریب قریب روایت کی ہے۔

حمل گرنے سے جو بچہ پیدا ہوا ایسا ناقص بچہ بھی اپنے ماں باپ کو جنت میں داخل کرے گا

23/3476۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ اگر کسی کا حمل گر جائے اور اس کو ناقص بچہ پیدا ہو (اور قیامت کے دن جب اللہ تعالی اس بچہ کے ماں باپ کو دوزخ میں داخل کرنے کا ارادہ فرمائیں گے تو یہ بچہ (اپنے ماں باپ کو دوزخ سے بچانے کے لئے بہت کوشش کرے گا اور اَڑ جائے گا تو اللہ تعالی فرمائیں گے اے اَڑنے والے بچہ (ہم کو تیری خاطر منظور ہے) اچھا اپنے ماں باپ کو جنت میں لے جا تو یہ بچہ اپنے ماں باپ کو اپنی آنول کے ذریعہ (جو مثل رسّی کے کام دے گی) کھینچتا ہوا جنت میں داخل کرے گا۔ اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔12

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدائی کا صدمہ بھی امت کے لئے بخشش کا سبب ہے

24/3477۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ میری امت میں سے کسی شخص کے دو نابالغ بچے اس کی زندگی میں انتقال کر گئے ہوں (اور وہ ثواب کی نیت سے اس پر صبر کیا) تو اللہ تعالی (اس شخص کے صبر کی وجہ اور ان کی شفاعت کی وجہ سے) اس شخص کو جنت میں داخل کریں گے (یہ سن کر) حضرت عائشہ دریافت کیں یارسول اللہ اگر کسی شخص کا ایک نابالغ بچہ فوت ہوا ہو (تو اس کا کیا حکم ہے) حضور فرمائے ہاں جس کا ایک ہی (نابالغ) بچہ فوت ہوا ہو (تو اس کا بھی یہی حکم ہے) عائشہ! اللہ تعالی اس سے زیادہ تم کو توفیق دے۔ تمہارے سوال سے میری امت پر آسانیاں اور زیادہ ہورہی ہیں حضرت عائشہ نے دوبارہ دریافت کیا یارسول اللہ اگر آپ کی امت کے کسی شخص کا ایک بچہ بھی فوت نہ ہوا ہو تو اس کا کیا حکم ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے، سنو عائشہ! بچوں کے مرنے سے ان کے والدین کو یہ جو ثواب مل رہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ بچوں کے مرنے کا ماں باپ کو بے حد صدمہ ہوتا ہے، اس کے صلہ میں جنت ملتی ہے۔ میرا دنیا

سے جانا (امت کے لئے) سب مصیبتوں سے بڑی مصیبت ہے (جیسا میرے دنیا سے جانے کا رنج اُمت کو ہوگا۔ اس کے مقابلہ میں اس کو کوئی اور رنج نہیں۔ میرے جانے کے رنج ومصیبت کے صلہ میں اللہ تعالیٰ اس کو جنت عطا فرمائے گا۔ جیسے بچے ماں باپ کے لئے ''فرط'' شفاعت کا ذریعہ ہوتے ہیں اور راحت کا سامان فراہم کرتے ہیں، اسی طرح میری امت میں جس کسی کا کوئی بچہ فوت نہ ہوا ہو تو ایسے لوگوں کے لئے میں فرط رہوں گا۔ ان کے لئے راحت کا سامان جمع کروں گا۔ اور ان کی شفاعت کروں گا)

اس کی روایت ترمذی نے کی ہے (فرط کے معنی قافلہ کے انتظام کے لئے قافلہ سے پہلے منزل پر پہونچنے والے کے ہیں)

چھوٹے بچے جو مر جاتے ہیں وہ ماں باپ کو جنت میں پہونچانے کا سبب ہیں

پہلی حدیث

25/3478 ۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے ایک شخص نے کہا کہ میرا ایک بچہ مر گیا ہے مجھے اس کا بے حد رنج ہے کیا آپ اپنے دلی دوست حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی ایسی حدیث سنے ہیں جس سے (بچوں کے مرنے پر والدین کو جو ثواب ملتا ہے وہ معلوم ہوتا کہ) ہمارا رنج دور ہو اور ہمارے دل کو تسکین ہو جائے۔ حضرت ابو ہریرہ فرمائے جیسا تم کہہ رہے ہو، میں نے ایسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے آپ ارشاد فرمائے ہیں کہ مسلمانوں کے چھوٹے بچے جو مر جاتے ہیں (وہ جنت میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگرانی میں رہتے ہیں اور) وہ ہر جگہ جاتے ہیں (لیکن ان کو کوئی روکنے والا نہیں۔ پھر جب قیامت قائم ہوگی تو سب میدان قیامت میں جمع ہو جائیں گے، چھوٹے بچے بھی اور ان کے والدین بھی) جب یہ چھوٹے بچے اپنے (ماں) باپ کو دیکھیں گے تو (ماں) باپ کا دامن پکڑ کر جنت

میں پہونچائے بغیر دم نہیں لیں گے۔اس کی روایت مسلم اور امام احمد نے کی ہے۔

دوسری حدیث

26/3479۔قرۃ المزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (وہ فرماتے ہیں) کہ ایک صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں ہمیشہ اپنے (ایک کم سن) بچے کو ساتھ لے کر حاضر ہوا کرتے تھے۔ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے فرمائے (بچہ کو تم ہمیشہ ساتھ رکھتے ہو) کیا اس بچہ سے تم کو بہت محبت ہے، تو وہ صاحب عرض کئے یارسول اللہ کیا کہوں (مجھے اس بچہ سے بے حد محبت ہے۔میری محبت اس بچہ سے جیسی ہے اس کو سمجھانے کے لئے عرض کرتا ہوں) کہ مجھے اس بچے سے ایسی محبت ہے جیسے اللہ تعالی کو آپ سے محبت ہے اور اللہ تعالی اپنی محبت کو آپ سے اور زیادہ کرے (جب بچہ کا انتقال ہوگیا تو وہ صاحب حضور کی خدمت میں تنہا آنے لگے) ان کو تنہا آتے ہوئے دیکھ کر حضور دریافت فرمائے۔ان کا بچہ کیا ہوا۔صحابہ عرض کئے وہ بچہ تو مرگیا یارسول اللہ، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچہ کے والد کی طرف متوجہ ہوکر ارشاد فرمائے (گو تم کو رنج بے حد ہوا ہے مگر اخروی خوش خبری سن لو) تمہارا بچہ (کرامت سے) جنت کے ہر دروازے پر نظر آئے گا اور تمہارا انتظار کرتا رہے گا، جس دروازے سے تم جاؤ گے وہ بچہ تمہارا استقبال کر کے تم کو جنت میں لے جائے گا (یہ سن کر) ایک صحابی عرض کئے یارسول اللہ یہ خوش خبری صرف انہی کے لئے مخصوص ہے یا سب مسلمانوں کے لئے ہے۔حضور ارشاد فرمائے، یہ خوش خبری ہر (اس) مسلمان کے لئے ہے (جس کا بچہ اس کی زندگی میں مرگیا ہے) اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

بچہ کی موت پر صبر کرنے کا اجر

27/3480۔ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جب کسی مسلمان کا کمسن بچہ

مر جاتا ہے تو اللہ تعالی ملک الموت اوران کے ساتھ کے فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ کیا تم میرے بندہ کے بچہ کی روح نکالے۔فرشتے عرض کرتے ہیں جی ہاں! پھر اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ کیا تم اس لخت جگر کو لے لئے۔فرشتے عرض کرتے ہیں جی ہاں! تو اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے (بچہ کی موت کی رنج وغم کی حالت میں) کیا کہا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اس نے (اپنے رنج وغم کے باوجود اس مصیبت پر اس کو صبر کی جو توفیق ملی اس پر) الحمد للہ کہہ کر شکرادا کیا اور ''اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ '' بھی کہہ کر (اپنی موت کو اور اللہ تعالی کے سامنے حاضر ہونے کو یاد کیا اور جزع فزع اور بے قراری ظاہر نہیں کیا) تو اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ اس نے مصیبت میں صبر اور تسلیم ورضا اختیار کیا ہے اور الحمد للہ کہا ہے اس کے بدلے میں) اس کے لئے جنت میں ایک محل بناؤ اور اس کا نام بیت الحمد رکھو۔اس کی روایت امام احمد اور ترمذی نے کی ہے۔

کسی عزیز یا مخلص کی موت پر صبر کا صلہ

28/3481۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے ہیں اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ جس مسلمان کو کسی مسلمان سے دنیوی تعلقات ہوں اور اس کو اس سے بیحد محبت ہو (جیسے باپ، بیٹا، بھائی، بیوی وغیرہ) اور اس کا انتقال ہوجائے اور وہ ثواب کی نیت سے اس پر صبر کرے تو میں اس کے صلہ میں اس کو ضرور جنت دوں گا (اور اللہ تعالی کے واسطے کسی سے تعلق ہو اور ان سے اس کو بیحد محبت ہے جیسے استاد و مرشد اگر ان کا انتقال ہوجائے اور وہ ثواب کی نیت سے صبر کرے تو اس کی جزا کا کیا کہنا جنت اور جنت کے اعلی مراتب اس کو دوں گا۔اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔

مصیبت پر اور مصیبت کی یاد پر بھی صبر کرنے سے اجر ملتا ہے

29/3482۔حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جب کسی مسلمان مرد یا مسلمان

عورت پر مصیبت آئے (اور اس سے وہ غمگین رہا اور اس مصیبت پر تھوڑی مدت گزری یا زیادہ) جب کبھی وہ مصیبت یاد آئے اس سے اس کا غم پھر تازہ ہوگیا ایسے وقت وہ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھ کر صبر کیا تو شروع مصیبت میں اس کے صبر کی وجہ سے اس کو جو اجر ملا تھا، اس کو دوبارہ مصیبت یاد کر کے صبر کرنے پر ویسے ہی اجر ملے گا۔ (جیسے اس کو پہلی مرتبہ صبر کرنے پر ملا تھا)۔اس حدیث کی روایت امام احمد نے کی ہے اور بیہقی نے اس کی روایت شعب الایمان میں کی ہے۔

چھوٹی مصیبت پر بھی صبر کرنے سے اجر ملتا ہے

30/3483۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ (جیسے کوئی بڑی مصیبت آئے تو اس پر ''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن'' پڑھ کر صبر کرے تو اس پر اجر ملتا ہے۔ایسے ہی چھوٹی سی چھوٹی مصیبت ہو جیسے) نعلین کا تسمہ ٹوٹ جائے اور وہ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن پڑھے تو (اس چھوٹی مصیبت کے وقت بھی) ویسے ہی اجر ملے گا جیسا کہ بڑی مصیبت کے وقت اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن پڑھنے سے ملا تھا۔

اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

امت محمدیہ کو مصیبت پر صبر کرنے سے علم لدنّی ملنے کی خوش خبری

31/3484۔ام الدرداء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ میں ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے سنی ہوں، ابو الدرداء کہتے تھے کہ میں حضرت ابو القاسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالی نے حضرت عیسی علی نبینا و علیہ الصلاۃ والسلام سے فرمایا، اے عیسی میں تمہارے بعد ایک ایسی امت پیدا کروں گا کہ جب ان کو کوئی نعمت ملے گی تو وہ الحمد للہ کہہ کر اللہ تعالی کا شکر ادا کرے گی اور جب ان پر کوئی (نا قابل برداشت) مصیبت آئے گی جس سے ان کے ہوش وحواس اڑ

جائیں گے اور سمجھ باقی نہ رہے تو باوجود اس کے وہ ثواب کی نیت سے اس (مصیبت) پر صبر کریں گے تو حضرت عیسیٰ عرض کئے کہ اے میرے پروردگار (مصیبت کی وجہ سے) جب ان کے ہوش وحواس اڑ جائیں اور سمجھ باقی نہ رہے تو وہ مصیبت پر کیسے صبر کریں گے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہوا کہ (انسانی فطرت کے لحاظ سے مصیبت کی وجہ سے ہوش و حواس اور سمجھ نہ رہے گی مگر) میں اپنے پاس سے ان کو علم لدنی اور سمجھ دوں گا (جس سے ان کو مصیبت پر صبر کرنا آسان ہو جائے گا)

اس حدیث کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

نعمت اور مصیبت میں مسلمان کیا کرتا ہے

32/3485 ۔سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ مسلمان کا عجب حال ہے (ہر حال میں وہ اللہ ہی کا رہتا ہے) اگر اس کو بھلائی اور نعمت پہونچتی ہے تو الحمد للہ کہہ کر اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور اگر کوئی بلا اور مصیبت پہونچتی ہے تو اس بلاء اور مصیبت کا ثواب اس کے پیش نظر ہو جاتا ہے، اس وجہ سے وہ الحمد للہ کہتا ہے (یا اس کو یہ خیال آتا ہے کہ یہ بلا اور مصیبت دنیوی امور میں آئی ہے دین کو میرے اللہ نے بچا رکھا ہے اور دین پر کوئی مصیبت نہیں آتی ہے۔ اس لئے الحمد للہ کہتا ہے یا یہ خیال آتا ہے کہ اللہ تعالی کا بڑا احسان ہے کہ مجھ پر یہ مصیبت بھیجا۔ اس سے کوئی اور بڑی مصیبت میں مجھکو مبتلا نہیں کیا۔ اس لئے الحمد للہ کہتا ہے اور اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ کہہ کر صبر کرتا ہے مسلمان کا جو کام ہوتا ہے وہ اللہ کی خوشنودی اور اس کو راضی کرنے کے لئے ہوتا ہے اس لئے) اس کو ہر کام میں اجر وثواب ملتا ہے (مثلاً اگر وہ اپنی بیوی کے منھ میں نوالہ دے (اور دیتے وقت یہ نیت کرے کہ اس کا حق جو میرے ذمہ ہے، اس کی ادائی کے لئے دے رہا ہوں، اگرچہ کہ اس میں اس کو حظ نفس حاصل ہو رہا ہے لیکن وہ زنا کے ذریعہ حظ نفس

حاصل نہ کر کے حلال ذریعہ سے اللہ کی خوشنودی کے لئے اپنی بیوی کے منہ میں نوالہ دے کر حظ نفس حاصل کررہا ہے، اس لئے اس کو اپنی بیوی کے منہ میں نوالہ دینے سے بھی اجر ملتا ہے) اس حدیث کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔

مسلمان کو پرسہ دینے کا ثواب

پہلی حدیث

33/3486۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ کسی مسلمان پر کوئی مصیبت آپڑے (کسی کے مرنے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے جس کی وجہ سے وہ بہت پریشان ہے دوسرا مسلمان اس کے پاس جا کر یا خط لکھ کر) اس کو تسلی دیا اور صبر کی تلقین کیا (جس سے اس کا غم غلط ہو) تو اس تسلی دینے والے کو بھی اتنا ہی اجر ملے گا جتنا کہ مصیبت زدہ کو ملتا ہے۔ اس حدیث کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

دوسری حدیث

34/3487۔ ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے ہیں کہ کسی عورت کا بچہ مرگیا اور وہ بہت ہی غم زدہ ہے جو مسلمان اس کی تعزیت کرے اور دلاسہ دے تو تعزیت دینے والے کو (اعزاز کے طور پر) جنت میں جنتی خلعت پہنائی جائے گی۔ اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

نوحہ کی ممانعت اور پرسہ کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل

35/3488۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اتفاق (مرقات میں ایسا ہی مذکور ہے۔ 12) سے مسجد میں) تشریف فرما تھے کہ آپ کے پاس زید بن حارثہ، جعفر بن ابی طالب اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کے شہید ہونے کی خبر آئی۔ اس خبر کے سننے سے رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ مبارک پر غم کے آثار ظاہر ہوئے۔ ام المومنین فرماتی ہیں کہ میں دروازے کے دراڑ سے دیکھ رہی تھی کہ ایک شخص نے حاضر ہوکر عرض کیا یارسول اللہ حضرت جعفر کے گھر کی عورتیں (نوحہ کرکے اور چیخ وپکار کرکے) رورہی ہیں، آپ اس شخص سے فرمائے کہ تم جاؤ اور ان کو (نوحہ اور چیخ اور پکار کرنے سے) منع کرو، وہ شخص چلا گیا اور دوبارہ حاضر ہوکر عرض کیا کہ وہ عورتیں میری بات نہیں مانتیں ہیں (اور نوحہ کرکے برابر رو رہی ہیں۔ حضور دوبارہ اسی شخص کو فرمائے کہ جاؤ اور ان کو نوحہ کرکے) رونے سے منع کرو تو (وہ شخص چلا گیا اور تیسری بار حاضر ہوکر) عرض کیا کہ حضور! بخدا یہ عورتیں ہمارے قابو سے باہر ہوگئی ہیں (اور نوحہ کرکے رونے سے باز نہیں آرہی ہیں) ام المومنین فرماتی ہیں کہ مجھے خیال پڑتا ہے کہ حضور نے اس وقت اس شخص سے فرمایا تھا کہ جاکر ان کے منہ میں مٹی ڈال دو (اس سے حضور اپنی ناراضگی کا اظہار فرمائے) پھر حضرت عائشہ اپنے آپ سے فرمائے (یہ عجیب شخص ہے) خدا اس کو ذلیل کرے نہ تو حضور کے حکم کی تعمیل کرکے عورتوں کو نوحہ کرنے سے روک سکا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بار بار عرض کرکے تکلیف دینا بھی نہ چھوڑا۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔

پرسہ لینے کا اہتمام کرنا مکروہ ہے

ف: اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتفاق سے مسجد میں تشریف فرما تھے۔ جب کہ حضرت جعفر وغیرہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کی خبر آئی۔ اس لئے ردالمحتار میں مذکور ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کے انتقال پر قصداً مسجد میں یا گھر میں بیٹھے تاکہ لوگ اس کی تعزیت کریں تو یہ مکروہ ہے۔ بلکہ لوگ جب دفن سے فارغ ہوجائیں تو صاحب میت کے گھر جمع نہ ہوں بلکہ اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں اور اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہوجائیں اور میت کے ورثاء بھی اپنے گھر چلے جائیں اور اپنے کاموں میں مصروف ہوجائیں۔ 12

اہل میت کے گھر کھانا بھیجنے کا جواز

36/3489۔ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں

کہ جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے شہادت کی خبر پہنچی تو حضور نے (اپنے گھروالوں) سے فرمایا تم جعفر کے گھروالوں کے لئے کھانا تیار کرکے بھیجو کیوں کہ جعفر کی موت سے ان پر ایسی مصیبت آئی ہے جس کی وجہ سے ان کو کھانا تیار کرنے کا موقع نہیں ہے۔

اس کی روایت ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔12

قبر پر سوگ منانے کی ممانعت اور سوگ کا ایک نادر واقعہ

37/3490۔ امام بخاری سے تعلیقاً روایت کی گئی ہے ہ جب حسن مثنیٰ ابن حسن بن علی رضی اللہ عنہم کی وفات ہوئی تو آپ کی بیوی آپ کی قبر کے پاس ایک سال تک ڈیرہ لگا کر بیٹھی رہیں (میت کو دفن کرنے کے بعد اہل میت کو اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہوجانا چاہئے۔ حضرت حسن مثنیٰ کی بیوی ایسا نہ کرکے ایک سال تک قبر کے پاس بیٹھی رہیں تو اللہ تعالی کو یہ پسند نہ آیا۔ چونکہ یہ خاندان نبوت سے تعلق رکھتی تھیں۔ اس لئے اللہ تعالی نے ان کو متنبہ کردیا اور ہاتف غیبی کے ذریعہ ان کا یہ کام ناپسند ہونا ظاہر فرمادیا) ایک سال کے بعد جب انہوں نے ڈیرہ اٹھایا تو ایک ہاتف غیبی نے یہ ندا دی کہ حسن مثنیٰ کی بیوی ان کی قبر کے پاس ایک سال تک جو بیٹھی رہیں تو کیا حسن مثنیٰ پھر ان کو مل گئے؟ دوسرے ہاتف غیبی نے اس کا جواب اس طرح دیا (حسن مثنیٰ ان کو پھر ملے تو نہیں) ''یہ خود تھک کر مایوس چلے گئیں''۔

(8/80)باب زيارة القبور

(اس باب میں قبروں کی زیارت کا جائز ہونا، زیارت قبور کی فضیلت اورزیارت قبور کے آداب کا بیان ہے)

زیارت قبور کے آداب

زیارت قبور کا جواز اور فضیلت اور آداب

ف: قبروں کی زیارت کرنا بالاتفاق مستحب ہے اوراس لئے کہ قبروں کی زیارت سے دل میں رقت پیدا ہوتی ہے اوراس سے موت یاد آتی ہے اور عبرت حاصل ہوتی ہے کہ یہ مردے بھی ہمارے جیسے تھے چلتے پھرتے، کھاتے پیتے، دنیا کے سارے کام کرتے تھے۔ آج بے بس ہوکر اپنی اپنی قبروں میں پڑے ہیں ایک دن ہم کو بھی ایسا ہی ہونا ہے۔ دنیا کا ناپائیدار ہونا آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے زیارت قبور سے ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ جیسے ہم کو عبرت حاصل ہوتی ہے اسی طرح مردوں کے لئے بھی دعاء مغفرت کا موقع ملتا ہے اوراس سے ادائی سنت بھی ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ کے قبرستان میں تشریف لے جاتے، مردوں کو سلام کرتے اوران کے لئے دعاء مغفرت فرماتے تھے۔

زیارت قبور کے آداب میں سے ایک ادب یہ ہے کہ جب زیارت قبور کے لئے جائیں تو میت کے پیر کی طرف سے داخل ہوں اوراس طرح کھڑے ہوں کہ اپنا رخ صاحب قبر کے چہرہ کے مقابل ہو اور پشت قبلہ کی طرف رہے اور صاحب قبر کو سلام کرے اور قبر کے پاس قرآن پڑھنا جائز ہے۔ اوراسی پر فتویٰ ہے اور شیخ ابن الہمام نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔ قبر کے پاس سورۂ ملک یا سورۂ اخلاص 7 بار یا 1 بار پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کو بخشیں تو مردوں کی تعداد کے موافق پڑھنے

والے کو نیکیاں ملیں گی۔ (مرقات میں مذکور ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ نے بھی یہی فرمایا ہے۔12) اور بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ فاتحہ، سورۂ قل اعوذ برب الفلق اور سورۂ قل اعوذ برب الناس اور سورۂ قل ہو اللہ احد مرقات میں لکھا ہے کہ ابو محمد سمرقندی نے قل ھو اللہ احد کے فضائل میں اس حدیث کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً کیا ہے۔) پڑھ کر اس کا ثواب اہل مقابر کو پہونچائیں۔ تو یہ ثواب ان کو پہونچتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ قرآن یا قرآن کا کوئی سورہ پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کو بخشیں تو یہ ثواب مردوں کو پہونچتا ہے۔

شیخ عبداللہ یافعی رحمۃ اللہ اپنی کتاب روض الریاحین ہیں لکھے میں کہ شیخ عزالدین عبدالسلام رحمۃ اللہ کو ان کے انتقال کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا وہ فرمارہے تھے کہ ہم دنیا میں کہا کرتے تھے کہ قرآن کا یا قرآن کے کسی حصہ کا ثواب مردوں کو بخشا جائے تو مردوں کو نہیں پہنچتا، اس کے ہم دنیا میں قرآن پڑھ کر اس کا تواب مردوں کو بخشنے سے منع کرتے تھے، مرنے کے بعد جب ہم اس عالم میں پہونچے تو معلوم ہو کہ ہمارا یہ کہنا غلط تھا۔ قرآن پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کو بخشا جائے تو ان کو ضرور پہونچتا ہے۔ (یہ پورا مضمون اشعۃ اللمعات سے لیا گیا ہے۔

مرقات میں لکھا ہے کہ خلال نے اپنی کتاب الجامع میں امام شعبی سے روایت کی ہے کہ انصار رضی اللہ عنہم میں سے جب کسی کا انتقال ہوجاتا تو وہ ان کے قبر کی زیارت کے لئے جاتے تو قبر کے پاس قرآن پڑھا کرتے تھے ابو القاسم سعد بن علی الزنجانی نے اپنی کتاب فوائد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جو شخص قبرستان میں جائے اور سورۂ فاتحہ، سورہ قل ھو اللہ احد، سورۂ الھکم التکاثر پڑھ کر اس کا ثواب قبرستان کے مردوں کو پہنچائے تو یہ مردے قیامت میں اس پڑھنے والے کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس شفاعت کریں گے۔

قاضی ابوبکر بن عبدالباقی نے اپنی کتاب ''مشیخہ'' میں سلمہ بن عبید سے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ رات کے وقت حماد مکی مکہ مکرمہ کے قبرستان کو تشریف لے گئے اور ایک قبر پر سر رکھ کر سوگئے۔

انھوں نے خواب میں دیکھا کہ قبرستان کے مردے کئی حلقے بنا کر بیٹھے ہوئے ہیں میں نے مردوں کو (ایسی حالت میں دیکھ کر) ان سے پوچھا کہ کیا قیامت قائم ہوگئی ہے مردے جواب دئے کہ نہیں نہیں قیامت قائم نہیں ہوئی ہے بلکہ ایک شخص سورۂ قل ھواللہ احد پڑھ کر اس ثواب اس قبرستان کے مردوں کو بخشا ہے اور ہم سب مردے اس کا ثواب ایک سال سے آپس میں بانٹ لے رہے ہیں۔

عبدالعزیز خلال نے اپنی سند سے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائے ہیں کہ جو شخص قبرستان میں جائے اور قبرستان میں سورہ یسین پڑھ کر اس کا ثواب قبرستان کے مردوں کو بخشے تو قبرستان کے جن مردوں پر عذاب ہو رہا ہو تو سورہ یسین کا ثواب بخشنے کی وجہ سے ان مردوں سے عذاب اٹھالیا جاتا ہے اور قبرستان کے مردوں کی تعداد کے موافق پڑھنے والوں کو نیکیاں ملیں گی۔ (مرقات کا مضمون یہاں ختم ہوا)

ان آثار واحادیث سے اور اسی طرح کے اور آثار واحادیث سے ثابت ہوا کہ قران اور قرآن کی سورتوں کا ثواب مردوں کو پہونچتا ہے جیسے حج عن الغیر سے حج کرنے کا ثواب ایک شخص کی طرف سے دوسرے شخص کو پہونچتا ہے بعض حضرات کا خیال ہے کہ قرآن شریف پڑھ کر بخشا جائے تو اس کا ثواب مردوں کو نہیں پہونچتا۔ اور اس کی تائید میں یہ آیت پیش کرتے ہیں

''اَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى '' (سورۂ نجم پ 27 ع 2) اور اس آیت کے معنی یہ حضرات یوں کرتے ہیں ''انسان کو وہی ملے گا کہ جو عمل اس نے کئے ہوں''۔ (دوسرا اگر اس کے لئے عمل کرے تو ایک کا ثواب دوسرے کو نہیں ملے گا) حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔ اس واسطے کہ بیان القرآن (جلد 11 صفحہ 72) میں مذکور ہے کہ اس آیت میں سعی سے مراد عمل نہیں بلکہ ایمان ہے یعنی جو ایمان لایا اسی کو اس کا فائدہ ملے گا۔ یعنے کسی دوسرے کا ایمان اس کے کام نہیں آئے گا۔ ہاں ایک کا عمل دوسرے کے کام آئے گا جیسا کہ سورۂ طور کی اس آیت شریفہ سے ثابت ہوتا ہے

''وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ'' (سورۂ طور پ 27 ع 1)

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد بھی ایمان لائی اگرچہ کہ اولاد کے اعمال اپنے آباء

کے اعمال کے برابر نہیں ہیں، پھر بھی ان کے آبا کے اعمال ہم ان کو دے کر ان کو ان کے آباء کے درجہ میں پہنچادیں گے اور اس سے ان کے آباء کے اعمال کا ثواب کم نہیں کریں گے)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایک کے اعمال کا ثواب دوسرے کو پہونچتا ہے۔ اسی لئے ردالمحتار میں مذکور ہے کہ "ہمارے علماء نے باب (الحج عن الغیر میں صراحت کی ہے کہ انسان اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو دے سکتا ہے جیسے نفل نماز یا نفل روزہ یا خیرات وغیرہ۔ ہدایہ میں بھی ایسا ہی لکھا ہے اور فتاوی تاتارخانہ کی کتاب الزکاۃ میں محیط سے نقل ہے کہ اس شخص کے لئے جو خیرات کرنا چاہتا ہے) بہتر یہ ہے کہ وہ خیرات کرتے وقت تمام مسلمان مرد اور مسلمان عورتوں کو ثواب پہونچانے کی نیت کرے، اس لئے کہ یہ ثواب ان کو پہونچتا ہے اور اس سے خیرات کرنے والے کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوتی (ردالمحتار کی عبارت یہاں ختم ہوئی)

علاوہ ازیں مرقات نے ایصال ثواب کے جواز پر مستعد احادیث آثار اور فقہی روایات کے بیان کرنے کے بعد یہ بھی لکھا ہے کہ تمام دنیا کے مسلمان بلا اختلاف ہر شہر میں اور ہر زمانہ میں جب کسی کا انتقال ہو جائے تو میت کو ثواب پہونچانے کے لئے جمع ہوتے ہیں اور قرآن پڑھ کر اس کا ثواب میت کو پہونچاتے ہیں۔ مسلمانوں کا سالہا سال سے ایصال ثواب کرنے کا یہ عمل اس بات کی دلیل ہے کہ ایصال ثواب جائز ہونے پر تمام دنیا کے مسلمانوں کا اجماع ہے۔ ایصال ثواب کے جواز پر یہ اور اس قسم کی ساری دلیلوں کو حافظ شمس الدین ابن عبدالواحد المقدسی الحنبلی نے اپنے رسالہ میں بیان کیا ہے جس کو انھوں نے ایصال ثواب کے جواز پر لکھا ہے۔ (یہ پوری عبارت مرقات سے لی گئی ہے)

مذکورہ بالا تفصیلات سے مسلمانوں کا جمع ہو کر ایصال ثواب کے لئے قرآن پڑھنے کا ثبوت مل گیا۔ اب رہا قبر کے پاس انفرادی طور پر یا اجتماعی طور پر قرآن پڑھ کر بخشنا اس بارے میں مرقات ہی میں ذیل کی تقریر مذکور ہے۔

" علامہ سیوطی رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے کہ نہ صرف شافعی حضرات بلکہ دیگر علماء نے بھی قبر کے پاس قرآن پڑھنے کو جائز قرار دیا ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ شرح المہذب میں فرماتے ہیں کہ جو شخص زیارت قبور کے لئے جائے اس

کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ جس قدر قرآن اس سے ہوسکے تلاوت کرکے اس کا ثواب صاحب قبر کو بخشے اور ان کے لئے دعاء مغفرت کرے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ سے بھی اس بارے میں ایسی ہی صراحت موجود ہے اور دیگر علماء کا بھی اسی پر اتفاق ہے۔

امام نووی شرح مہذب میں ایک اور مقام پر یہ بھی فرمائے ہیں کہ اگر سب مل کر پوری قرآن قبر کے پاس بیٹھ کر ختم کریں تو یہ افضل ہے۔ (مرقات کی عبارت یہاں ختم ہوئی)

اور اشعۃ اللمعات میں زیارت قبور کے آداب میں یہ بھی لکھا ہے کہ قبروں کی زیارت کسی دن بھی کی جاسکتی ہے لیکن افضل یہ ہے کہ جمعہ کے دن زیارت کی جائے۔ اس لئے کہ جمعہ کے دن اہل قبور کے حس اور ادراک اور دنوں کی بہ نسبت زیادہ ہوجاتے ہیں۔ 12

مرد اور عورتوں دونوں کے لئے زیارت قبور کی اجازت اور اس کی تائید میں قربانی کے گوشت اور شراب کے برتنوں کے استعمال کی تفصیل

1/3491 ۔ بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ میں نے تم کو پہلے قبروں کی زیارت کرنے سے منع کیا تھا (اور عورتوں کے لئے یہ ارشاد ہوا تھا کہ ''لَعَنَ اللّٰہُ زَوَّارَاتِ الْقُبُوْرِ '') (یہ حدیث زجاجہ کے آخر میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس کو یہاں لے لیا گیا ہے۔) (قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر اللہ کی لعنت ہو) یہ دونوں حکم مردوں اور عورتوں کے لئے اسلام کے شروع زمانہ کے ہیں، اب یہ دونوں حکم منسوخ ہوگئے ہیں) اس لئے مردوں اور عورتوں دونوں کو یہ حکم ہورہا ہے۔ ''فَزُوْرُوْهَا '' مرد ہو یا عورت دونوں کو زیارت قبور کی اجازت ہے (اور یہ مستحب ہے، زیارت قبور سے موت اور آخرت کی یاد آجاتی ہے اور دنیا

سے نفرت ہو جاتی ہے۔ دنیا میں پھنس کر گناہوں میں مبتلا ہوتے تھے۔ زیارت قبور سے دنیا کی ناپائیداری آنکھوں کے سامنے ہو جاتی ہے اس لئے دنیا کرتے بھی ہیں تو آخرت کے ساتھ، عورتوں کو زیارت قبور کی اجازت تو ہوگئی ہے مگر ان کو چاہئے کے زیارت قبور کے وقت جزع وفزع اور نوحہ نہ کریں۔ کیونکہ یہ شرعاً ممنوع ہے)

قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ مدت تک رکھا جاسکتا ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بھی ارشاد فرمائے ہیں کہ (قربانی کے گوشت کے تین حصہ کرنا مستحب ہے، ایک حصہ فقراء کو دینا چاہئے۔ اور دوسرا حصہ قرابت داروں کو اور تیسرا حصہ اپنے گھر والوں کے لئے رکھنا چاہئے۔ ایک زمانہ ایسا گزرا کہ بہت سے فقراء قحط کی وجہ سے مدینہ منورہ میں آگئے تھے ان کے لحاظ سے ارشاد ہوا کہ وہ تیسرا حصہ جو تمہارا ہے، اس کو گھر کے خرچ کے موافق رکھ کر باقی گوشت تین دن سے زیادہ نہ رکھنا چاہئے، اس کو بھی خیرات کر دینا چاہئے۔ اب قحط کا زمانہ نہیں رہا۔ اس لئے) اب تم کو اجازت ہے کہ تم قربانی کے اپنے حصہ کو تین دن سے زائد جب تک چاہو رکھ سکتے ہو۔ مرقات میں ایسا ہی لکھا ہے۔

شراب کے برتنوں میں نبیذ رکھنے کی اجازت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بھی ارشاد فرمائے ہیں کہ میں نے پہلے تم کو مشکیزہ کے علاوہ دوسرے برتن (جس میں شراب رکھی جاتی تھی) ان میں نبیذ رکھ کر پینے سے منع کیا تھا (شراب کی حرمت سے پہلے جن برتنوں میں شراب بنائی جاتی اور رکھی جاتی تھی، شراب کی حرمت کے بعد نبیذ یعنی کھجور یا انگور کے شربت کو ان برتنوں میں رکھنے اور پینے سے بھی منع کر دیا گیا تھا۔ شراب کی حرمت کو جب ایک مدت گزر گئی اور شراب کی برائی دلوں میں بیٹھ گئی تو ان برتنوں کے استعمال کی اجازت

مل گئی اور ان برتنوں کے استعمال کی ممانعت کا حکم منسوخ ہوگیا اور ارشاد ہوا کہ) اب تم تمام برتنوں میں (خواہ وہ شراب رکھنے اور شراب بنانے کے برتن ہی کیوں نہ ہوں) ان میں نبیذ رکھ کر پی سکتے ہو، ہاں (اس کا خیال رہے کہ نبیذ شراب نہ ہوجائے کیونکہ ان برتنوں کے مسامات بند رہنے سے نبیذ جلد شراب ہو جاتی ہے۔ اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے) اس حدیث کی روایت مسلم نے کی ہے۔

زیارت قبور کی اجازت

2/3492۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ میں پہلے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا مگر اب تم کو قبروں کی زیارت کرنے کی اجازت دیتا ہوں کہ (مرد ہو یا عورتیں) قبروں کی زیارت کیا کریں۔ کیونکہ زیارت قبور دنیا سے بے رغبت کردیتی ہے اور آخرت کی تیاری میں لگا دیتی ہے۔اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر سال شہدائے احد کی زیارت کے لئے تشریف لے جانے سے اعراس میں شریک ہونے کی اجازت

ف: مذکورہ بالا دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ زیارت قبور مستحب ہے، اگرچہ کہ زیارت کے لئے دور دراز مقام پر سفر کرنا پڑے، جیسا کہ لوگوں کی عادت ہے کہ اولیاء اللہ کے اور بزرگوں کے قبور کی زیارت کے لئے سفر کرتے ہیں۔لوگوں کا اس طرح بزرگوں کی مزارات کی زیارت کے لئے جانا جائز اور سنت ہے جیسا کہ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہداء احد کی زیارت کے لئے ہر سال تشریف لیجایا کرتے تھے۔حالانکہ احد مدینہ منورہ سے کافی فاصلہ پر واقع ہے۔(یہ پورا مضمون ردالمختار سے ماخوذ ہے)۔12

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت کرنے سے قبروں کی زیارت کا جواز

3/3493۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے (قبر کے پاس صرف آنسو بہاکر) خود بھی روئے اور آس پاس جو صحابہ تھے ان کو بھی رلائے اور ارشاد فرمائے میں نے اپنے پروردگار سے اپنی والدہ کے لئے دعا مغفرت کرنے کی اجازت مانگی لیکن مجھے اجازت نہیں ملی۔ پھر میں نے ان کی قبر کی زیارت کی اجازت مانگی تو اللہ تعالی نے اجازت دے دی (پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کی طرف متوجہ ہوکر ارشاد فرمائے کہ قبر کی زیارت کی جو اجازت مجھ کو ملی ہے یہ صرف میرے لئے ہی خاص نہیں ہے بلکہ تم لوگوں کے لئے بھی ہے اس لئے) تم لوگ بھی قبروں کی زیارت کیا کرو۔ کیونکہ قبروں کی زیارت سے (جو موت سے غافل ہیں ان کو) موت یاد آجاتی ہے۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے اسلام لانے کی تفصیل

ف: اس حدیث شریف اور اس قسم کی دوسری حدیثوں سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے والدین کے لئے دعا مغفرت کرنا چاہے تو آپ کو اجازت نہیں ملی تو آپ اس وقت صرف قبر کی زیارت کی اجازت لے کر قبر کی زیارت کرلئے مگر آپ کا اس وقت بہت درد کے ساتھ رونا اللہ تعالی کی رحمت کو جوش میں لانے کا سبب بنا اور اللہ تعالی نے آپ کے قلب مبارک پر القاً فرمایا کہ آپ اپنے والدین کے دوبارہ زندہ ہونے اور مشرف با اسلام ہونے کی دعا فرمائیں تو حضور دعا فرمائے اور اللہ تعالی نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور آپ کی خوشنودی کے خاطر بطور معجزہ آپ کی والدین کو زندہ فرمایا۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ اگلے پیغمبروں سے بھی مردوں کو زندہ کرنے کے ایسے واقعات ظاہر ہوئے ہیں۔ چنانچہ سورہ بقرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کے مقتول کو

اللہ تعالی نے زندہ فرمایا تاکہ وہ اپنے قاتل کی خبر دے اور حضرت عیسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام بھی بطور معجزہ مردوں کو زندہ کرتے تھے اور ایسا ہی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک ہاتھو پر اللہ تعالی نے بہت سارے مردوں کو زندہ فرمایا ہے اور ایسا ہی اللہ تعالی نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزے سے آفتاب ڈوبے کے بعد واپس لوٹایا تاکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ عصر کی نماز پڑھ لیں تو جس طرح اللہ تعالی نے آفتاب کو ڈوبنے کے بعد دوبارہ لوٹایا تاکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فوت شدہ نماز پڑھ لیں۔ اس طرح اللہ تعالی نے حضور کے والدین کی وفات کے بعد دوبارہ ان کو زندہ کیا۔ تاکہ ایمان لانے کا موقع گزر جانے کے بعد بھی پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے۔ اس لئے ردالمحتار میں لکھا ہے کہ اللہ تعالی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعزاز میں آپ کے والدین شریفین کو زندہ فرمایا تاکہ وہ آپ پر ایمان لائیں اور آپ کا رنج وغم دور ہو۔ چنانچہ آپ کے والدین زندہ ہوئے اور حضور پر ایمان لائے۔ اس واقعہ کا ذکر ایک حدیث میں آیا ہے اور اس حدیث کو علامہ قرطبی اور علامہ ابن ناصر حفاظ الشام اور دیگر فاظ حدیث نے صحیح قرار دیا ہے۔ اشعۃ اللمعات میں بھی ایسا ہی مذکور ہے۔ 12

اہل قبور کو سلام کا مسنون طریقہ

پہلی حدیث

4/3494۔ بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب صحابہ زیارت قبور کے لئے قبرستان کو جانے کا ارادہ کرتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو یہ دعا سکھاتے کہ جب تم قبرستان میں جاؤ تو وہاں یہ دعا پڑھا کرو:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ نَسْاَلُ اللّٰہَ لَنَا وَلَکُمُ الْعَافِیَۃَ

مسلمانوں کے قبرستان والو! (مومن ہو یا مومنات) تم سب پر سلام ہو۔ (یعنی آخرت کی مصیبتوں اور پریشانیوں سے) اللہ تعالی تم کو سلامت رکھے، (ایک دن وہ آتا ہے کہ) ہم بھی تم سے انشاء اللہ ملنے والے ہیں۔ ہم اپنے لئے اور تمہارے لئے اللہ تعالی

سے خیر و عافیت کی دعاء مانگتے ہیں۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

دوسری حدیث

5/3495 ۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں۔کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کی کہ یارسول اللہ جب میں زیارت قبور کے لئے جاؤں تو قبرستان کے مردوں کو کس طرح سلام کروں اور ان کے لئے کیا دعا کروں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے کہ جب تم (زیارت قبور کے لئے جاؤ تو) اس طرح سلام کر کے یہ دعا پڑھا کرو۔ اَلسَّلَامُ عَلٰی اَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَيَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَاْخِرِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ ☆

مسلمانوں کے قبرستان والو! (مومن ہو یا مومنات) تم سب پر سلام ہو (یعنی آخرت کی مصیبتوں اور پریشانیوں سے) اللہ تعالی تم کو سلامت رکھے یوں تو ہر حالت میں اللہ تعالی کی رحمت کی بے حد ضرورت ہے مگر عالم آخرت میں اللہ تعالی کی رحمت کی بے حد ضرورت ہے۔اس لئے ہم دعاء کرتے ہیں کہ) ہم سے پہلے جو عالم آخرت میں جا چکے ہیں، یا ہمارے بعد جو عالم آخرت میں آنے والے ہیں، ان سب پر اللہ تعالی اپنی رحمت نازل فرمائے تاکہ آخرت کی زندگی آرام سے گزرے (اے اہل قبور ایک دن وہ آتا ہے کہ) ہم بھی انشاء اللہ تم سے ملتے ہیں۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔12

تیسری حدیث

6/3496 ۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ ہمیشہ میری باری کی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخر شب مدینہ منورہ کے قبرستان بقیع کو تشریف لے جاتے اور وہاں پہونچ کر یہ دعا فرماتے:

اَسَّلامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ وَاَتَاکُمْ مَاتُوْعَدُوْنَ غَدًا مُؤَجَّلُوْنَ وَاِنَّا اِنْشَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِاَهْلِ بَقِيْعِ الْصَرقَدِ۔

مسلمانوں کے قبرستان والو! تم سب پر سلام ہو۔جس اجر وثواب کا دنیا میں تم سے وعدہ کیا جاتا تھا وہ اب تم کو مل گیا اور باقی پورا پورا ثواب کل قیامت کے بعد جنت میں ملے گا) اور (ایک دن وہ آتا ہے کہ) ہم بھی تم سے ان شاء اللہ ملنے والے ہیں۔الٰہی! مدینہ کے بقیع قبرستان کے تمام مردوں کی مغفرت فرما دیجئے۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

چوتھی حدیث

7/3497۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ایک مرتبہ) مدینہ منورہ کے قبرستان پر سے گزرے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبروں کے پاس اس طرح کھڑے ہوئے کہ آپ کا چہرۂ انور اہل قبور کے چہروں کے مقابل تھا (اور حضور کی پشت مبارک قبلہ کی طرف تھی) اور حضور یہ فرما رہے تھے:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ یَغْفِرَ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثْرِ

اے مسلمانوں کے قبرستان والو! تم سب پر سلام ہو (یعنی آخرت کی مصیبتوں اور پریشانیوں سے) اللہ تعالی تم کو سلامت رکھے اور اللہ تعالی ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے۔تم ہم سے پہلے جا چکے ہو اور ہم بھی تمہارے بعد آنے والے ہیں۔اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔

والدین کے قبروں کی زیارت کی فضیلت

8/3498۔محمد بن النعمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھ

سے ایک صحابی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ جوکوئی مسلمان ہفتہ میں کسی ایک دن اپنے ماں باپ کی قبروں یاان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کرے تو اس کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں اور اس کا نام اس دفتر میں لکھا جاتا ہے کہ جس دفتر میں والدین کے فرماں بردار اور خدمت گزار اولاد کا نام لکھا ہوا رہتا ہے اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان مرسلاً کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں والدین کی قبور کی زیارت کرنے کی جو فضیلت آئی ہے وہ عام ہے۔فرماں بردار اور فرمان دونوں کے لئے ہے لیکن خاص کر بشارت اس اولاد کے لئے ہے۔ جو ماں باپ کی زندگی میں ان کی نافرمان رہی ہے اور ماں باپ ان سے ناراض رہے۔ اگر وہ نافرمان اولاد ان کے مرنے کے بعد ہفتہ میں ایک بار اپنے ماں باپ کی قبر پر جایا کرے اور ان کی مغفرت کی دعاء کیا کریں تو اس کے اپنے گناہ بھی معاف ہوجاتے ہیں اور اس کا نام والدین کے خدمت گزار اور فرماں بردار اولاد کے دفتر میں لکھا جاتا ہے۔ 12

9/3499۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر آنے والی عورتوں پر لعنت کی ہے۔ اس حدیث کی روایت امام احمد، ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔

ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور یہ بھی کہا کہ بعض اہل علم کا یہ خیال ہے کہ یہ حدیث مردوں اور عورتوں کے زیارت قبور کی رخصت دینے سے پہلے کی ہے تو ب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو زیارت قبور کی اجازت دی تو عورتیں بھی اس رخصت میں شامل ہوگئیں۔

بعض اہل علم نے کہا کہ زیارت قبور عورتوں کے لئے مکروہ ہے ان کے صبر نہ کرنے اور کثرت سے آہ و بکا کرنے کی وجہ سے۔

زیارت قبور کے وقت مردوں کے ساتھ زندگی میں جیسا برتاؤ کرتے تھے، ویسا ہی برتاؤ اور ادب کرنا چاہئے۔

10/3500۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ میں اپنے حجرے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دفن ہیں جب جایا کرتی تو اپنی چادر اتار دیا کرتی تھی اور اپنے دل میں کہا کرتی تھی کہ (کون ہیں یہاں غیر) میرے شوہر ہیں اور میرے والد ہیں (اس لئے مجھے اپنی چادر اتار دینے میں کیا مضائقہ ہے) جب میرے اس حجرے میں ان کے ساتھ عمر رضی اللہ عنہ بھی دفن کئے گئے (اور حضرت عمر میرے لئے محرم نہیں تھے) اس لئے میں اس دن سے جب اپنے اس حجرہ میں جاتی تو بخدا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شرما کر کپڑے اوڑھے لپیٹے جاتی تھی۔ اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔

ف: اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا لحاظ فرما کر حجرہ شریف میں اوڑھے لپیٹے جایا کرتی تھیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مردے ان کو پہچانتے ہیں جو ان کے پاس زیارت کے لئے آتے ہیں اور اپنے پاس آنے والے کو جانتے ہیں، اس لئے زندگی میں ان کا جیسے لحاظ کیا جاتا تھا، مرنے کے بعد بھی ویسا ہی لحاظ کیا جانا چاہئے (مرقات، اشعۃ اللمعات، عالمگیری، رد المختار)۔12

خاتمة الطبع

الحمدللہ کہ توفیق الٰہی سے آج بتاریخ 25 رجب المرجب 1383 شب جمعہ مطابق 12 ڈسمبر 1963ء زجاجۃ المصابیح کے اردو ترجمہ بہ مسمّٰی نورالمصابیح کا چوتھا حصہ کتاب الصلاۃ تشریحات اور مباحث کے ساتھ حضرت والا مدظلہ العالی کے زیر نگرانی مکمل ہوا جو ہدیہ ناظرین کرام ہے۔ دعاء ہے کہ اللہ تعالی اس کی افادیت کو عام کرے۔

ان شاءاللہ اس کا پانچواں حصہ کتاب الزکاۃ سے شروع ہوکر اسی طرح تکمیل کو پہونچے گا۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِهِ الْكِرَامِ وَصَحْبِهِ الْعِظَامِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

17 ذوالقعدہ 1390ھ یوم جمعہ

مطابق 15 جنوری 1971ء

منجانب:

مجلس نشر و اشاعت نورالمصابیح

میں آبادی چھوڑ کر باہر نکل جانے پر وقس علی ہذا اور حواشی میں تو کثرت سے مسائل حنفی کی تائید میں دلائل اجمالاً یا تفصیلاً دیدئے ہیں۔

مشکوۃ سے فرق صرف اتنا ہے کہ اس میں ہر عنوان باب کو تین تین فصلوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ اس میں فصلوں کی یہ تقسیم اٹھادی گئی ہے۔

مضمون کتاب کی اصل قدر و قیمت کو پہچاننا اور احادیث مندرجہ کو پرکھنا تو اہل فن ہی کا کام ہے۔ باقی عام ایک ناظر کے نقطہ سے تو فاضل مؤلف نے ایک اہم دینی خدمت انجام دی ہے اور حنفیہ کے ذمہ جو قرض صدیوں سے چلا آ رہا تھا اسے ادا کرنے کی سعادت انہیں حاصل ہوگئی ہے۔

قابل رشک ہیں ایسی ہستیاں جو اس دور میں بھی کساد بازاری اور کسمپری کے ہر پہلو کو آنکھیں بند کئے ہوئے خدمت دین کی دھن میں لگی ہوئی ہیں۔

اس تالیف کے متعلق دارالعلوم دیوبند کے دینی و علمی ماہنامہ ''دارالعلوم'' کے جلد 8 شمارہ 6 ماہ جمادی الآخر 1374ھ مارچ 1955ء کے تبصرہ کا اقتباس ذیل میں درج ہے۔

فقہائے احناف پر جہاں اور بہت سے غلط الزام ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ احناف اہل الرائے ہیں بلکہ بعض زبان و قلم کے بیباک تو یہاں تک کہہ گزرتے ہیں کہ احناف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت پر عمل نہیں کرتے بلکہ وہ تو ''نعمان بن الثابت الکوفی کی شریعت پر عمل پیرا ہیں، گویا کہ مخالفین مسلک احناف کو فقہ حنفی احادیث کے خلاف اور اپنی رائے اور اجتہاد پر قائم نظر آتا ہے حالانکہ محققین کا اس بارے میں فیصلہ یہ ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ حتی الامکان فقہی جزیہ کی بنیاد حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رکھتے ہیں اور اس سلسلہ میں انہوں نے اس کی کوشش کی ہے کہ ذاتی رائے اور اجتہاد پر فیصلہ کرنے سے حتی الوسع گریز اور اجتناب کیا جائے مثلاً ''باب المہر'' میں ایک حدیث ہے کہ **لا مھر اقل من عشرۃ دراھم** احناف نے تعین مہر کو شارع علیہ الصلوۃ والسلام کی جانب سے متعین سمجھا اور اس کے لئے حدیث کی حجت قرار دیا لیکن امام شافعیؒ برد اللہ مضجعہ زوجین کی رائے پر دوسرے معاملات کی طرح اس معاملہ

میں آبادی چھوڑ کر باہر نکل جانے پر وقس علی ہذا اور حواشی میں تو کثرت سے مسائل حنفی کی تائید میں دلائل اجمالاً یا تفصیلاً دیدئے ہیں۔

مشکوۃ سے فرق صرف اتنا ہے کہ اس میں ہر عنوان باب کو تین تین فصلوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ اس میں فصلوں کی یہ تقسیم اٹھادی گئی ہے۔

مضمون کتاب کی اصل قدر و قیمت کو پہچاننا اور احادیث مندرجہ کو پرکھنا تو اہل فن ہی کا کام ہے۔ باقی عام ایک ناظر کے نقطہ سے تو فاضل مؤلف نے ایک اہم دینی خدمت انجام دی ہے اور حنفیہ کے ذمہ جو قرض صدیوں سے چلا آرہا تھا اسے ادا کرنے کی سعادت انہیں حاصل ہوگئی ہے۔

قابل رشک ہیں ایسی ہستیاں جو اس دور میں بھی کساد بازاری اور کسمپرسی کے ہر پہلو کو آنکھیں بند کئے ہوئے خدمت دین کی دھن میں لگی ہوئی ہیں۔

اس تالیف کے متعلق دارالعلوم دیوبند کے دینی و علمی ماہنامہ ''دارالعلوم'' کے جلد 8 شمارہ 6 ماہ جمادی الآخر 1374ھ مارچ 1955ء کے تبصرہ کا اقتباس ذیل میں درج ہے۔

فقہائے احناف پر جہاں اور بہت سے غلط الزام ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ احناف اہل الرائے ہیں بلکہ بعض زبان و قلم کے بیباک تو یہاں تک کہہ گزرتے ہیں کہ احناف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت پر عمل نہیں کرتے بلکہ وہ تو ''نعمان بن الثابت الکوفی کی شریعت پر عمل پیرا ہیں، گویا کہ مخالفین مسلک احناف کو فقہ حنفی احادیث کے خلاف اور اپنی رائے اور اجتہاد پر قائم نظر آتا ہے حالانکہ محققین کا اس بارے میں فیصلہ یہ ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ حتی الامکان فقہی جزیہ کی بنیاد حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رکھتے ہیں اور اس سلسلہ میں انہوں نے اس کی کوشش کی ہے کہ ذاتی رائے اور اجتہاد پر فیصلہ کرنے سے حتی الوسیع گریز اور اجتناب کیا جائے مثلاً ''باب المہر'' میں ایک حدیث ہے کہ **لا مھر اقل من عشرۃ دراھم** احناف نے تعین مہر کو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب سے متعین سمجھا اور اس کے لئے حدیث کی حجت قرار دیا لیکن امام شافعیؒ برد اللہ مضجعہ زوجین کی رائے پر دوسرے معاملات کی طرح اس معاملہ

کو بھی موقوف کرتے ہیں اور تعین مہر میں شارع علیہ الصلوۃ والسلام کی جانب سے کسی صراحت کو تسلیم نہیں کرتے، شوافع نے اس حدیث پر اعتراضات کئے اور اس کی صحت کو مشکوک قرار دیا۔ ہندوستان کے ایک عالم (جن کے بارے میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ان کی نقل نہایت معتبر ہے اور خود ان کی رائے ساقط الاعتبار ہے (او کمال قال)

جن کے ذوق مجتھدانہ کی زد میں اکثر احناف آتے ہیں، اس خاص مسئلہ میں امام شافعیؒ کے ہمنوا ہیں اور اپنی مشہور تصنیف میں احناف کے اس استدلال پر عقلاً و نقلاً اتنے اشکال وارد کئے، جن اشکالات کو پیدا کرنے میں شوافع کی ذہانت بھی ناکام رہی اور اس سلسلہ میں امام محمدؒ کی تفصیلی بحث نیز علماء احناف کی تشفی بخش تقاریر پر مولانا مرحوم نے قلم تنسیخ کھینچ کر رکھ دیا۔ گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ اگر اس حدیث کو بقول شوافع ضعیف بھی تسلیم کرلیا جائے تو کم از کم اتنی حقیقت ضرور معلوم ہوتی ہے کہ فقہ حنفی کی بنیاد الحمد للہ رائے پر نہیں بلکہ احادیث و قرآن کے ذخیرے ہی پر ہے، بجز اس کے اور کیا کہا جائے کہ احناف پر اہل الرائے ہونے کا الزام فکر و نظر کی ناہمواری کے ساتھ فقہ حنفی کے عمیق اور گہرے مطالعہ کے نہ ہونے کی علامت ہے ورنہ اگر انصاف کی نظر سے مطالعہ کیا جائے تو انشاء اللہ مسلک حنفی حدیث کے خلاف نظر نہیں آئے گا۔ جن محقق عالم نے اس خاص باب میں اپنی عمر کا طویل حصہ صرف کیا وہ کہتے تھے کہ

''ہم نے اپنی عمر کے تیس سال اس مقصد کے لئے صرف کئے کہ فقہ حنفی کے موافق حدیث ہونے کے بارے میں اطمینان حاصل کیا جائے۔ سو الحمد للہ اپنی تیس سالہ محنت اور تحقیق کے بعد اس بارے میں مطمئن ہوں کہ فقہ حنفی حدیث کے مخالف نہیں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ جس مسئلہ میں مخالفین احناف جس درجہ کی حدیث رکھتے ہیں کم از کم اسی درجہ کی حدیث اس مسئلہ کے متعلق حنفی مسلک کی تائید میں ضرور موجود ہے اور جس مسئلہ میں حنفیہ کے پاس حدیث نہیں اور اس لئے وہ اجتہاد پر اس کی بنیاد رکھتے ہیں، وہاں دوسروں کے پاس بھی حدیث نہیں'' حیات انور صفحہ 142

یہ خیالات امام العصر مولنا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری کے ہیں جن کا اظہار آپ اپنے درس میں اکثر فرماتے تھے۔ جن دماغوں میں انصاف کی ادنی سی تابانی موجود ہے وہ اس حقیقت کی

تصدیق کریں گے۔

زیر نظر کتاب (زجاجۃ المصابیح) اس مقصد کو سامنے رکھ کر تالیف کی گئی ہے کہ ''مشکوٰۃ شریف'' کے طرز پر ان تمام احادیث کو جمع کیا جائے، جن سے فقہ حنفی کی تائید ہوتی ہے، مؤلف علامہ نے ہر باب کے شروع میں قرآنی آیت کو ذکر کرنے کے بعد مسلک حنفیہ کی مؤید احادیث کو جمع کیا ہے، تمام احادیث سند و متن کے اعتبار سے نہایت قوی اور سلسلۂ رواۃ سلسلۃ الذہب ہے، احادیث متفق علیہ اور علیٰ شرط شیخین ہیں، فٹ نوٹ میں مولنا نے اقوال حنفیہ کی تفصیل فقہائے احناف کے اقوال، عقائد کے مسائل، کلام کے مباحث، معارف الحدیث اور معارف القرآن کو تفصیل سے پیش کرکے کتاب کی قیمت کو ہر جہت سے بالا کردیا ہے۔ فقہ حنفی پر اعتراضات کا جواب حدیث کی تعبیر متعین کرنے کے بعد فقہ حنفی کی وضاحت اس کتاب کی خصوصیت ہے۔

ذمہ داری کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ ''زجاجۃ المصابیح'' فقہ حنفی کی مؤیدات میں اسی حیثیت کی مالک ہے جو فقہ شافعی میں مشکوٰۃ شریف کو حاصل ہے، کتاب کی اصل قدر و قیمت مطالعہ کے بعد معلوم کی جاسکے گی۔

تبصرہ نگار طلبہ اور مدرسین حضرات سے اس ''انمول موتی'' اور ''دُرِ نایاب'' کے مطالعہ کی خاص طور پر سفارش کرتا ہے۔

شرحد ستخط سید محمد انظر شاہ کشمیری

ماہنامہ معارف ماہ اپریل 1955ء اعظم گڑھ میں اس طرح اظہار رائے کیا گیا ہے

زجاجۃ المصابیح حصہ اول و دوم، مولفہ جناب مولنا سید عبداللہ شاہ صاحب حیدرآبادی

تقطیع بڑی ضخامت (409'590) صفحات کاغذ، کتابت، طباعت بہتر، آفسٹ

حضرت امام ابوحنیفہ اور ان کی فقہ پر یہ بہت پرانا اعتراض ہے کہ امام صاحب احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ میں قیاس ورائے کو ترجیح دیتے تھے اور فقہ حنفی کی بنیاد حدیث و سنت سے زیادہ قیاس پر ہے، مگر ہر زمانہ میں اس کے اتنے جوابات دئے جاچکے ہیں کہ اب اس اعتراض کی کوئی وقعت باقی نہیں رہ گئی ہے۔

مولنا سید عبداللہ شاہ صاحب نے جو عالم دین ہونے کے ساتھ ایک صاحب باطن بزرگ بھی ہے، اسی نقطۂ نظر سے مشکوۃ المصابیح کے طرز پر زجاجۃ المصابیح چار جلدوں میں تالیف فرمائی ہے، اس لئے ابواب کی ترتیب فقہی ہے اور ہر باب سے متعلق حنفی مسائل کی تائید میں احادیث و سنن اور اقوال و آثار صحابہ وتابعین کا ایک ذخیرہ جمع کردیا گیا ہے اسی کے ساتھ ان مسائل کے متعلق حاشیہ میں آیات قرآنی بھی لکھ دی گئی ہیں، جن مسائل میں ائمۂ احناف کے اقوال مختلف ہیں، ان میں مفتی بہ قول اختیار کیا گیا ہے اور اس کی موئد احادیث نقل کردی گئی ہیں، فقہ حنفی کے جن مسائل پر اعتراض کیا جاتا ہے ان کا مدلل جواب بھی دیا گیا ہے اور ان سے متعلق احادیث کے مفہوم کی توضیح اور تعین کرکے حنفی مسلک کی وضاحت کی گئی ہے اور حسب ضرورت حنفی کتابوں کے حوالہ سے مسائل کا بھی جابجا اندراج کیا گیا ہے اور ان سے متعلق حدیثیں بھی نقل کردی گئی ہیں، اس کے علاوہ بعض اور خصوصیات بھی ہیں، جن کا اندازہ اصل کتاب کے مطالعہ ہی سے ہوسکتا ہے۔ ان خصوصیات نے اس کتاب کا افادہ اور زیادہ بڑھادیا ہے۔

حضرت مؤلف نے یہ کتاب مرتب کرکے فقہ حنفی کی بہت بڑی خدمت انجام دی ہے

دفتر دارالعلوم دیو بند ضلع سہارن پور کی رائے اس تالیف کے ضمن میں یہ ہے

بسم اللہ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی ، کتاب مستطاب زجاجۃ المصابیح احقر کے سامنے ہے اور باصرہ نواز ہے، جستہ جستہ مقامات سے استفادہ کی سعادت میسر ہوئی جس سے قلب نے دو وجھوں سے فرح وسرور کا اثر لیا، اولا اس بناء پر کہ کتاب مذکور فن حدیث کی خدمت کا بہترین مجموعہ ہے جس میں مشکوۃ المصابیح کے طرز پر فقہی ابواب کی ترتیب سے ہر باب کی متعلقہ روایات پاکیزہ ترتیب کے ساتھ جمع کردی گئی ہیں اور ساتھ حواشی اور منبہات کے ذریعہ مقصد حدیث کا ماخذ قرآن سے پیش کرتے ہوئے موئد روایات کا ذخیرہ مزید پیش کرایا گیا ہے جو فن کی عمدہ ترین خدمت ہے۔

ثانیاً اس بناء پر کہ یہ کتاب مذہب حنفی کے ماخذوں اور موئدات کا ایک زبردست خزانہ ہے جس کی فی زمانہ اشد ضرورت تھی، کیونکہ نصاب مدارس میں مروجہ کتب حدیث اکثر و بیشتر شوافع کی تالیف ہیں، جن میں مذہب شافعی کا موئد ذخیرہ تو کافی مل جاتا ہے۔ لیکن حنفی مسلک کی تائید کا مواد خاطر خواہ دستیاب نہیں ہوتا۔ جس سے طلبہ اور مستفیدین تو مذہب حنفی کے بارہ میں تشنہ رہ جاتے ہیں اور مخالفین مذہب حنفیہ کے دل و دماغ پر یہ اثر پڑتا ہے کہ مذہب حنفی حدیث کے لحاظ سے بے مایہ اور مفلس ہے یا اس کی موئد روایتوں کا وجود ہی نہیں، یا ہے تو وہ ضعاف اور کمزور قسم کی روایات ہیں جو محدثین کے نزدیک کچھ زیادہ قابل اعتناء نہیں، درحالیکہ معاملہ برعکس ہے، حنفیہ کے یہاں قبول حدیث کا معیار محض سند و روایت ہی نہیں بلکہ اس کے علاوہ درایت و تفقہ کے دوسرے اصولی معیار بھی ہیں، جن کی رو سے حدیثیں ان کے یہاں قبول کی جاتی ہیں، گویا کسی مرحلہ پر کسی بھی روایت کو خواہ وہ سنداً قوی ہو یا ضعیف بشرطیکہ قابل احتیاج ہو چھوڑنا نہیں چاہتے ظاہر ہے کہ جس مذہب میں قبول حدیث کا ایک ہی راستہ نہ ہو بلکہ مختلف معیار ہوں جن کی رو سے ضعیف سے ضعیف حدیث بھی ان سے نہ چھوٹ سکتی ہو، اس مذہب کی نسبت یہ خیال قائم

ہو جانا یا کرا دیا جانا کہ اس مذہب کو حدیث سے کوئی تعلق نہیں اور کسی حد تک ہے تو کسی گری پڑی روایت سے ہے جس کا شمار ارباب فن کے یہاں قابل اعتناء روایتوں میں نہیں۔ محض اسی بناء پر ہوا ہے کہ حنفیہ نے متون حدیث کی جمع وترتیب میں زیادہ حصہ نہیں لیا بلکہ وہ اکثر وبیشتر حدیث کی خدمت فقہی نقطہ نظر سے کرتے رہے۔

اس کے بعد اس دوڑ کا یہ آخری نقش ہے جو زجاجۃ المصابیح کی صورت میں اہل علم کی نگاہوں کے سامنے آرہا ہے جس میں فن کی خدمت کے ساتھ ساتھ مذہب حنفی کا حدیثی خدمت خاص طور سے انجام دی گئی ہے، حنفی مسائل کے بنیادی ماخذ اور ان کی تائید میں احادیث وآثار اور سنن وفتاویٰ صحابہ کا ایک بڑا ذخیرہ جمع کردیا گیا ہے جس سے وہ تمام خدشات رفع ہوجاتے ہیں جو مذہب حنفی کے بارے میں مخالفین مذہب کی طرف سے کئے جاتے ہیں۔

مؤلف کتاب حضرت مولنا سید عبداللہ شاہ صاحب خلف حضرت مولانا سید مظفر حسین رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جو اتقیاء دکن میں سے ہیں، جامع شریعت وطریقت عالم ہیں اور مخلوق کو آپ کی ذات سے علمی وعملی فوائد وبرکات حاصل ہورہے ہیں، یہ کتاب آپ کی علمی خدمت کا شاہکار ہے، اس لئے زجاجۃ المصابیح اپنے موضوع کی خوبی کے ساتھ ساتھ اپنی نسبت کے لحاظ سے بھی قابل قدر اور لائق استفادہ ہے۔ کیا اچھا ہو کہ مدارس دینیہ میں مشکوٰۃ المصابیح کے ساتھ ساتھ یا اس کی جگہ زجاجۃ المصابیح بھی رائج ہوجائے تاکہ طلبا کے سامنے مذہب حنفی کے حدیثی مسلک ہونے کی شہادتیں نفس کتاب ونصاب سے بھی مہیا ہوسکیں۔

واللہ الموفق

شرحد ستخط مہتمم دارالعلوم دیوبند 76/4/18ھ

اس تالیف سے متعلق ماہنامہ برہان دہلی (جلد 32 شمارہ 3
ماہ رجب 1373م مارچ 1954ء کے تبصرہ کا اقتباس ذیل میں درج ہے:

اصناف پر دوسرے مذاہب فقہ کی طرف سے عام طور پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ حضرات احادیث کے مقابلہ میں صرف قیاس سے کام لیتے ہیں، فقہ حنفی کا دارومدار اسی پر ہے اور احادیث و روایات کی زیادہ پروانہیں کرتے۔

زیر تبصرہ کتاب کا مقصد تالیف اس اعتراض کو رفع کرتا ہے چنانچہ اس میں مشکوۃ المصابیح کے طرز پر مختلف ابواب فقہ کے ماتحت انہیں احادیث کو یکجا کیا گیا ہے جن سے مسلک حنفی کی تائید ہوتی ہے۔ ہر باب کے شروع میں امام بخاری کے ترجمۃ الباب کے طرز پر اس باب سے متعلق قرآن مجید کی متعدد آیات کو بھی نقل کردیا گیا ہے۔ پھر مشکوۃ میں ایک ہی باب کی احادیث مختلف فصلوں میں ملتی ہیں جس کے باعث بیک وقت کسی ایک مسئلہ سے متعلق تمام احادیث پر نظر رکھنا دشوار ہوتا ہے، زیر تبصرہ کتاب کے فاضل مؤلف نے اس زحمت سے بچانے کے لئے تمام احادیث متعلقہ ایک ہی باب میں جمع کردی ہیں، علاوہ جمع احادیث کے حاشیہ پر تشریحی و توضیحی نوٹ اور متن میں کسی خاص قول یا عبارت یا مسئلہ کی تحقیق بھی ہے۔

امید ہے کہ علم حدیث کے طلباء اور علماء اس کی قدر کر کے فاضل مولف مولنا ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ صاحب حیدرآبادی کے حسن عمل اور محنت کی داد دیں گے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرحمٰن الرحیم

دین کی باتیں

حصہ اول

(زیر طبع)

ماخوذ از مواعظ

حضرت مولانا مولوی الحاج ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ صاحب نقشبندی وقادری رحمۃ اللہ علیہ

(ابن حضرت مولانا مولوی الحاج حافظ سید مظفر حسین صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ حیدرآبادی)

مُرتّبہ

عاجز سید رحمت اللہ نقشبندی وقادری (ام۔اے) خلف وخلیفہ حضرت ممدوح

بِسۡمِ اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

فضائل رمضان

ماخوذ از مواعظ

حضرت مولانا مولوی الحاج ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ صاحب نقشبندی و قادری رحمتہ اللہ علیہ

(ابن حضرت مولانا مولوی الحاج حافظ سید مظفر حسین صاحب قبلہ رحمتہ اللہ علیہ حیدرآبادی)

مُرتّبہ

عاجز سید رحمت اللہ نقشبندی و قادری (ام۔اے) خلف و خلیفہ حضرت ممدوح

بِسۡمِ اللّٰہِ الرحمٰن الرحیم

تذکرہ حسنات

یعنی

مفصل سوانح حیات، تجدیدی کارناموں کا خاکہ، معہ ارشادات عالیہ

حضرت مولانا مولوی الحاج ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ صاحب نقشبندی و قادری رحمتہ اللہ علیہ
(ابن حضرت مولانا مولوی الحاج حافظ سید مظفر حسین صاحب قبلہ رحمتہ اللہ علیہ حیدرآبادی)

(زیر طبع)

مُرتّبہ

عاجز سید رحمت اللہ نقشبندی و قادری (ام۔اے) خلف و خلیفہ حضرت ممدوح

Index of /images/books

- Parent Directory
- Noorul Masabih v.1/
- Noorul Masabih v.10/
- Noorul Masabih v.11/
- Noorul Masabih v.12/
- Noorul Masabih v.13/
- Noorul Masabih v.14/
- Noorul Masabih v.15/
- Noorul Masabih v.16/
- Noorul Masabih v.17/
- Noorul Masabih v.18/
- Noorul Masabih v.19/
- Noorul Masabih v.2/
- Noorul Masabih v.20/
- Noorul Masabih v.3/
- Noorul Masabih v.4/
- Noorul Masabih v.5/
- Noorul Masabih v.6/
- Noorul Masabih v.7/
- Noorul Masabih v.8/
- Noorul Masabih v.9/
- Zujajah v1/
- Zujajah v2/
- Zujajah v3/
- Zujajah v4/
- Zujajah v5/

Index of /images/books/Noorul Masabih

Parent Directory
5_1.jpg
5_10.jpg
5_100.jpg
5_101.jpg
5_102.jpg
5_103.jpg
5_104.jpg
5_105.jpg
5_106.jpg
5_107.jpg
5_108.jpg
5_109.jpg
5_11.jpg
5_110.jpg
5_111.jpg
5_112.jpg
5_113.jpg
5_114.jpg
5_115.jpg
5_116.jpg
5_117.jpg
5_118.jpg
5_119.jpg
5_12.jpg
5_120.jpg
5_121.jpg
5_122.jpg
5_123.jpg
5_124.jpg
5_125.jpg
5_126.jpg
5_127.jpg
5_128.jpg
5_129.jpg
5_13.jpg
5_130.jpg
5_131.jpg
5_132.jpg
5_133.jpg
5_134.jpg
5_135.jpg
5_136.jpg
5_137.jpg
5_138.jpg
5_139.jpg
5_14.jpg
5_140.jpg

5_141.jpg
5_142.jpg
5_143.jpg
5_144.jpg
5_145.jpg
5_146.jpg
5_147.jpg
5_148.jpg
5_149.jpg
5_15.jpg
5_150.jpg
5_151.jpg
5_152.jpg
5_153.jpg
5_154.jpg
5_155.jpg
5_156.jpg
5_157.jpg
5_158.jpg
5_159.jpg
5_16.jpg
5_160.jpg
5_161.jpg
5_162.jpg
5_163.jpg
5_164.jpg
5_165.jpg
5_166.jpg
5_167.jpg
5_168.jpg
5_169.jpg
5_17.jpg
5_170.jpg
5_171.jpg
5_172.jpg
5_173.jpg
5_174.jpg
5_175.jpg
5_176.jpg
5_177.jpg
5_178.jpg
5_179.jpg
5_18.jpg
5_180.jpg
5_181.jpg
5_182.jpg
5_183.jpg
5_184.jpg
5_185.jpg
5_186.jpg
5_187.jpg

5_188.jpg
5_189.jpg
5_19.jpg
5_190.jpg
5_191.jpg
5_192.jpg
5_193.jpg
5_194.jpg
5_195.jpg
5_196.jpg
5_197.jpg
5_198.jpg
5_199.jpg
5_2.jpg
5_20.jpg
5_200.jpg
5_201.jpg
5_202.jpg
5_203.jpg
5_204.jpg
5_205.jpg
5_206.jpg
5_207.jpg
5_208.jpg
5_209.jpg
5_21.jpg
5_210.jpg
5_211.jpg
5_212.jpg
5_213.jpg
5_214.jpg
5_215.jpg
5_216.jpg
5_217.jpg
5_218.jpg
5_219.jpg
5_22.jpg
5_220.jpg
5_221.jpg
5_222.jpg
5_223.jpg
5_224.jpg
5_225.jpg
5_226.jpg
5_227.jpg
5_228.jpg
5_229.jpg
5_23.jpg
5_230.jpg
5_231.jpg
5_232.jpg

5_233.jpg
5_234.jpg
5_235.jpg
5_236.jpg
5_237.jpg
5_238.jpg
5_239.jpg
5_24.jpg
5_240.jpg
5_241.jpg
5_242.jpg
5_243.jpg
5_244.jpg
5_245.jpg
5_246.jpg
5_247.jpg
5_248.jpg
5_249.jpg
5_25.jpg
5_250.jpg
5_251.jpg
5_252.jpg
5_253.jpg
5_254.jpg
5_255.jpg
5_256.jpg
5_257.jpg
5_258.jpg
5_259.jpg
5_26.jpg
5_260.jpg
5_261.jpg
5_262.jpg
5_263.jpg
5_264.jpg
5_265.jpg
5_266.jpg
5_267.jpg
5_268.jpg
5_269.jpg
5_27.jpg
5_270.jpg
5_271.jpg
5_272.jpg
5_273.jpg
5_274.jpg
5_275.jpg
5_276.jpg
5_277.jpg
5_278.jpg
5_279.jpg

5_28.jpg
5_280.jpg
5_281.jpg
5_282.jpg
5_283.jpg
5_284.jpg
5_285.jpg
5_286.jpg
5_287.jpg
5_288.jpg
5_289.jpg
5_29.jpg
5_290.jpg
5_291.jpg
5_292.jpg
5_293.jpg
5_294.jpg
5_295.jpg
5_296.jpg
5_297.jpg
5_298.jpg
5_299.jpg
5_3.jpg
5_30.jpg
5_300.jpg
5_301.jpg
5_302.jpg
5_303.jpg
5_304.jpg
5_305.jpg
5_306.jpg
5_307.jpg
5_308.jpg
5_309.jpg
5_31.jpg
5_310.jpg
5_311.jpg
5_312.jpg
5_313.jpg
5_314.jpg
5_315.jpg
5_316.jpg
5_317.jpg
5_318.jpg
5_319.jpg
5_32.jpg
5_320.jpg
5_321.jpg
5_33.jpg
5_34.jpg
5_35.jpg

5_36.jpg
5_37.jpg
5_38.jpg
5_39.jpg
5_4.jpg
5_40.jpg
5_41.jpg
5_42.jpg
5_43.jpg
5_44.jpg
5_45.jpg
5_46.jpg
5_47.jpg
5_48.jpg
5_49.jpg
5_5.jpg
5_50.jpg
5_51.jpg
5_52.jpg
5_53.jpg
5_54.jpg
5_55.jpg
5_56.jpg
5_57.jpg
5_58.jpg
5_59.jpg
5_6.jpg
5_60.jpg
5_61.jpg
5_62.jpg
5_63.jpg
5_64.jpg
5_65.jpg
5_66.jpg
5_67.jpg
5_68.jpg
5_69.jpg
5_7.jpg
5_70.jpg
5_71.jpg
5_72.jpg
5_73.jpg
5_74.jpg
5_75.jpg
5_76.jpg
5_77.jpg
5_78.jpg
5_79.jpg
5_8.jpg
5_80.jpg
5_81.jpg

5_82.jpg
5_83.jpg
5_84.jpg
5_85.jpg
5_86.jpg
5_87.jpg
5_88.jpg
5_89.jpg
5_9.jpg
5_90.jpg
5_91.jpg
5_92.jpg
5_93.jpg
5_94.jpg
5_95.jpg
5_96.jpg
5_97.jpg
5_98.jpg
5_99.jpg

ı v.4